

188743

9553929
0 - 23

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_188743

UNIVERSAL
LIBRARY

TEXT FLY BOOK

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۹۲۲۵۹۷۱ Accession No. ۶۱-۹

Author نذیر احمد - محمد ۲۱-۹

Title قائم الدین ماسودا خ ۲۱-۹

This book should be returned on or before the date
last marked below.

جلد حق تعالیٰ محفوظ
۱۰۰۰
۱۰۰۰
لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

۹۱۰۹

Checked 1968

1952

Checked 1969

یعنی

خاتم النبیین

سوال مخمری حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مترجمہ و مؤلف

منشی نذیر احمد سیلاب قریشی بہاولوی (گورداسپور)

حال تقیم لاہور
جے

نیشخ برکت علی محسن علی تاجران کتب کشمیری بازار لاہور

نئے باخدا حقوق مدامی

باہتمام ملک چراغین مالک لیکچرنگ لکچرنگ لکچرنگ لکچرنگ

قیمت نمیدہ

دہاول

تہہ اجلہ ۱۰۰۰

ہر شرم کی کتابیں شیعہ غلام علی تاجران کتب کشمیری بازار لاہور سے باہر عایت لکھتیں

CHECKED 1959

سیف اللہ

یعنی

سوانح عمری حضرت خالد بن ولیدؓ

(مصنّف نشی نذیر احمد صاحب سیما ب قریبی)

آپ جان سکتے ہیں کہ جس شخص کو سیف اللہ (خدا کی تلوار) کا خطاب بارگاہ رسالت سے عطا ہو۔ اس کی حیرت انگیز کارگزاریوں اور معجزہ نما کارناموں کی کیا کچھ کیفیت ہوگی۔ جس طرح خدا کا ہاتھ ساری دنیا سے زبردست ہے اسی طرح سیف اللہ یعنی حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی شجاعتانہ کارروائیاں دنیا کے تمام نامور سپہ سالاروں سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔ چند سیکڑوں کی ٹٹھی بھر جمعیت کے ساتھ عالم غربت میں لاکھوں کی تعداد با ساز و سامان افواج کو ناک چنے چبوا دینا حضرت خالد رضی اللہ عنہ ہی کا کام تھا۔ اگر آپ فتوحات شام و عراق کے معتبر حالات معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ تو شام و عراق کے فاتح حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سوانح عمری موسومہ سیف اللہ منگو کر ملاحظہ فرمائیں۔

میلنی کاپیت
شیخ برکت علی محسن علی تاجران کتب کشمیری لاہور

دیباچہ کتاب

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَآلِ مُحَمَّدٍ اَجْمَعِیْنَ
ہزار ہزار شکر اُس پر دروگہا کا ہے جس نے محض کن کے کھنے سے
کائنات کو پیدا کر کے انسان ضعیف البیان کو شرف خلافت بخشا۔ اور سر زمانہ
میں حسب حالات بنی آدم کی رہنمائی کے لئے پیغمبر مبعوث فرمائے تاکہ گمراہی
سے بچیں۔ اور راہ راست پر چل کر اپنے پیدا کنندہ کی خوشنودی حاصل کر کے
نجات ابائی کے سزاوار بنیں۔ اور بالآخر زمانہ آخری میں اپنے محبوب ترین
بندے سرور کائنات مفرح موجودات احمد المجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
کو خاتم النبیین رحمۃ اللعالمین کا خطاب اور الیوم اکملت لکم دینکم کے مصداق
اسلام جیسی نعمت عطا کر کے ہم عاجزوں کی رہبری کے لئے بھیجا۔

اصاً بعد خاک پائے بزرگان دین و عالمانِ شرع منین احقر الحقیر پر تہنیتیہ بندہ
رب الارباب نذیر احمد سیما ب عرض گزار ہے کہ اپریل ۱۹۱۸ء میں
شیانہ مند کو بھندہ سفارت سداوت و قریش سوشل کانفرنس امرتسر کی طرف سے
علاقہ پنجاب میں دورہ کرنے کا اتفاق ہوا۔ ایام دورہ میں ہر درجہ اور ہر فرقہ کے
مسلمانوں سے عموماً اور سادات و قریش سے خصوصاً ملنے اور تبادلہ خیالات
کالیک اچھا موقع ملا۔ اور مسلمانوں کی تباہ حالت۔ گمراہی و ضلالت احکام

اسلام سے لاپرواہی کے نتائج کا پورا پورا فوٹو بچشم خود دیکھا اور بھیچر کر رہ گیا۔
اور بے ساختہ زبان سے نکلا۔

دل کے پھولے جل اٹھے سمجھنے کے طغ سے بڑا اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے
مثال کے طور پر یہاں صرف دو واقعات لکھتا ہوں۔

(۱) چغتیاں شریف علاقہ ریاست بہاول پور جہاں خواجہ نور محمد صاحب قبلہ عالم
مزار مبارک مرجع ہر خاص عام ہے۔ دو تین دن رہنے کا اتفاق ہوا۔ یہاں کی
حل مسلم آبادی ہے۔ اور قریشی چشتی کہلاتے ہیں۔ فردا فردا کئی آدمیوں سے دریافت
کیا کہ تم کس کی امت ہو۔ تو بڑی مروج کے بعد ایک عجیب لہجہ میں ان سب کا
عمومی جواب تھا کہ ”بیڑی ٹھٹھے داکو جہانناں (اسے) ہُن و ستر گیا“ خالم بدین
نحوذ باللہ من ذالک یہ وہی الفاظ ہیں جو انہی کی زبان سے جواباً نکلے آپ سوچ
سکتے ہیں کہ جو شخص اس کے نام سے ہی ناواقف ہے جس کا کوئی ذکر پڑھنا ہے تو
اُس کی تعلیم سے کہاں تک واقفیت رکھتا ہو گا۔

(۲) علاقہ ضلع جھنگ پنجاب جہاں خاکسار کو بہاؤ عارف ملازمت بھی قریب پچھ سال
تک رہنا پڑا جمیع مسلمانوں کی حالت زار دیکھنے کا اکثر موقع ملا۔ وہاں سادات و
قریش نے ایک طرح سے شریعت اسلام پر عمل کرنے سے توبہ کر کے رسم و رواج
کو برقرار رکھنے کا عزم باخبرم کر لیا ہوا ہے۔ اور انہوں نے سب کچھ ایسی مشین اپنی
رسومات کو رائج کر دیا ہے۔ اور ساتھ مثالیں بھی دی ہیں جو دیگر رسومات کے
ایک رسم یہی ہے کہ یہ وہ کانکاح ثانی نہیں کیا جاتا۔ اور کہ بعض لڑکیوں کو
بھیٹے بھٹا ریا جاتا ہے۔ مزید غصہ کی یہ بات ہے کہ اگر کسی لڑکی کی منگنی کسی
ہاں ہو جائے۔ اور تقدیر سے لڑکا قبل از نکاح فوت ہو جائے تو پھر اس بچہ کی
لڑکی کا نکاح نہیں کیا جاتا جن کی دیکھا دیکھی دوسری قومیں بھی ایسا ہی کر رہی ہیں

اس مسئلہ پر جاننا ہے۔ یہ عادیہ کس لڑکی دیکھا گیا ہے۔ اور یہ عادیہ لڑکی کی اپنی مرضی سے
نہیں ہوتا۔ لیکن ہمارے خیال میں لڑکی کی مرضی کو ہی نہیں دیکھنا۔ بلکہ اس کے متعلق اپنے اہل انوار و
مسلک کائنات کے ہر فرد کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ یہ عادیہ لڑکیوں کو تو کس سے حصہ نہیں دیا جاتا۔

اور بعض نے تو سچ مچ ان رسومات کو اپنی خاندانی رسومات کے سلسلے میں درج کر دیا ہے۔
چونکہ ان کو یہ بر خیز و کج مانہ مسلمان

مسجدوں کی بربادی کے نظاروں اور اسلام سے روگردانی کر کے اشتغال دنیا میں
منہمک رہنے کا تو کوئی ذکر ہی نہیں۔ بعض جگہوں پر مسجدوں میں علامہ بھنگ اور
شراب نوشی کرتے دیکھا۔ اور وہ بھی ایسے لوگ جو اپنے آپ کو سید کہلاتے ہیں۔
بڑی بڑی جائدادوں کے مالک اور بزرگوں کی مزاروں کے متولی ہیں۔ شاہ

صادق منہمک و افسوسناک جھنگ کے گدی نشینوں میں پادشہی سے یہ بڑی نرم
راج ہے کہ جو شخص گدی نشین ہو وہ شادی نہیں کرتا۔ اور زبیاں جتنی دل
چاہے رکھ لے۔ ایسی ایسی سیکڑوں بدرسومات اور بھالت کے نظارے

دیکھنے میں آئے۔ جن کی زبان کو طاقت اور یہ قلم کو جرات کہ کچھ لکھ سکے مسلمان
تو مسلمان اغیار کا بھی ہر وہ ذمی فہم آدمی جس کو خدا نے ذرہ بھر بھی عقل جیسی
نعمت عطا کی ہو۔ اگر قرون اولیٰ اور زمانہ حال کے مسلمانوں کی تاریخ کو معہ ہر

زمانہ کے حالات و اسباب کے پیش نظر رکھ کر غور کریگا تو بالاحوال اسکی زبان سے بھی نکلیگا
ایک یہ ہیں کہ لیا اپنی بھی صورت کو بگاڑ نہ ایک وہ تھے جنہیں تصویر بنانا آتی تھی
وہ کون شخص ہے۔ جو سلف صالحین کی شان و شوکت۔ جاہ و شہرت۔ عزت و وقار

مال و دولت اور سلطنت و حکومت کو نہیں جانتا۔ وہ کونسا مسلمان ہے۔ جو
سلف صالحین پر فخر نہیں کرتا۔ لیکن افسوس اور ہزار افسوس کہ اپنی حالت

سلف صالحین کی سعادت کے ہر بات اور ہر معاملہ میں بالکل اُلٹ ہے۔ اور یہی
وجہ ہے کہ مسلمان آج کل ہدف مصائب بنے ہوئے ہیں۔ سلف صالحین کی
جاہ و شہرت تھی۔ تو اسلام سے۔ سلطنت و حکومت تھی تو اسلام سے۔ مال و دولت

ان کے گھر کی ادنیٰ باندھی تھی۔ تو اسلام کی بدولت۔ عزت و رفعت ان کی ٹونڈی
تھی تو اسلام کی طفیل۔ ورنہ ایک جو ذرائع ترقی ہمیں مہیا ہیں۔ ان کو چھپا نہیں تھے
راہ چوک غبار کا ڈھل ہے اس لئے اس شعر کو ان الفاظ میں بدل دیا گیا ہے۔ اسلئے ہم ہر جہ سے

ایک ہم ہیں کہ کیا اپنی صورت کو بگاڑ نہ ایک وہ ہیں جنہیں تصویر بنانا آتی ہے۔

وہ کسی سے ناراض ہونے لگے تو اسلام کی خاطر جنگ تھا تو اسلام کی بدولت۔
 الغرض وہ اسلام کا مکمل نمونہ تھے۔ اور خدا ان کے ساتھ تھا۔ اسی واسطے ہرمیدان
 میں۔ ہر معاملہ میں۔ ہر بات میں وہ مظفر و منصور تھے۔ شادان و شاد کام تھے۔ ہم پر
 اگر مصائب کا نزول ہے تو اسلام سے روگردانی کے باعث۔ اگر ہم مفلس و قلاٹر
 ہیں تو اسلام سے پہلو ہٹ کر نیکی بدولت۔ اگر ہم اپنی شان و شوکت عزت و وقار
 کو کھو بیٹھے تو احکام اسلام کو بھلا دینے کی خاطر۔ اگر خدا ہمارے ساتھ نہیں۔ تو
 اصلی ہی وجہ ہے کہ ہم خدا کے مذہب یعنی اسلام کو چھوڑ بیٹھے۔ ہم نے اسلام کو
 بھلا دیا۔ خدا نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور ہم ہرمیدان میں۔ ہر معاملہ میں۔ ہر کام میں
 غرض ہر جگہ ناکام و ناشاد۔

معزز ناظرین۔ یہ حالات اور واقعات ہیں جنہوں نے مجھے اس کتاب کے لکھنے
 پر آمادہ کیا۔ اس کتاب کا نام خاکسار نے "تخاتہ النبیین" رکھا ہے۔ عام اور سادہ
 الفاظ میں سرور کائنات مفرج موجودات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک
 زندگی کے حالات بعد تحقیق نہایت احتیاط سے ایک خاص ترتیب کے ساتھ انتخاب کر کے
 جمع کئے گئے ہیں۔ اور جہاں تک ممکن ہو سکا ہے۔ ہر واقعہ کا حوالہ قرآن مجید سے معزز
 دیا گیا ہے۔ اور خصوصیت سے اس امر کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ یہ کتاب دیہاتیوں
 کے لئے بغایت مفید ہو سکے۔

اب آخر میں یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ کتاب ایک محدود وقت میں تالیف
 کی گئی ہے۔ اور نہ ہی مجھے عالم و فاضل ہونی کا دعویٰ ہے۔ لہذا درباب بصیرت کی چند متنبہاں
 اتناں ہے کہ وہ جو کئی اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔ اس سے غوراً مطالعہ کریں۔ تاکہ
 آئندہ ادیشن میں شکریہ کیساتھ اصلاح کی جاسکے۔ امید ہے کہ عالمہ الناس میری اثر
 نالیف سے قائمہ اٹھا کر دعائے خیر سے یاد کریں گے۔ اور خداوند حکیم میری اس سعی کو
 قبول فرمائے گا۔

خاکسار نذیر احمد سیال قریشی نظامی۔ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

خاتم النبیین باب اول

نبی شان احمدی کا چین میں ظہور ہے ہر گز میں ہر شجر میں محمد کا نور ہے
(اول ما خلق اللہ تعالیٰ قوری (حدیث شریف)

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا۔ اگرچہ اس حدیث کے درست ہونے میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ لیکن نور کے پیدا ہونے اور اسی نور سے جملہ کائنات کو خلق کرنے کے جو واقعات ہیں۔ ان میں فروعی اختلاف ہے۔ کسی نے کسی طرح بیان کیا ہے۔ اور کسی بزرگ نے کسی طرح۔ چنانچہ اس اختلاف سے قطع نظر کر کے یہاں صرف دو روایات لکھی جاتی ہیں۔

جس وقت خداوند جل و علا خالق ارض و سما نے حضرت آدم علیہ السلام کو کامل اکمل کر کے سجود ملائکہ کیا۔ اس وقت سے لکھو کھسا سال پیشتر جبکہ ابھی سو اقدیرت ربانی کے جملہ کائنات میں سے کوئی چیز بھی عالم ہستی میں نہ تھی۔ خداوند تعالیٰ نے اپنے یہ قدرت نور کامل اللہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کر کے مغفور موجودات کیا اور ایک مدت مدید و عرصہ بعید تک وہ نور ملائکہ کن و مکان خدا و جہان کو اس تسبیح سے یاد کرتا رہا یہ سبحان العلیہ الذی لا یجمل سبحان العلیم الذی لا یجمل سبحان الخیر الذی لا یجمل

شاعر نے معرفت ہمین میں ہی نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے۔ مگر حقیقت شناس نگاہیں اس نور پاک کو کائنات کی ہر شے میں دیکھتی ہیں۔ کیونکہ یہ مسئلہ ہے کہ تمام کائنات نور محمدی سے ہی خلق ہوئی ہے۔

بعد ازیں خداوند جل و علا صانع یکتائے اس فیر سے ایک ٹکڑا علیحدہ کر کے ایک ہر
پیدا کیا۔ اس جوہر نے جب نور آنجناب رسالتما سے خداوند تعالیٰ کا نام اعظم سنا۔ تو
بہشت سے پانی پانی ہو گیا۔ اور کسی جگہ پر قرار نہ پکڑتا تھا۔ اس کے بعد جب کچھ مدت
اس حال میں منقضی ہوئی تو دست قدرت نے اُس پانی کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا
کسی حصے سے عرش کو پیدا کیا۔ کسی سے قلم کو۔ کسی سے لوح محفوظ۔ کسی سے آفتاب
مہتاب۔ ستارے اور سیارے۔ کسی سے بہشت۔ کسی سے دوزخ۔ کسی سے دن اور
رات۔ کسی سے ملائکہ کو کتم عدم سے معرض ہستی میں تبدیل کیا۔ اور کسی سے جلا روض
سما ہائے جب یہ سب کچھ ہو چکا۔ تو خطاب رب الارباب یوں ہوا۔ کہ اے قلم لکھ
قلم نے عرض کی اے میرے خالق کیا لکھوں۔ حکم ہوا: علی فی خلقی وما ہو کا این
الی یوم القیمۃ۔ قلم نے کہا کہ ابتدا کس طرح کروں۔ حکم ہوا کہ لکھ بسم اللہ الرحمن الرحیم
جب قلم نے لکھنا شروع کیا تو ابھی ”بسم اللہ“ کا لفظ ہی تحریر کیا تھا کہ بہت خدا سے
قلم شق ہو گئی۔ اور عرصہ بعد تک لوح پر پڑی رہی۔ پھر حکم ہوا تو قلم نے الرحمن
ہی لکھا تھا کہ پھر شکستہ ہو گئی۔ اور جناب الہی میں عرصہ تک گریہ و زاری کرتی رہی
پھر حکم ہوا اور دست قدرت سے قلم میں قطر لگا۔ تو قلم نے الرحیم لکھا اور حسب معمول
شق ہو گئی۔ راویان نیکن بیان نے روایت کی ہے کہ صرف نو لاکھ سال بسم اللہ
الرحمن الرحیم کی کتابت میں صرف ہوئے۔ جب بسم اللہ لکھی گئی تو خداوند تعالیٰ
نے اپنی بزرگی و جلال کی قسم کھائی۔ کہ اُمّت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
میں جو فرد بشر ایک دفعہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھیں گا۔ سات سو سال کی عبادت
کا ثواب اُس کے عمل نامے میں لکھا جائیگا۔ پھر حکم ہوا کہ لکھ اُمّت آدم علیہ السلام
میں سے جو شخص حضرت آدم کی تابعداری کریگا۔ اور اس کے حکموں کو خدا کے احکام
تسلیم کر کے اُن پر عمل کریگا۔ خدا اس کو بہشت میں داخل کریگا۔ اور جو شخص نافرمانی و
کریگا۔ اس کو دوزخ میں ڈالا جائیگا۔ چنانچہ قلم نے ایسا ہی لکھا۔ اور اسی طرح حضرت
شیث۔ حضرت نوح۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ حضرت

خواؤد وغیرہ وغیرہ۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک
جملہ انبیاء علیہم السلام کی امتوں کی بابت یہی لکھا۔ اور جب ہمارے آقائے نامدار
احمدؑ المجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی باری آئی۔ اور ان الفاظ
پر پہنچی کہ امت محمدیہ میں سے جو شخص نافرمانہ داری کریگا۔ اس کے آگے وہی الفاظ
جو دوسری امتوں کے بارے میں تھے لکھے جانے لگے۔ تو اچانک حکم آئی پہنچا کہ
تادب یا قلم یہ سنئے ہی قلم سجدے میں پڑ گئی اور اپنی جرأت کی معافی مانگی۔ بعد
از اس حکم ہوا کہ لکھ۔ اُمت محمدیہ میں سے جو شخص اللہ و رسول کی نافرمانہ داری کریگا
اللہ اُن کے گناہوں کو بخشنے والا ہے اور مہربان ہے۔

امام نجم الدین عمر نسفی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر بحر العلوم میں اس طرح فرماتے ہیں کہ جو نبی
وافرا سرور آنسور۔ ساقی حوض کوثر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مخلوق ہوا۔
تو بعد میں خداوند کریم غفور الرحیم نے اس نور کو اپنی وحی سے مختلف بارہ پردوں میں
مختلف مدت تک مختلف تسبیح میں شائع رکھا۔

جب ان بارہ پردوں سے نور و افراسرور گذر گیا۔ تو پھر بارہ دریاؤں میں مثلاً
(۱) دریائے اطاعت میں یا خالق یا خالق سے غوطہ زن رکھا۔ اور یاد خدا کرتا رہا۔
(۲) دریائے محبت میں خدا ولی (۳) دریائے قناعت میں سیدی سیدی (۴)
دریائے علم میں احد احد (۵) دریائے یقین میں واحد واحد (۶) دریائے ثابت
میں یا فرد یا فرد (۷) دریائے سخاوت میں یا علی یا علی (۸) دریائے صبر میں یا عظیم
یا عظیم (۹) دریائے شکر میں یا رزق یا رزق (۱۰) دریائے نصیحت میں یا سبوح
یا سبوح (۱۱) دریائے رحمت میں یا قدوس یا قدوس (۱۲) دریائے شفاعت
میں یا غفور یا غفور جب ان دریاؤں سے فارغ ہوا۔ تو سات سو مقام پیدا کئے
مقام توحید۔ معرفت۔ ایمان۔ اسلام۔ خوف۔ رجا۔ شکر۔ صبر۔ خشوع۔ خضوع
..... آخری مقام محبت پیدا کیا۔ نور کامل السور ہر ایک مقام میں ہزار
ہزار تسبیح کرتا رہا۔ جب ان مقاموں سے گذرا تو حکم کر دیا کہ نور سرور نامدار

کو پہنچا۔ کہ اسے میرے محبوب کے نور میں کون ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور نے جواب دیا کہ تو میرا پیدا کرنے والا۔ تو مجھے پالنے والا۔ تو مجھے زندہ کرنے والا تو مجھے ماریو والا میرا رب ہے۔ پھر آواز قدرت پہنچی کہ ٹھیک پہچانا۔ جس طرح مجھے پہچانا ہے اسی طرح عبادت کر چنانچہ نور کامل السور نے فوراً بیدار اللہ کے مقام پر قیام کیا کچھ عرصہ بعد ایک نور کا قطرہ آکر گرا۔ آپ کے نور کامل السور نے شکرانہ میں سجدہ ادا کیا۔ علیٰ ہذا القیاس پانچ قطرے گرے اور پانچوں سجدے کئے۔ (اور پانچوں نمازیں فرض ہوئیں) پھر دو گنا ادا کیا۔ ہزار سال قیام۔ ہزار سال رکوع۔ ہزار سال قومہ۔ ہزار سال سجدہ۔ پھر ہزار سال جلسہ۔ ہزار سال سجدہ۔ اور پھر دوسری رکعت اسی طرح بعد سجدہ کے ہزار سال التحیات۔ اور ہزار سال بعد میں خاموشی۔ اور ہزار سال دلائل باریں طرف سلام میں۔ صرف کئے۔ اس کے بعد خطاب آیا۔ کہ اچھی عبادت سجالائے ہو۔ مانگو کیا خلعت مانگتے ہو۔ نور وافر السور نے عرض کی یا اللہ مجھے مقتدائے قوم کریگا۔ بلحاظ بشریت کے صاف ظاہر ہے کہ مختلف قسم کے گناہ اور جرائم سرزد ہوں گے۔ میں اب خلعت بخشش مانگتا ہوں۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے جواب دیا۔ کہ اسے نور حبیب اچھی چیز طلب کی ہے۔ تمہاری مراد میں پوری کی بعد ازاں نور کامل السور سے دس قطرے علیحدہ ہوئے۔ اور ان قطروں سے باقی تمام مخلوقات کسی سے کچھ کسی سے کچھ بنایا۔ پھر نور محمدی کو عرش پر پہنچایا اور ایک مدت تک عرش پر تیسع و تملیل میں چمکتا رہا۔ پھر باری باری سے لوح۔ قلم۔ اور کرسی وغیرہ وغیرہ پر ایک عرصہ کے واسطے چمکتا رہا۔ پھر ایک بہت بڑی مدت کے بعد جبرائیل و عزرائیل و میکائیل و اسرافیل علیہم السلام کو حکم ہوا۔ کہ جاؤ۔ اور اس جگہ سے جہاں اب آپ کا روضہ مبارک ہے۔ مٹی لاؤ۔ تاکہ وجوہاً جو صاحبِ لاک و شہسوار انا اسلنک و خراچی انا اعطیناک کا بنایا جادے۔ جب ملائکہ نے زمین کو خداوند الجلال انا کرام۔ عیم الاحسان کا حکم پہنچایا۔ تو زمین نے فرط شوق سے جوش کیا۔ اور سفید کا فوری رنگت ہو گئی۔ جبرائیل علیہ السلام نے مٹی اٹھا کر سال حضرت

بعد ازاں حکم ہوا کہ اسے جبرائیل علیہ السلام بہشت میں جا۔ اور مشک کا نور۔ زعفران
سنبل۔ ریاحین۔ سبیل۔ اور شرب تسنیم کو اس میں گوندھ۔ جبرائیل علیہ السلام نے
حکمت پوچھی۔ تو حکم ہوا کہ کا فور سے استخوان مبارک۔ مشک سے عون۔ سنبل سے
بال مبارک۔ وغیرہ بنا کر شمع جمع تلاوت بناؤں گا۔ چنانچہ مولوی باہمی قدس فرماتے ہیں
نظم

سرش پیدا ز برکات جنان است	کہ اُن سر نہاں بنگر عیان است
فدا ئے یک سر موٹش دو عالم	کہ در ہر دو جہاں سٹ۔ او مکرم۔
نبات جنت است آں موئی مشکین	ازاں رو عطر پرورش دریا عین۔
و چشمش گشت پیدا از حیا ہیں	حیا کردہ باں چشمانش تحسین۔
حیا دروہر ز آں چشماں شد آغاز	حیا گشتہ از اں چشمانش آغاز۔
زعفران گو شہائش گشت پیدا	درو پڑ کردہ از در ہائے متنا۔
زعفرین بنی او گمر بہشت است	کہ بینی مرور اخیرہ مرشت است
ز تسبیح آں لبان گم دید پیدا	نخل گشتہ از اں لب ہا مسیحا
رویش بشوکار نور تجلی ست	ازاں رو جان و دل ہا را تسلی ست
زبان او چو از فکر است بستگر	ازاں شیروں شدہ چوں شدہ شکر
کہ رودہ ہاش از صبر آفریدہ	ید نیماں صابر سے ہر گو کہ دیدہ
ہمیشہ صبر بودہ پیشہ او۔	غم اُمر ست بود اندیشہ او۔
دودستش از سخاوت آفریدہ	سخاوت دست ز نیماں کس نایدہ
ز کا فور بہشت است استخوانش	ز نور حق بود مغزو دانش
قدم ہائش شدہ خلق از عبادت	قدم نہادہ و یک دم سبب عبادت
جرب وجود با جو د آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیار ہو گیا۔ تو حکم ہوا کہ اس کو	تمام کائنات میں پھراؤ۔ اور بناد می کرو۔

حزن طینہ حبیب رب العالمین و شفیع المذنبین و مشہور فی الاولین و الذکر الآخرین

ہو ایل علیہ السلام نے حکم کی تعمیل کی۔ اور بعد ازاں ساق عرش پر رکھا۔
 اللہ تعالیٰ نے جب موقع مقرر ہوا۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً لِّکَ ترجمہ میں پیدا کرنا والا ہوں
 زمین میں نائب کا خطاب کیا۔ اور فرشتوں نے عرض کی اَتَجْعَلُ فِیْہَا مَنْ لِّیْسَ فِیْہَا وَ
 یَسْفِکُ الدِّمَاجَ ترجمہ کیا تو ایسے شخص کو نائب بنائے گا جو زمین میں فساد کرے اور
 خون بہا دے اور خدا نے جواب میں ارشاد اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا اَکْثَمُوْنَ ترجمہ میں جمع جانتا
 ہوں تم نہیں جانتے تم فرمائیے کہ بعد جسد حضرت آدم علیہ السلام کو بنایا۔ تو روح کو
 حکم دیا۔ ادخل فیہ نا افسد اذن سی خلقته ترجمہ داخل ہو اس بدن میں جو کہ
 بنایا ہے تو روح نے عرض کی کیا اکی مجھے اس اندھیری کو ٹھہری میں داخل ہوتے
 خوف آتا ہے۔ مگر پھر بھی حکم ہوا۔ روح کئی دفعہ جسد حضرت آدم علیہ السلام میں داخل
 ہوتا رہا۔ مگر گھبرا کر شکل آتا رہا۔ اور بار بار وہی عرض کرتا رہا پھر خداوند اکرم نے نور خواجہ
 عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جسد آدم علیہ السلام میں داخل کر کے روح کو جسد میں
 داخل ہونے کا حکم دیا۔ اور روح نے جب نور خواجہ عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم کو آدم علیہ السلام کے کالبد میں کھلا۔ اور روشنی معلوم کی۔ تو خوشی خوشی داخل
 ہو گیا۔ پھر آپ کا نور پشت و ریشہ عبد اللہ بن عبد المطلب تک پہنچا ۛ

نسب نامہ آنحضرت

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن حاشم بن عبد مناف
 بن قس بن کلاب بن مرقب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر ماضیہ قریش
 بن کسانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن نذر بن نزار بن معد بن عدنان بن اذن
 او بن جبہ بن ہنت بن حل۔ بن قیذر بن حضرت اسمعیل علیہ السلام بن حضرت
 ابراہیم علیہ السلام بن تارخ ملقب آذر بن تافور۔ بن ارغون اشرم بن اشروع بن
 قانع بن مالخ بن ازفخشہ بن سام بن نوح علیہ السلام بن متوشلح بن اخزوج بن

برون صلاٹیل بن قینان بن شثیت علیہ السلام بن آدم علیہ السلام علیہم السلام
 آپ کے دادا عبد المطلب کے جو کہ دراشت سے حاکم مکتھا۔ وہیں لڑکے تھے
 حارث ابولہب۔ حجل مقوم۔ زرار۔ زبیر ابوطالب۔ عبد اللہ۔ حمزہ۔ عباس۔ ان
 سب میں سے عبد المطلب عبد اللہ کے ساتھ سب سے زیادہ محبت اور شفقت
 کرتا تھا۔ کیونکہ عبد اللہ کی پیشانی نور کامل السور احمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 سے منور تھی۔ اور ہر وقت اس ماہ تاباں و معد خشاں کی دجوبی اور دلہاری میں
 رہتا تھا۔ عبد اللہ فصاحت و بلاغت اور ملاحت میں بھی طفیل نوزبوسی فرد تھا۔
 عبد اللہ اندر ابوطالب مال باپ دونوں کی طرف سے حقیقی تھے۔ اور باقی انھوں
 مال کی طرف سے حقیقی نہ تھے۔ حمزہ اور عباس رضو دولت اسلام سے مشرف
 ہو کر دارالقرار کی طرف گئے۔ ابوطالب بھی آخر عمر میں مسلمان ہو گیا تھا۔ واللہ اعلم
 جب آفتاب نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبد المطلب سے فاطمہ بنت
 عمرو بن عامر بن عمران کی طرف انتقال کیا اور بعد از ایام حمل نو ماہ کے عبد اللہ
 تولد ہوا تو اہل کتاب کے عالموں نے اسی روز ایک دوسرے کو اطلاع دی۔ کہ
 پدینغیر آخر الزمان آج تولد ہو گیا ہے۔ اور اسی دن سے نصرانی اور یہودی عبد اللہ
 کے قتل و غارت کرنے کی بے سو کو ششوں میں مصروف ہو گئے۔ مگر

دشمن اگر قوی است نگہبان قوی تر است

حافظ حقیقی نے جملہ اشعار مکار سے ہر طرح محفوظ و مصون رکھا۔ عبد اللہ اپنے باپ کو
 ہر روز نئی سے نئی باتیں سناتا تھا۔ اور دل میں بہت ڈرتا تھا۔ چنانچہ ایک دفع
 عبد المطلب سے بیان کیا کہ اے باپ میں دیکھتا ہوں کہ ایک قسم کا نور میری پشت لے
 خارج ہوتا ہے۔ اور دو حصوں میں منقسم ہو کر ایک مشرق کی جانب دوسرے مغرب
 کی طرف رخ کرتا ہے۔ اور پھر آٹھ آٹھ سو سو گول چکر لگاتا ہے۔ بعد ازاں
 میں دیکھتا ہوں کہ آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اور وہ نور آسمان کی طرف
 چلا جاتا ہے۔ اور پھر آٹھ آٹھ سو سو گول چکر لگاتا ہے۔ جب کبھی زمین پر

بیٹھتا ہوں۔ تو زمین کہتی ہے کہ اے عبداللہ السلام علیک کہ نور کو کہ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجھ میں ہے۔ جب کبھی کسی خشک درخت کے نیچے بیٹھتا ہوں۔ تو فوراً سر سبز ہو جاتا ہے۔ جب اٹھ کر چلا آتا ہوں تو پھر خشک ہو جاتا ہے۔

عبدالطلب خوشحال اور فرخندہ فال ہو کر عبداللہ کی بلائیں لیتا۔ اور کہتا کہ اے بیٹا مبارک ہو کہ نور پیغمبر آخر الزمان کا تجھ میں موجود ہے۔ کیونکہ عبدالطلب کو بہت سی بشارتوں کے ذریعے جن کا حال اپنی مناسب جگہ پر آئیگا۔ معلوم تھا۔ اور وہ ساری نشانیاں عبد اللہ میں دیکھ دیکھ کر بلائیں لیتا تھا۔

جب عبداللہ اپنے سن بلوغ کو پہنچا تو حسن صورت اور صفائی سیرت میں اطراف و جوار میں سب سے ممتاز تھا۔ بڑے بڑے امیر عبدالطلب سے عبداللہ کی عادی کی خواہش کرتے تھے۔ مگر عبدالطلب یونہی سستی میں ٹال دیتا رہا۔ یہاں تک کہ عبداللہ کی عمر پچیس سال کی ہو گئی۔ اور ہمہ صفت موصوف ہوا۔ چنانچہ طفیل نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمال حسب جمال نسب لطف گفتار حسن کردار اور فصاحت و بلاغت میں جملہ قریش کا سردار ہوا۔ اور خوبی و ملاحت میں اپنے وقت کا یوسف ہو گیا شعاع آفتاب احمدی و کرن متنازع محمدی اس کے سرفراز چہرے پر پڑتی تھی ۵

بالائے سرش زہونمندی می تافت ستارہ بندی

چنانچہ زنان صاحب جمال اس کے راستے پر آکر اپنی طرف رغبت دلاتی تھیں۔ مگر اس وقت بہ طفیل نور محمدی ملا کہ مختلف حبیب شکلوں میں عبداللہ کے سامنے آکر اس کے دل میں خوف ڈالتے۔ اور عورتیں مایوس و نامراد واپس چلی جاتیں۔ جنہاں بھی اپنا اشتیاق ظاہر کرتی تھیں۔ مگر حافظ حقیقی تمام گناہوں سے بچائے رکھتا۔ اگر عبداللہ کسی وقت بُت کی طرف رجوع کرتا تو بُت پکاراٹھتے اے عبداللہ شہد دار ہمارے سامنے نہ ٹھیرنا۔ نہ ٹھکانا۔ کیونکہ تجھ میں وہ نور موجود ہے جو کہ ظاہر ہو کر بتوں اور بُت پرستوں کا نام و نشان صفحہ ہستی سے مٹا دے گا۔

اور حقیقی روشنی میں خلقت کو چاہہ ضلالت سے نکال کر کھڑا کر دیگا۔ عید اللہ یہ
 آوازیں سن کر مہٹ جاتا۔ اسی طرح سے جس جس شخص کی پشت میں نور محمدی
 آتا رہا۔ اُس نے کبھی بھی کسی بُت کے آگے سجدہ نہ کیا۔ اور نہ ہی کوئی بدکاری
 کی۔ ہاں بعد از منتقل ہونے نور کے کی ہو۔ تو کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ اور جس طرح
 زنان صاحب جمال عبد اللہ کا فروغ حسن دیکھ کر جان دیتی تھیں۔ اُسی طرح ان
 اشخاص پر جان دیتی تھیں جن کی پشت میں نور منتقل ہوتا رہا ہے۔ چنانچہ اس
 قدر رفیعہ اور شفیقہ ہو جاتی تھیں۔ کہ اپنے دیگر بھائی بہنوں کو خلیش و اقارب سے
 مٹھ مٹھ کر لیتی تھیں۔ اور فراقِ محبوبِ خوش اسلوب میں رو رو کر گاتی تھیں
 غنیمت ہے کہ ہم تم ایک بستی پہنچتے ہیں۔ غضب یہ ہے کہ تیرے دیکھنے کو ہم تھے ہیں۔
 ہمیں تو تاتن صاحب ہمارا خیال رہتا ہے۔ تمہیں ہی ہم کبھی اسے مدہ پرویا دیتے ہیں۔
 لیکن تائیدِ ربانی سے پاک ہتے تھے۔ اور یہی حال عبد اللہ کا تھا

چمکند دشمن چو مہربان باشد دوست

ابھی آپ کے تولد ہونے میں کچھ مدت باقی تھی۔ کہ شام کے سترہویں بیچ خون
 آشام نیام میں رکھ کر بد انجام کام کے واسطے یعنی عبد اللہ کے قتل کرنے کے
 واسطے حوالی مکہ میں آچھپے۔ تاکہ عبد اللہ کو قید حیات سے خلاصی دلائیں۔ کچھ عرصہ تک
 مکہ معظمہ کے جنگلوں میں آوارہ لہر وقات کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک دن
 عبد اللہ اکیلا شکار کی طرف گیا۔ وہ اشرار بد کردار تو اسی تاک میں تھے۔ شکار کو
 اکیلا دیکھ کر ایک لخت حملہ کر دیا۔ اُسی دن اتفاق سے وہ بن بن عید منان بھی
 اُسی طرف شکار کو گیا ہوا تھا۔ اُس نے دُور سے یہ منظر دیکھا۔ اور عید اللہ کی امداد
 کے واسطے دوٹا۔ مگر دشمنوں کی کثرت دیکھ کر سوچا جاتا تھا کہ میں اتنے دشمنوں
 کس طرح عمدہ برا ہو سکوں گا۔ یہی خیال کرتا ہوا وہ مدد کے لئے دوڑتا جا رہا تھا
 کیا دیکھتا ہے کہ چند آدمی مسلح غیب سے نمودار ہوئے اور عبد اللہ کی امداد پر لڑنے لگے۔

عید منان وہ عید منان نہیں جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدہ میں ہے، بلکہ
 یہ عید منان حقیقی ہے بعد از بھی موحذ ہے۔

اور انا فائزین دشمنوں کا ستیاناس کر دیا۔ آخر کار عبد اللہ اور وہب دونوں شہر کی طرف پلٹے۔ وہب دل میں خیال کرتا جاتا تھا کہ کیا اچھا ہو۔ اگر عبد المطلب عبد اللہ کو میری دامادی میں دیدے۔ اور میں اپنی لڑکی آمنہ کا نکاح اس سے کروں۔ اسی اثنائیں وہ گھر پہنچا۔ اور آتے ہی اپنی عورت کو عبد المطلب کے پاس بھیجا۔ اور آپ خوشخبری سننے کا منتظر رہا۔ اسی اثنائیں اُس کی عورت خوشخبری لیکر آگئی۔ اور سعد وقت منفر کر کے عبد المطلب کو کھلا بھیجا۔

آخر کار وہ سعید وقت بھی آپہنچا کہ نور کامل السرور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبد اللہ سے آمنہ بی بی کی طرف منتقل ہو۔ مگر اس سے پہلے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ بی بی آمنہ کا بھی نسب نامہ لکھ دیا جاوے۔

آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ گویا آمنہ کا نسب آپ کے نسب نامہ سے کلاب بن مرہ سے ملتا ہے۔ حاصل کلام نکاح آمنہ و عبد اللہ ہو گیا۔ (اس جگہ اور بھی بہت سی روایتیں ہیں۔ مگر قلت وقت سے مجبور رہی) اسی راستہ میں ہی بی بی آمنہ دولتِ نور محمدی سے سرفراز ہو گئی۔

ہزار تشنہ چو اسکندر راست و ظلمات ہمیں کیے است خطر بکنار آجیات اسی رات کو جبکہ آمنہ کا نکاح عبد اللہ سے ہوا۔ قریش کی بہت سی عورتیں آتشِ فراق عبد اللہ سے جانبر نہ ہو سکیں۔ اسی رات ملائکہ ہفت آسمان نے جشنِ عام کیا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کتبہ پر نزول فرمایا۔ اور جمیع اہل یان زمین کو بشارت دی۔

جب جبرائیل علیہ السلام سے یہ بشارت مرو و روز ازل الیہیں اول نے سنی تو غش کھا کر زمین پر گر پڑا۔ اور چالیس دن تک خاک میں غلطان و پچان رہا۔ بعد اس کے کہ وہ یوفیس پر اپنے جہا شیاہین کو بلایا۔ اور افسوس اور حسرت کے سانچے جملہ حالات سے آگاہی دی۔ اور کہا کہ وہ زمانہ باطل قریب ہے۔ کہ ہم ہلاک ہو جائیں گے کوئی تم کو بوجہ نہ کرے گا۔ راتے تمام اس خلل اندازی ہوئی کیونکہ

فلاں رات کو پیغمبر آخر الزمان شفیع عاصیان رحم مادر میں داخل ہو گیا ہے۔ وہی شرف
اولین و آخرین ہے۔ جو کہ براہین ساطع اور دلائل قاطع سے مبعوث ہو کر بت پرستی
کو قطع کرے گا۔ اور بتوں و بت پرستوں کو سرنگوں کرے گا۔ اور جلد نواہی سے اسکی
امت پر ہیز کریگی۔ بت خائے اور آتشکدے برباد ہوں گے۔ اور مساجد آباد ہوں گی۔
اس کے امتی اور امر کو فرض اولیں سمجھیں گے۔

جس رات آپ رحم آمنہ میں داخل ہوئے۔ اسی رات تمام اہل کتاب اپنے ایک
دوسرے عالم کو اس امر کی اطلاع دی۔ اور اسی رات تمام دنیا کے بت سرنگوں
ہو گئے۔ اور جلد ظالم شاہوں کی زبان بند ہو گئی۔

نبی بی آمنہ سے نقل ہے کہ آخر مدت حل تک مجھے حمل کی کوئی خبر ہی نہ تھی
نہ مجھے کوئی تکلیف یا سستی یا درد ہوئی۔ اسی حالت میں چھ ماہ گزر گئے۔ تو
ایک دن میں نے ایک شخص کو دیکھا۔ اس نے کہا کہ اپنے حمل کی بچھے کچھ خبر بھی ہے
میں نے کہا کہ نہیں۔ اُس نے پھر کہا کہ تو حاملہ خاتم المرسلین کی ہے۔ جب وضع حمل
کا وقت بالکل قریب آیا۔ تو وہی شخص مجھے پھر نظر آیا۔ اور کہا کہ اس لڑکے کا نام
محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھنا

کتب ماضیہ میں مذکور تھا۔ کہ قبل از تولد خاتم المرسلین حبیب رب العالمین
صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت قحط پڑیگا۔ اور امساک باراں سے لوگ سخت
تکلیف میں رہیں گے۔ چنانچہ اس سال جس سال کہ آپ رحم آمنہ میں داخل ہوئے
خدا کے فضل سے تمام امساک باراں اور قحط دور ہوا۔ اور اہل عرب نے
اس سال کا نام سنۃ القح رکھا۔

ابھی آپ کے تولد ہونے میں چار ماہ باقی تھے کہ عبد اللہ تجارت کی غرض سے
عازم شام ہوا۔ جب واپس آنے کا ارادہ کیا۔ تو اتے ہوئے مدینہ منورہ میں اپنی
والدہ کے متعلقین کے گھر پہنچا۔ مگر اسی جگہ بیمار ہوا۔ اور عالم فانی سے عالم ارواح
کی طرف رخت سفر باندھ کر روانہ ہو گیا۔ جس دن آپ کے والد نے وفات پائی

اس دن سے پورے تین ماہ آپ کی پیدائش میں باقی تھے۔ اسی دن تمام کائنات میں غلغلہ مچ گیا۔ کہ آج شافع روز جزا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یتیم ہو گیا۔ آج وہ حبیب خدا یتیم ہو گیا جس کی خاطر جملہ ارض سما بنایا ہے۔ مگر خداوند جل و علا کی اس میں بھی حکمت تھی۔ کہ اُس کا حبیب یتیم ہی رہ جائے۔ کیونکہ تندرستی کی قدر بیمار خوب جانتا ہے۔ آرام کی قدر بے آرام جانتا ہے۔ سائے کی قدر وہ جانتا ہے جو درختوں میں سے چل کے آیا ہو۔ درود کی قدر وہی خوب جانتا ہے جس کا دل خود حور و منہ ہو۔ اگر بادشاہ ہی ناز و نعم میں رہے۔ تو اس کی رعایا ضرور تنگدل اور مصیبت میں رہتی ہے۔ بس ایک یہ بھی حکمت تھی کہ خداوند کریم نے یتیم کر دیا۔ کیونکہ یہ وہی خواجہ عالم فرزندِ آدم ہے جس کی تعلیم ہی دوسروں کی غمخواری و غمخواری ہے۔ اب بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ان بشارتوں کا کہ انبیاء علیہم السلام پر اور دیگر بزرگوار پر بشارتیں ملتی ہیں۔ منبع جمالیت چشمہ جلالت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ہوتی رہی ہیں کچھ ذکر کیا جائے۔ اس میں کچھ شک و شبہ نہیں کہ جملہ انبیاء علیہم السلام پر بشارتیں نہ ہوئی ہوں۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جلیبہ اور جلیبہ اوصاف بھی اہل کتاب کی کتابوں میں نازل ہوئے۔ مگر چونکہ فی زمانہ ان کتب کا کلام ایک بہت بڑی حد تک مشکل ہی نہیں بلکہ محال ہو رہا ہے۔ تاہم جیسا کہ دیگر معتبر کتب ماضیہ مثلاً ریاض المذکرین۔ مدارج النبوة۔ دلائل النبوة وغیرہ سے پتہ چلتا ہے یہی ناظرین سے :-

(۱) از صحائف نوح علیہ السلام :- عبد الرحمن السماء جزیل العطاء والبرکاء
فائدہ الذکور و القلوب طویل الحزن حلیبہ الرجال کثیر المن کثیر الحیا
کثیر الوفا کا تہ السرا۔

(۲) از صحائف ابراہیم علیہ السلام :- عبد کان الوفا حکما و رفاقا ثباتی امر اللہ
کریم مصادق ابوعبد اللہ مستمرا فی عبادتہ اللہ ملتصبا بوجہ اللہ
ودودا دقیا۔

(۴۴) تورات شریف: عبد القاطع الشحوات وغاف العشیرات وکاتم المصیبات
صوام النعماء خاشعاً منیباً قوام اللیل خاضعاً قریباً زاهدلاً فی السربین اهلہ
(۴۵) زبور شریف: عبد الشریف الحمۃ حبیب الفقراء لطیفۃ العطبۃ
طیب الاغناء جمیل العشیرۃ لقی الاقویاء سحلاً عن المعاہدۃ عدلاً
عن المقاسمۃ مسباق عند المعاملۃ شجاعاً عند المقاتلۃ عظیم الکبیر عظیم
لوقار یقرب الصغیر لشدة اقتقارہ ویشکر الیسیر لقلۃ اعتدایہ ویرحم
الاسیر برؤیہ اضطرارہ بسام عن غیر ضحک امی غیر کاتب ولا قاسری
ومتواضع عن غیر عجز متواصل الاحزان دائم الفکر ن غیر حزن۔

(۴۶) انجیل شریف میں مفصلہ ذیل عبارت درج ہے: عبد باسط الکفین بطی
الغضب بدو السلام ازیں العقل سخی النفس ساریع الحلمہ شریف الضمیر
صبیح الوجه طیب الکلام طویل الصحت طلق الوجه طیب انام عظیم
الطمر۔ قلیل الضحک قلیل النعمۃ قلیل الملامۃ کثیر الفکر کثیر التبسم لطیف
الطبع ملیم القول واسع الخلق صبور النظر۔

بعضی روایات میں عبد لیس ماکول ولا تخیل ولا حریص ولا ختول ولا
لاخذاع ولا مسباب ولا طماع ولا طعان ولا غیاب ولا عجول ولا
خیاط ولا خداز ولا کسول ولا انصاب ولا مکار ولا بلوع

کعب الانبار نے کہا کہ میں نے توہمت میں پڑھا ہے کہ ”محمد رسول خدا صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم سخت مزاج نہ غلیظ قلب۔ نہ اونچی بولتا ہے۔ ہدی کا بدلہ بددی
نہیں لیتا ہے۔ بلکہ عفو کرتا ہے۔ بدی کے بدلے نیکی کرتا ہے۔ اور خداوند کی تکبیر بلند ہی
پر کرتا ہے۔ چار جسم کے حصوں پر وضو کرتے ہیں۔ بلند عمارتوں پر نماز کی بانگ
کہتے ہیں۔ اور ان کی صف نماز اور لڑائی میں ایک جیسی ہوتی ہے۔ مکہ میں تولد
ہوگا اور مدینہ میں جائے گا۔ اس کی مملکت مدینہ سے شام تک ہوگی۔ یہ محمد میرا بھیا
ہوا ہے۔ اس کو دنیا سے باہر نہ لیجاؤ نگا۔ اور اس کے دین کی تبلیغ اور توحید سے

آندھوں کی آنکھوں اور بیروں کے کانوں اور دلوں سے پرودہ ہٹاؤنگا؟
 انجیل میں ایک اور جگہ مرقوم ہے۔ خداوند کریم نے عیسیٰ علیہ السلام کو مطلع کیا ہے
 کہ انجیل کے قانون کو دل میں جگہ دو۔ اور دل و جان سے اپنی امت کو انجیل کے
 قبول اور نبی عربی خاتم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کی خوشخبری دے۔
 اَیُّ ذَا هَبْ اِلٰی رَبِّیْ وَرَبِّکُمْ وَالْقَاسِرَ قَلِیْطًا هُوَ الَّذِیْ الشَّهِیْدُ لِیْ بِالْحَقِّ
 وَهُوَ الَّذِیْ یَفْسِّرُ لَکُمْ کُلَّ شَیْءٍ۔ قار قلیط سے ہمارے رسول اکرم محبوبِ ارحم
 محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اشارہ ہے۔ قار قلیط کے معنی احمد
 کے نزدیک بی نہیں۔ بلکہ دوسرے لفظوں میں احمد ہی اس کے معنی ہو سکتے
 ہیں۔ حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وہی بھیجی کہ ایمان لا محمد صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم پر اور اپنی امت کو بھی کہہ کہ ایمان لاویں۔ اپنی عزت اور جلال کی
 قسم ہے۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتا۔ تو نہ آدم کو پیدا کرتا نہ کائنات کو
 پیدا کرتا۔ جب عرش کو پانی پر رکھا وکان عرشہ علی الماء تو مضطرب
 اور بیقرار پھرتا تھا۔ جب اس پر کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ لکھا
 تو میرے اور میرے محبوب کے نام کی برکت سے ساکت ہو گیا۔

(۷) مورخان پیشینہ اپنی کتب میں تحریر و تفسیر فرماتے ہیں کہ ایک بادشاہ
 مسسی ابہ حمیر بن وردع ملقب بتبع بڑا دولت مند اور خوش حال فارغ ابال تھا
 یہ بادشاہ اُن چار بادشاہوں میں سے تھا۔ جو کہ ربیع مسکون کے دیگر بادشاہوں
 سے خراج وصول کرتے تھے۔ ایک دن اس کا گزر مکہ معظمہ سے ہوا۔ مگر
 قریش نے کوئی کسی قسم کی تعظیم نہ کی۔ بادشاہ اس بات سے طیش میں آیا۔ اپنے
 مقام پر پہنچ کر عمیار یسیا وزیر اعظم کو جو صاحب العقل اور صاحب تدبیر تھا۔ بلایا اور
 اہل مکہ کی شکایت کی عمیار یسیا نے کہا کہ اے بادشاہ عالیجاہ اہل عرب کو جہالت
 بہت پیاری ہے۔ اور ان کے جوش و خروش کا باعث صرف حرم کعبہ ہے کہ جسے
 شرف ان طہریتی پایا ہے۔ بادشاہ نے اپنے دل میں اس سخن کے سنتے ہی

حرم کعبہ کو مسمار اور برباد کرتے کی ٹھان لی، اُسی وقت خداوند تعالیٰ کے طرف
 مصیب اور نہایت ہی خوفناک آواز پیدا ہوئی کہ بادشاہ کی آنکھوں کا نور
 ناک اور منہ سے فوارے کی طرح خون بہنے لگا۔ ہر چند علاج معالجہ کیا گیا
 مگر ذرا بھر بھی خوف و حسرت اور بیماری فرو نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ چار ہزار حکیم
 اس نے مختلف ممالک سے جو کہ بڑے بڑے عالم اور اپنے وقت کے اور اطول
 تھے۔ علاج کی واسطے طلب کئے۔ سب نے اس بیماری کی شناخت اور
 علاج سے اپنا عاجز ہونا بیان کیا۔ اتفاقاً ایک نہایت بوڑھے جہاندیدہ اور
 بیدار دل حکیم سے سابقہ پڑا۔ حکیم نے بادشاہ سے کہا کہ مجھے علیحدگی کی ضرورت
 ہے۔ تمام امراء اور وزراء فی الفور علیحدہ ہو گئے اور بادشاہ نے خلوت کی بھر
 حکیم نے بادشاہ سے سوال کیا کہ شاید آپ نے خانہ کعبہ کے نیست و نابود کرنیکی
 ٹھانی ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ ہاں تو حکیم نے جواب دیا کہ بس یہی بیماری کا باعث
 ہے۔ اس پاک گھر کی خرابی سے ہاتھ اٹھا۔ بادشاہ نے فوراً اس خیال کو
 دل سے مٹا دیا۔ اور ابھی حکیم بادشاہ کے پاس ہی تھا کہ اُسی لمحہ تمام مرض
 کا فور ہو گئی۔ پھر ملت ابراہیم علیہ السلام کو از سر نو بجان و دل تازہ کیا۔ اور
 عمل کرنے لگا۔ مکہ معظمہ کا بجان و دل احترام کیا۔ اور فوراً زنت سفر باندھ کر
 مکہ معظمہ کی راہ لی۔ اور وہاں جا کر بذات خود تمام بہتوں وغیرہ کو نکلوا دیا اور گرد
 گرد دیوار بنا کر دروازہ لگایا۔ اور فضل لگا کر چابی شہر مکہ کے کسی معزز آدمی کے سپرد
 کی۔ اور اہل مکہ کی ضیافت کی۔ بعد ازاں کچھ دن قیام کر کے واپس پھرا۔ اور خانہ
 کعبہ کے متعلق دیگر ہدایات مثلاً بیض و نفاس والی عورت نہ آنے پائے وغیرہ
 کرتا ہوا مدینہ منورہ میں پہنچا۔ اُسی حکیم شامول نام نے بادشاہ سے بیان کیا کہ یہ
 شہر اس نبی عربی کا دفن ہو گا۔ جو مکہ میں پیدا ہو گا۔ اور ہجرت کر کے مدینہ میں آویگا
 اور وہی پیغمبر آخر الزمان حبیب الرحمن ہو گا۔ اس سخن کے سنتے ہی بادشاہ نے اہل
 مدینہ کی بھی خاطر تواضع کی۔ اور شامول کو اسی جگہ مقیم رہنے کا حکم دیا۔ اور ایک چھٹی

یہ ہیں مضمون "ان محمد صل اللہ علیہ والہ وسلم بن عبد اللہ خاتم النبیین
ورسول رب العالمین من تبع بن حمیر بن وردع اما بعد یا محمد صل
اللہ علیہ والہ وسلم فانی امنت بک وکتابک الذی انزل اللہ علیک
وعلی وبنک وبناتک وامنت بربک ورب کل شیء وما جار بک من
شرائع الایمان والاسلام وانا قلت فک فانا سواکتک فیما وفتحت
وان لم ادركتک فاشفع یوم القیامة ولا تنسی فانی من امتک ^{الاولی}
وقابلعتک قبل تحیتک وقبل ارسال اللہ تعالیٰ ایاک وانا علی ملتک وملة
(ابیک ابرہیم خلیل اللہ علیہ السلام) کہ کر موقوف کر کے اللہ الامر من
قبل ومن بعد یوم یذ یفرح المؤمنین کی مر لگائی اور شامل کے سپرد
کر کے کہا کہ اگر میں زندہ رہا تو اُس محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت
حاصل کرونگا۔ ورنہ یہ چٹھی بطن بعد بطن حبیب الرحمان سر وار کون و مکان تک
تیرمی اولاد پہنچا دیوے۔ اور خود مدینہ سے رخصت ہوا۔ ملک ہند میں آکر شہر
فلسان میں شربت مرگ چکھا۔ یہ بادشاہ بروز ولادت سید کونین صلی اللہ علیہ و
آلہ وسلم سے ٹھیک ایک ہزار سال پہلے تھا۔ نہ دن کم نہ دن زیادہ۔ تبع بادشاہ کا
قصہ خداوند کریم نے قرآن مجید و فرقان مجید بھی بیان فرمایا ہے۔ (سورہ الدخان
رکوع دوسرا) اَحْصَ حَیْرًا مَّ قَوْمٌ تَبِيعَ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِہِمْ اَھْلَکُمْ نَحْنُ اَنْتُمْ
کَا نُوْا مَجْرُمِیْنَ ترجمہ:۔ اچھے ہیں تب کی قوم والے۔ ادھر لوگ اُن سے پہلے گزچکے (عاد ثمود
ہم نے ان کو تباہ کر دیا۔ کیونکہ وہ قصور وار تھے۔ تب کی وہ چٹھی ہوتے ہوتے آپ کے اصحاب
حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ جو کہ شامل کا کیسواں فرزند تھا۔ کو پہنچی۔

ان کے علاوہ ادبھی بہت سی بشارتیں ہیں۔ جن کا ذکر اس مختصر کتاب میں بخوف طوالت
نہیں ہو سکتا۔ مثلاً خواب عبدالمطلب۔ خواب بخت نصر بادشاہ و تعبیر دانیال
علیہ السلام۔ خواب مرثد بن کلال و تعبیر عفیرہ۔ بشارت سلطج۔ بشارت سیف بن
ذی الیزن حاکم مین۔ ان کے علاوہ ہر ایک پیغمبر کے صحائف میں بشارتیں خداوند

کی طرف سے نازل ہوئیں۔ اور کئی اخبار جنوں کے بھی ہیں۔ مگر قلت وقت اور خوف طوالت جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں۔ درج کرنے کے مانع ہیں۔

اب ایسے وقت میں جبکہ جلد اطراف و جوانب پر ضلالت و گمراہی کا گھٹا ٹپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ دختر کشی اور بات بات پر ایسا بگڑ بیٹھنا کہ مدتوں ~~میں~~ ختم ہی نہ ہونے پاتی تھی۔ اور کئی قبیلوں کی خرمی ہستی کو برقی کی مانند دم کے دم میں جلا کر خاک سیاہ کر دیتی تھی۔ جو شراب خوری۔ اور بد معاشی کا چرچا تھا۔ دین حقانی کا کوئی نام لیوا مشکل سے نظر آتا تھا۔ بت پرستی زوروں پر تھی۔ کفر و شرک کی سیاہی میں آفتاب ہدایت کا نام و نشان نہ ملتا تھا۔ اگر کوئی دین موسوی یا عیسوی یا ملت ابراہیمی کا پابند ملتا تھا۔ تو جھگڑوں اور پہاڑوں کی غاروں میں۔ اور اصنام پرستی کھلے بازاروں میں۔ چنانچہ کعبہ میں اس وقت تین سو ساٹھ سے زیادہ بت رکھے ہوئے تھے۔ جن کی پرستش ہوتی تھی۔ قبیلہ قبیلہ کا جدا جدا خدا تھا۔ کسی کا ہبیل۔ کسی کا لات۔ کسی کا منات۔ اور کسی کا عزتی تھا۔ بلکہ خدا سے ہی منکر تھے۔

بد اعمالیاں۔ بے حیائیاں ان کی گھٹی میں پڑی تھیں۔ جمالت پر نازاں۔ غرور پر شاداں۔ سفاکی اور بے رحمی مایہ ناز۔ زنا اور اصنام پرستی میں سرفراز غرضیکہ جہاں کی تمام بڑی اوصاف سے موصوف تھے۔ کوئی ایسی صفت نہ تھی۔ جس کو اچھا کہہ سکیں۔ دشی۔ جھٹو۔ سنگدل۔ راہزن۔ رسم و رواج کے از حد پابند۔ قیامت کے منکر۔ توحید سے خود سر۔ قتل و غارت میں درندوں سے چالاک تر۔ ایک آدمی کا جان سے مار دینا ان کے لئے کوئی بڑی بات ہی نہ تھی۔ تند خوئی میں باد صحر۔

سخت مزاجی میں سخت پتھر عبادت خانے پر باد۔ بت خانے اور آتشکدے آباد۔ غرض ایسی حالت میں آپ پیدا ہوئے اور نہ شفقت پدری کا ملاحظہ کیا نہ الفت مادر کی کے سائے تلے پرورش پائی۔ نہ کسی قسم کی تعلیم و تربیت حاصل کی۔ بلکہ برخلاف بے وقوف وحشی آدمیوں میں ہوش سمجھالا۔ بد اخلاق اور جاہل لوگوں کے جہاں پرورش پائی۔ اور پھر اپنی تمام قوم و ملک کے برخلاف آپ نے آواز اٹھائی اور

اتنی بات سے چڑتے تھے کہ وہ زبردست غویوں والے خدا پر ایمان لائے تھے جس کی آسمان اور زمین
 میں بادشاہت ہے۔ اور ہر چیز اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے یہ بیان فرماتا ہے۔ ایک آدمی نے
 اہل بخران میں سے جس کا نام پچھلی کرتیب دوس بن ثعلبان لکھا ہے۔ قیصر روم کے
 پاس جا کر فریاد کی چونکہ قیصر روم اُن کا ہم مذہب تھا بہت جھنجھلایا۔ اور غورہ جاسکے
 کی معذرت پیش کر کے سنجاشی شاہ حبشہ (ابی سینا واقعہ افریقہ) کو جو کہ یمن کے
 نزدیک تھا چھٹی کے ذریعہ یمن پر حملہ کرنے کا اشارہ کیا۔ سنجاشی کے پاس جب
 قاصد پہنچا تو اُس نے ارتباط اور ابرہہ اپنے دوسروں کو یمن کی طرف بھیجا جنہوں
 نے جا کر یمن کو فتح کیا۔ مگر پھر ابرہہ ارتباط کو دغا بازی قتل کر کے یمن کا خود
 مختار حاکم بن بیٹھا۔ جب سنجاشی نے سنا تو اُس نے قسم کھائی کہ میں ابرہہ کو نہ تیغ
 کر کے یمن کی خاک میں ملا دوں گا۔ جب ابرہہ نے یہ بات سنی تو مارے خوف کے بہت
 سختہ سخت سنجاشی کی طرف روانہ کئے۔ اور بادشاہ کی قسم کو پورا کرنے کے واسطے
 اپنے بال اور یمن کی مٹی روانہ کر دی۔ اور کہ بھیجا کہ میں تابع دار غلام ہوں۔ بلکہ
 ارتباط نے خود سری کی میں نے اُس کو قتل کر کے ملک کو امن میں کر دیا۔ سنجاشی نے
 جب یہ سنا تو بہت خوش ہوا۔ اور یمن کی حکومت اُس کی کو سونپ دی۔ کچھ عرصہ
 تک حکومت کرتا رہا اور رفتہ رفتہ اُس کی معظمہ کا حال بھی سُنا۔ اب آتش حسد سے
 جل بھُن گیا۔ اور چاہا کہ وہ اپنا کھینا کر لوگوں کو یمن کی طرف متوجہ کرے۔ حتیٰ کہ اُس نے
 ایک نہایت عالیشان عمارت تیار کی اور نئے کعبہ کی عام منادی کر دی۔ مگر کوئی
 متوجہ نہ ہوا۔ پھر آتش حسد اور نقصان زر سے سینہ کباب ہو گیا۔ اور قسم کھائی کہ
 جب تک مکہ کو (معاذ اللہ) مسمار نہ کر لوں گا۔ آرام نہ کروں گا۔ اس خیال کو دلیں
 جگہ دیکر بڑے لاؤ لشکر کے ساتھ چڑھ آیا۔ تیس ہزار ہاتھی ساتھ تھے اور کافی
 سامان حرب کے باعث کامیابی کا یقین تھا ان ہاتھیوں میں ایک سفید ہاتھی بنام محمود تھا۔
 تیز رفتاری میں باد صرصر کو مات کرتا تھا۔ اور سب ہاتھیوں میں خوبتر تھا۔ جب وہ
 مکہ محترمہ پر حملہ کرنے والے تھے تو کسی نے اس فیل کے کان میں کہدیا کہ اے محمود

یہ خانہ خدا ہے۔ یہ سُننا تھا کہ فیل اسی جگہ ساکت ہو گیا۔ اور اگر کسی اور طرف چلاتے تو بھل پڑتا، اور نہایت تیز رفتاری سے چلے گا اور اگر خانہ کعبہ کی طرف چلاتے تو ایک قدم نہ اٹھاتا۔ خواہ کتنی ہی سختی کیوں نہ کی جاتی۔ اسی اثنا میں کیا دیکھتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے جانور اپنے اپنے منہ میں دو تین کنکریاں اٹھائے ہوئے اُن کے سروں پر موجود ہوئے۔ اور تھوڑی دیر بعد کنکریاں پھینکنے لگے۔ بس کیا تھا غضب آگے میں گرفتار ہو گئے۔ ہر چند دوڑنے بھاگنے کی کوشش کرتے تھے مگر سب بے سود۔ ابرہہ نے فی الفور اپنی عنان توجہ سجاشی کی طرف کی۔ راستہ میں مرض جذام میں مبتلا ہو گیا۔ چنانچہ جب وہ سجاشی کو اپنا قصہ سنارہا تھا تو اُس نے سر پر اسی قسم کے جانوروں میں سے ایک کو اڑتے ہوئے پایا۔ سجاشی کی طرف اشارہ کیا کہ یہ اُنہی جانوروں میں سے ہے کہ اسی اثنا میں ایک کنکری ابرہہ کے سر پر لگی اور فی الفور واصل جہنم ہوا۔ کہتے ہیں کہ ان مردودوں کی لاشوں سے ہوا بدبودار ہو گئی۔ اور اہل مکہ نے عرض کی کہ یا ر خدا یا ہوا کی گند کی سے ہمارے دم فنا ہو رہے ہیں۔ کہ یکایک آندھی آئی۔ اور تمام ناپاک لاشوں کو دریا برد کیا۔ یہ طفیل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اگرچہ بعض کا قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کمیتعلق اس واقعہ سے کم و بیش ہے۔ مگر تحقیق یہی ہے کہ آپ اسی سال میں ۴۴ یوم بعد دنیا میں تشریف لائے۔ اور جہاں کو اپنے نور سے منور فرمایا۔ الحمد للہ

شہنشاہ عالی جہاں میں ہے آیا	بچوں کو زمیں پر ہے ادند بالٹایا
ہوئے برداشتکدے سب جہانکے	الف سال تک جنیں ایندین جلایا
ہوئے گنگ شاہان عالم بھی یکدم	کہ شاہ فصاحت بلاغت ہے آیا۔
تھلکے پڑا رحمت العالمین کا	قدم بوسی کو قصر کسری بھی آیا
بشارت از آدم رہی تابہ چلے	جواول تھا سب سے وہ آخر میں آیا
ہوی دُور دنیا سے ظلمت کفر کی	صداقت کی شہ راہ پر سب کو چلایا

بنی بئی آمنہ سے منقول ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے
 اُس وقت میں نے دیکھا کہ سرسجدے میں رکھا ہوا ہے۔ جیسے کہ کوئی نہایت
 خشوع و خضوع سے خداوند کریم سے دعا مانگ رہا ہو۔ بعد ازاں آپ نے
 ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے۔ دیکھا کہ اُسی ساعت ایک سفید بادل کا ٹکڑا
 آیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اٹھا کر لے گیا۔ میں نے آواز سنی
 کہ کہتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا کی تمام اطراف میں پھراؤ تاکہ
 تمام خلقت اس کی صورت، سیرت اور اسم مبارک سے واقف ہو۔ ایک
 لمحہ میں آپ کو پھر اسی جگہ بیٹھا ہوا پایا۔ اور ایک سفید کپڑا جس کے برابر
 سفید میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اوپر اوڑھا ہوا تھا۔ پھر اُسی لحظہ میں ایک
 اور ابر کا ٹکڑا آیا۔ جو پہلے سے بہت بڑا تھا۔ میرے دل پر خوف طاری تھا
 اس سے میں نے آواز سنی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جن و انس کو دکھانا
 اور صفوت آدم۔ صہرا یوب۔ رقت نوح۔ جمال یوسف۔ صوت داؤد۔ فصاحت
 اسماعیل کرم علیہ۔ خلعت ابراہیم علیہم السلام عطا کرو۔ اس کے بعد میں نے
 تین آدمیوں کو دیکھا جو کہ صورت و سیرت میں ایک دوسرے سے بالاتر تھے
 ان کے ہاتھ میں ایک تھال تھا۔ اور اس کے چاروں طرف سفید نشان کیا
 ہوا تھا۔ انہوں نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دنیا کی چاروں
 حدیں ہیں۔ کونسی حد لینا چاہتے ہو۔ اُس پر ہاتھ رکھو۔ آپ نے درمیان میں
 ہاتھ رکھا۔ آواز آئی کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ کو اختیار کیا۔ اس
 کے بعد انہوں نے آپ کو نہلایا۔ اور ایک نفیس پوشاک زیب بدن کرائی
 اس کے بعد آپ کے کان میں بہت سی باتیں کیں۔ جن کو میں نہ سُن سکی۔ بعد
 ازیں دو فوچٹوں کے درمیان بوسہ دیا۔ اور کہا کہ بشارت باد۔ تجھے تمام
 پیغمبروں کا علم سکھلا دیا ہے۔ بعد ازاں ایک اور شخص کو دیکھا کہ وہ محمد صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم کو کچھ کھلا رہا تھا۔ اور آپ بھی کھانے کی طرف زیادہ ترغیب کرنے

تھے۔ اور اس طعاع میں زیادہ خواہش کا اظہار کرتے تھے۔ پھر اس نے کہا۔ کہ مبارک باد اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجموع اخلاق حسنہ تمہیں بخش دیئے ہیں۔ اور آپ کے سر پر روغن خوشبودار مل کر اور سرمہ آنکھوں میں ڈال کر غائب ہو گیا۔ میں ان واقعات سے کمال حیران ہو رہی تھی۔ اور خوف و ہراس نے مجھ پر پورا تسلط جمایا ہوا تھا۔ اور میں دل ہی دل میں کہتی تھی۔ کہ میرے نزدیک رشتہ دار اور قوم کدھر ہے۔ میں ادھر وضع حمل میں گرفتار ہوں۔ میں اپنے مکان میں ادھر ادھر آدمیوں کی نقل و حرکت کی آواز سنتی تھی۔ مگر دکھائی کچھ نہ دیتا تھا۔ تھوڑے عرصے بعد ایک خوبصورت خوش سیرت آدمی آیا۔ اور اور کہنے لگا۔ مبارک ہو اے فرزند کہ تو میرے فرزند ان اول و آخر کا سر وار ہوا ہے۔ بعد ازاں سینے سے لگایا اور دُعا دے کر چلا گیا۔ اتنے میں ناگمان عبدالمطلب جو کہ اس حال سے واقف ہو چکا تھا۔ آیا۔ کیونکہ اُس کو بھی دو کیا واقعات بھی ابھی نظر آئے تھے۔ عبدالمطلب نے کہا کہ میں اس وقت خانہ کعبہ میں تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ مقام ابرہہؓ نے سجدہ کیا اور پھر اپنی جگہ پر ہو گیا۔ اور کہا اللہ اکبر۔ فدائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ مجھ کو ناپاک اصنام سے پاک کیا۔

جب عبدالمطلب واقعات اور مشاہدات دیکھ کر نبی بی آمنہ کے گھر پہنچا۔ تو دروازہ بند تھا۔ عبدالمطلب کی آواز پر دروازہ کھولا گیا۔ جب عبدالمطلب نے آمنہ کی پشیمانی پر نور نہ دیکھا۔ بے طاقت ہو گیا۔ اور آمنہ سے نور کی بابت سوال کیا۔ آمنہ نے سارا واقعہ ایک ایک سنا دیا۔ عبدالمطلب نے کہا۔ کہ میں اعتبار نہیں کر سکتا۔ کہ میں حل کا اثر ہی تجھ میں نہیں دیکھتا۔ یہی مشکل سے عبدالمطلب نے تسلیم کیا۔ اور کہا کہ لا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہاں ہیں؟ آمنہ نے کہا کہ اُس کو نہ دیکھ سکے گا۔ عبدالمطلب نے جوڑ میں کہا کہ جلدی دکھا۔ ورنہ تجھے یا اپنے آپ کو ہلاک کرتا ہوں۔ آمنہ نے رعب خوف سے اُس کو پھڑکی کا جیس

آپ تشریف رکھتے تھے۔ اشارہ کیا۔ ”اگر جمالِ جهان آرای خواجہ عالم صلعم کا مشاہدہ کرے۔ جب عبدالمطلب اس مکان کے قریب آیا۔ دیکھا کہ ایک وحشتناک شفع تلوار علم کئے ہوئے عبدالمطلب پر حملہ آور ہوا۔ اور کہا۔ کہ جب تک مجموعہ علمائے دین و فرحت آثارِ حبیب ربّ الغفار سے فارغ نہ ہوں کسی فرد بشر کو دیکھنے کی اجازت نہیں۔

صفیہ بنت عبدالمطلب سے روایت ہے کہ اس رات میں نے چھ باتیں دیکھیں۔ اول یہ کہ وقت ولادت آئیناب رسالتِ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نور چراغ پر غالب آگیا۔ دوسرے زبان فصاحت سے لا اِلهَ اِلا اللہ وَاٰتٰی سِرِّ سُوْلِ اللہ فرمایا۔ تیسرے نور سے گھر کو روشن دیکھا۔ چوتھے جب میں نے چاہا کہ آپ کو غسل دوں تو ہاتھ نے آواز دی کہ اے صفیہ تم تکلیف نہ اُٹھاؤ۔ پنجم آپ غنیمت کئے ہوئے ہی پیدا ہوئے۔ ششم آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان پشت کی طرف لا اِلهَ اِلا اللہ محمدٌ کریم اللہ لکھا ہوا تھا۔

تیسری بھی روایت ہے کہ آپ پیدا ہوتے ہی سجدہ میں گئے۔ اور مخفی زبان میں کچھ فرمانے لگے۔ تو میں نے اپنے کان آپ کے منہ کے نزدیک کئے۔ تو آواز سنائی دی۔ اُمّتی۔ اُمّتی۔ اے احبابِ حبیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیدائش اور وفات کے وقت اُمّتِ نامتواں کو نہیں بھلایا۔ تو کیا ممکن ہے کہ حضرت رسالتِ مآب ص بروز قیامت اپنی عاجزا و ضعیف امت کو بھلا دیکھتے چنانچہ جس دن آپ دنیا میں تشریف لائے اس دن جملہ سچاں و ماہران اختر شناس نے ایک دوسرے کو مطلع کیا کہ آج سید اولین و مختارِ آخرین حبیبِ العالمین شفیع المذنبین تولد ہوئے ہیں۔ جس رات آپ پیدا ہوئے جمع ہتھاکو ربیع مسکون و اندھے پڑ گئے۔ اور جملہ آشکدہ ماٹے سرور پڑ گئے۔ چنانچہ تاریخ میں بیخ ہے کہ ایران میں ایک آشکدہ تھا۔ کہ ہزار سال سے اُس میں برابر آگ جل

رہی تھی۔ اور ایک دم کے واسطے ہی آتش فروغ ہوئی تھی۔ اس رات آگ
 آناؤنا میں بجھ گئی۔ محافظ آتشکدہ دوڑا دوڑا افتان و خیزان بادشاہ کے پاس
 آیا۔ اور صورت حال سے مطلع کیا۔ بادشاہ نے جملہ اختر شناسان و منجمان
 عالی وقار کو طلب کیا۔ اور سبب دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ آج ایک
 ایسا عالی شان رفعت نشان پیغمبر آخر الزمان پیدا ہو گیا ہے۔ جو کہ دنیا کے
 آتشکدوں کو ہمیشہ کے واسطے سرد کرے گا۔ اور تمام یو یان کو باطل کرے گا
 کسری کے محل کے کنگرے گر گئے۔ اور جملہ ملوک و نئے زمین کی زبان ایک
 دن رات تک بند رہی۔ ابلیس بعین مردود درگاہ احکم الحاکمین کا آسمانوں پر جانا
 بند ہو گیا۔ اور سرسبز خاک اُٹا ہو کر زمین پر گرا۔ **شعر**
 کہا جبرائیل سے حق نے دم میلاد پیغمبر میر محبوب کی آمد کا پیغام گھر گھر دے

خداوند کریم نے ملائکہ کو حکم دیا کہ تمام اہالیان زمین و ساکنان عرش بریں میں ندا دی
 کرو۔ **وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ**۔ فرشتگان نے شادان و فرحان
 یہ خوشخبری سنائی۔ کہ مبارک باد یا معشر الخلائق۔ آج وہ شمسوار نامدار دنیا میں
 آیا ہے۔ جس نے جملہ ادیان سابقہ کو باطل کر کے اسلام کا انتمار حاصل کیا
 ہے۔ آج وہ بادشاہ عالیجاہ پیدا ہوا ہے۔ جس کی خاطر جملہ ارض و سما عالم وجود
 میں آیا ہے۔ آج وہ سردار باوقار آیا ہے جو کہ نبیوں کا سردار ہے۔ آج وہ
 سید اولین و آخرین دنیا میں تشریف لایا ہے۔ کہ جس کے شان میں **وَمَا
 أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ**۔ فرمایا ہے۔ آج وہ نبی آخر الزمان و حبیب
 الرحمن رونق افروز ہوا ہے جس کی طفیل آدم علیہ السلام مکرر درگاہ ایزدی
 میں شرف اندوز ہوا ہے۔ آج وہ رسول کرم محبوب رحم تشریف لایا ہے
 جس کی امت عاصی نے لقب خیر امم پایا ہے۔ آج وہ رسول برحق آیا ہے
 جس نے قل جاء الحق سے نبیوں کو گرایا ہے۔ آج وہ درّ قیمت آیا ہے۔ جس کا

سلاہ جی آئے ہیں پس کہ مندر میں شاندار کی امتوں کو کرے نکالنے کے قیہ پڑھ کر قل جاء الحق و زحیٰ اباہل ان الباطل
 زہو کہتے ہیں اشارہ کرتے۔ امدت پیچھے آ رہا۔

فضل عظیم سب پر چھایا ہے۔ آج وہ سلطان عالیشان آیا ہے جس کو خداوند نے والی کون و مکان بنایا ہے۔ آج وہ بہترین خلّاق آیا ہے جس نے عالمی و فائِق کا خطاب پایا ہے۔ آج وہ سرورِ سمک تا بہ سماک آیا ہے جس کی فضا میں لولاک لما افلاک فرمایا ہے۔ آج وہ محبوب رب العالمین آیا ہے جس نے قاب قوسین کا رتبہ پایا ہے۔ آج وہ خاتم رسالت خورشیدِ جلالت آیا ہے جو کہ شافعِ روزِ قیامت ہے۔ نعت

آج تولیّد شہنشاہِ عمرِ کائنات ہے	عیدِ میلادِ فرستادہٴ ربّ کائنات ہے
آج کائنات بھی عجب رحمتِ کائنات ہے	بخششِ اُمّتِ علمی کی سب کائنات ہے
گھر میں اللہ کے ہر شاہی میلاد ہی	رحمتِ عالم کا دن جن طرح کائنات ہے
کیوں نہ ذروں کو مقدر کا ستارہ چمکے	جلوہ افروزِ خورشیدِ عرب کائنات ہے
عرشِ سب کیوں نہ عظیم نہ قدسی میں	آمدِ خسروِ عالم ہے ادب کائنات ہے
یزمِ میلاد کا اسلامیو سامان کرو	آج تولیّد شہنشاہِ عرب کائنات ہے
مانگنا آج جو ہو تیری خدا سے مانگو	صدِ نعتِ ہمہ گیر کو طلب کائنات ہے

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تولد ہوئے۔ اور آپ کے آنے کی منادی میں وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ کا آواز ملا کہ نے تمام کائنات میں دیا تو بد بختِ روزاؤل لعین ازل ابلیس نے خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی کہ بار خدایا تمام جہان کے لئے تو رحمت ہے۔ مگر کیا اس رحمت میں میرا حصہ نہیں ہے۔ اُسی وقت خداوند تعالیٰ نے اُن فرشتوں کو جو کہ ابلیس کو روزانہ عذاب دیتے تھے۔ قیامت کے دن تک عذاب دینے سے منع کر دیا۔ جس دن ابلیس لعین نے حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ تو خداوند تعالیٰ نے دو فرشتوں کو اس بد بخت کو روزانہ عذاب دینے کی واسطے مقرر کیا تھا۔ مگر سبحان اللہ کہ ایسے مردود کو بھی اپنے حبیب کی آمد آمد کی خوشی میں عذاب سے رہا کر دیا۔

اے عاشقانِ روئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ خداوندِ رحم نے اپنے حبیب کے آنے کی خوشی میں ابلیس لعین کا عذاب کم کر دیا۔ تو کیا وہ بندہ جو روزانہ پانچ وقت درگاہِ ایزدی میں حاضر ہوتا ہے۔ اور توحید و رسالت کا اقرار کرتا ہے تو کیا ممکن ہے کہ آتشِ دوزخ اس کو ضرر پہنچا سکے۔ چنانچہ جب نمرود مردود حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو آگ میں ڈالنے والا تھا۔ تو چیرایل علیہ السلام ان کے پاس آئے۔ اور فرمایا: (نظم)

آگ پر جس دم معلق تھے خلیلؑ	آئے اُن کے پاس اُسدم جبرائیلؑ
یوں کہا اُن سے کہ کچھ فرمائیے	آپ کو حاجت جو ہو بگھلائیے
ہم کریں لب سے تمہارا پھر دعا	تاکہ تم کو نار سے لے وہ بچا۔
یوں دیا پھر عاشقِ حق نے جواب	حضرت جبرائیلؑ سے کہو کہ خطاب
میرے دل میں شعلہ زن وہ نا ہے	آتشِ نمرود کیا مر دار ہے۔
ایک دم اس کا اگر بھونکو کبھی	عرش سے تا فرشِ جل جاو بھی
باسوا حق کے نہیں رکھتا اُمید	رب میرا جاننا ہے دل کے بھید
آخرش کو جب وہ پہنچے نار پر	جا کے بیٹھے تختہٴ گلزار پر

ابراہیم خلیل اللہ کے دل میں تو عشقِ الہی کی آگ تھی لیکن جس کے دل میں اللہ اور اس کے محبوب دونوں کے عشق کی آگ ہوگی۔ اس کے سامنے نارِ جہنم کی کیا حقیقت ہے۔

القصہ آپ کے پیدا ہونے کی خبر ہر جگہ پہنچ گئی۔ اُسی رات جبکہ آپ تولد ہوئے۔ ابولہب کی کنیزکِ ثویبہ نے ابولہب کو آپ کے تولد ہونے کی خوشخبری سنائی۔ تو ابولہب نے اس نہایت میں ثویبہ کو آزاد کر دیا۔ عباس رضی

لہ تعالیٰ عنہ کوئی برہ او سلاما علی ابراہیم و آلہ و علیہم السلام الا حصہ بن۔ (توحید) ہم نے کہہ دیا کہ اے آگ تو ٹھنڈی اور سلامتی ہو جاو پر ابراہیم کے۔ اور انہوں نے اس سے کہہ کر امداد کیا تھا۔ پس ہم نے ان کو نقصان دالوں میں کر دیا۔

سے روایت ہے کہ میں نے بعد از فوت ہونے ابولسب کے اس کو خواب میں دیکھا تو حال احوال پوچھا۔ ابولسب نے جواب دیا کہ دو شنبہ کی رات اور دن کو میرا عذاب کم ہو جاتا ہے۔ اور کچھ فرحت حاصل ہوتی ہے۔ جب وجہ پوچھی تو اُس نے جواب دیا کہ جب ثویبہ نے مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے تولد ہونے کی خوشخبری سنائی۔ تو میں نے اُس کو فی الفور آزاد کر دیا تھا۔ سبحان اللہ

حاصل کلام سات دن تو آپ نے اپنی والدہ کا دودھ پیا۔ اور بعد سات دن کو یغفر ثویبہ کو حاصل ہوا۔ پھر حلیمہ بنت عبد اللہ بن ابی ذویب بن حارث بن جابر بن زارم بن ناضرة بن سعد بن بکر اس خدمت پر مامور ہوئی۔ جس کی کیفیت اس طرح پر ہے۔ کہ عرب کا قاعدہ ہے کہ وہ اپنے لڑکوں کو دیہات میں اچھی آب ہوا ہونے کے باعث باہنچ دیتے تھے۔ تاکہ شہر کی خراب آب و ہوا کا اثر نہ پڑے۔ چنانچہ اسی اشنا میں قبیلہ بنی سعد کی عورتیں فرزندان قریش کو لینے کی واسطے آئیں۔ اس سال قبیلہ بنی سعد میں قحط کمال تک پہنچا ہوا تھا۔ اور کئی کئی دن تک کھانے کو کچھ نہ ملتا تھا۔ حلیمہ کہتی ہیں کہ ایک دفعہ میں جنگل میں خوراک وغیرہ کی تلاش میں نکلی کہ کہیں گھاس وغیرہ ملے۔ تو اونٹوں کو چرا کر اُن سے دودھ حاصل کیا جائے۔ تین دن ات تک میں نے کچھ نہیں کھایا تھا۔ اتفاقاً مجھے دروزہ شروع ہوئی۔ میں نہیں جانتی تھی کہ میں دروزہ سے روتی ہوں۔ یا شدت بھوک پیاس سے۔ غرض کہ دن اور رات میں بھی تمیز نہ کر سکتی تھی۔ کہ اتفاقاً مجھے نیند آگئی۔ کیا دیکھتی ہوں کہ ایک مرد بزرگ تشریف لائے۔ اور مجھے ایک دریا کے کنارہ لے گئے۔ اور اُس کا پانی پلایا۔ وہ پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور دود سے زیادہ سفید تھا۔ میں نے پیاس بھر کر پی لیا۔ بعد ازاں اس مرد بزرگ نے میری چھاتی پر ہاتھ پھیرا۔ اور کہا کہ اب تیری چھاتیوں میں بہت دودھ ہو جائے گا۔ اور تو جلد ہی مکہ میں رزق کی کشائش دیکھے گی۔ بعد ازاں میں نے سوال کیا۔ کہ آپ کون ہیں۔ تو اُس نے جواب دیا کہ میں وہ شکر نعمت ہوں جو کہ

تو نے ابھی وضع حمل کے وقت کیا تھا۔ اس کے بعد مجھے خواب کے مستر رکھنے پر ہدایت کر کے چلے گئے۔ جب میں خواب سے بیدار ہوئی۔ تو میں نے اپنے آپ میں عاجزی اور کمزوری کی بجائے توانائی اور تندرستی پائی۔ اور بھوک و پیاس کا نام نشان تک نہ تھا۔ اور میل بچہ رو رہا تھا۔ میں نے اُس کو اٹھالیا۔ جب میں اپنے قبیلے میں آئی۔ تو پہلے مجھے کسی نے نہ پہچانا۔ انجام کار ہم سب مکہ کی طرف مع اپنے قبیلے کے روانہ ہوئے۔ ہمارا شتر تمام قبیلے کے شتروں سے بہت ہی کمزور اور لاغر تھا۔ باوجودیکہ سختی کی جاتی تھی۔ مگر قافلہ کی گرد کو بھی نہ پہنچ سکتا تھا۔ راستہ میں میں غیب سے ندائیں سُنتی جاتی تھی۔ جو کہ میری سعادت اور سرفرازی پر دلالت کرتی تھیں۔ جتنے کہ میرے قافلے والے سب مکہ میں پہنچ گئے۔ اور انہوں نے مالداروں کے فرزندوں کو رضاعی کے واسطے سنبھال لیا۔ اور مجھے کوئی نہ ملا۔ میں اپنی ناکامی اور حسرت پر رو رہی تھی۔ اور زحمت سفر اٹھانے پر اپنے آپ کو لعنت طاعت کر رہی تھی۔ کہ اتنے میں ایک مرد بزرگ جس کے چہرے سے رعب و جلال ٹپکتا تھا۔ یہ آواز دے رہا تھا کہ کوئی ایسی عورت بھی ہے۔ جس نے ابھی تک کوئی کسی کا لڑکا نہ لیا ہو۔ میں نے پوچھا کہ آپ کا کیا نام ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ میرا نام عبدالمطلب ہے۔ پھر مجھ کو اُس نے کہا کہ میرے پاس ایک یتیم لڑکا ہے۔ قبیلہ بنی سعد کی وگیر عورتوں کو ہر چند کہا۔ مگر انہوں نے قبول نہ کیا۔ کہ یتیم سے نفع کی کوئی امید نہیں ہو سکتی۔ اور میرا فرزند و لبند ابھی تک اسی جگہ ہے۔ میں نے کہا کہ اگر کوئی نہیں یتیم کو لیتا۔ تو میں منظور کرتی ہوں۔ مگر اپنے خاوند کی رضامندی کی ضرورت ہے۔ میں فوراً اپنے خاوند کے پاس آئی۔ تو اس نے کہا کہ نہ ملنے سے یتیم ہی اچھا ہے۔ میرے خواہر زادہ نے تو مجھے منع کیا۔ مگر میں نے اس کی بات کا خیال نہ کیا۔ اور سیدھی عبدالمطلب کے پاس سُنجی۔ وہ مجھے بی بی آمنہ کے پاس لے گئے۔ اور کہنے لگے کہ دو خوشیاں ہیں۔ ایک ختم۔ دوسری سعادت۔ یعنی نام علیہ اور قبیلہ بنی سعد۔ آمنہ نے شکریہ ادا کیا۔ اور آنحضرت کی طرف

اشارہ کیا۔ آپ اُس وقت خواب ناز میں تھے۔ میں نے جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو فوراً جان و دل سے اُن پر شفیقتہ و فریفتہ ہو گئی۔ میں نے اس وقت ایک نور کو دیکھا۔ اور فوراً لے کر اپنے خاوند کے پاس آئی۔ میں نے پہلے دایاں پستان آپ کے دہن مبارک میں دیا۔ آپ فوراً چوسنے لگ گئے۔ جب میں نے دایاں پستان آپ کے دہن مبارک میں ڈالنے کا ارادہ کیا تو آپ نے خیال نہ کیا۔ ہر چند میں نے کوشش کی۔ مگر کچھ خیال نہ کیا۔ ابن عباس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اُسی دن سے آپ عادل مشہور ہو گئے۔ کیونکہ بائیں پستان سے آپ کی رضاعی ہمیشہ شیما دودھ پیتی تھی۔

آنجام کار ہم آپ کو لے کر اپنے قافلے کے ہمراہ واپس چلے۔ اب ونی اونٹ جو کہ زجر و قویح سے بھی قافلہ سے بہت پیچھے رہتا تھا۔ برکت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خوشی خوشی سب سے آگے اور تیز رفتار چلنے لگا۔ قافلے والے حیران ہو ہو کر سوال کرتے تھے کہ پہلے یہ کمزور اور دُبلہ پتلا تھا۔ اب یہ ہمیں ساتھ نہیں ملے دیتا۔ راستہ میں جس جس جانور پر ند شجر و بجر سے سابقہ ہوا۔ اُسی آکر رہ چھکا کر کہا۔ السلام علیک یا حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ بعد ازاں مجھے مبارک دیتے۔ اُسی دن سے ہماری اونٹنی جو کہ باوجود بہت سی تدابیر کے بمشکل گزارے کے برابر دودھ دیتی تھی۔ اس افراط سے دودھ دینے لگی کہ قبیلے کے لوگ بے وضو رک لے جاتے۔ ہم اپنے قبیلے میں سب سے غریب تھے۔ مگر تھوڑے ہی دنوں میں برکت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب خوشحال ہو گئے۔ کبھی کبھی میں آپ کی والدہ ماجدہ کو دکھانے کے واسطے مکہ میں جاتی تھی۔ اور جب تک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس رہے۔ کبھی کسی کپڑے پر بول و براز نہیں کیا۔ بلکہ ہمیشہ ایک وقت مقررہ پر کرتے رہے۔ مگر نہ ہی آپ کبھی دوسرے بچوں کی طرح روئے۔ جلیٹھ نے کہا کہ اس مدت میں میں نے دیکھا کہ آپ چاند اور ستاروں کو

بھی اشاروں سے گفتگو کرتے تھے۔ آپ کے چچا حضرت حمزہؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ یہ کیا بات تھی؟ فرمایا کہ اے چچا جان جب میں رونے لگتا تھا۔ تو چاند کہتا تھا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم خبردار۔ اگر ایک آنسو کا قطرہ بھی زمین پر پڑے تو تمام نباتات کا سستیا ناس ہو جائے گا۔ میں خاموش ہو جاتا۔ علیہؓ سے ہی روایت ہے کہ جب میں مکہ سے روانہ ہونے کو تھی۔ تو آپ کی والدہ ماجدہ نے مجھے تمام حالات جو کہ آپ کی پیدائش کے وقت ظہور میں آئے سب سنا دیئے۔ میں نے سب کو دل میں جگہ دے کر چلنے کا ارادہ کیا تو اونٹ سب سے پہلے خانہ کعبہ طرف گیا۔ اور طواف کر کے منزل مقصود کی طرف روانہ ہوا۔ جب اونٹ نے بרכת محمد صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم تیز رفتاری اور قوت پائی۔ تو زنان قبیلہ بنی سعد کہتی تھیں کہ اپنے اونٹ کی مہار کو روک۔ تاکہ ہم بھی تیرے ساتھ پہنچ سکیں۔ اونٹ کہتا تھا کہ اے زنان بنی سعد تم نہیں جانتی ہو کہ مجھ پر کون شہسوار سوار ہے۔ میں حامل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہوں۔

جب آپ دو ماہ کامل کے ہوئے۔ تو ہر طرف لڑھکتے ہوئے چل سکتے تھے اور تین ماہ کا سہارا لے کر کھڑے ہو سکتے تھے۔ چھ ماہ کی عمر میں ہر طرف باسانی چل پھر سکتے تھے۔ اور ساتویں میں دوڑنا شروع کیا۔ نو ماہ کی عمر میں بات اچھی طرح کہہ اور سن سکتے تھے۔ جب آپ سے سوال کیا جاتا۔ کہ آپ کون ہو تو نہایت خوش بیانی سے کلام فرماتے اور کہتے کہ میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں۔ دلیر تر اور سخت تر عرب ہوں۔

سب سے پہلے جب کہ آپ نے بولنا شروع کیا تو یہ کلام فرمائی تھی۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ اور اس وقت تک کسی چیز کی طرف ہاتھ نہ اٹھاتے۔ جب تک کہ لیسے اللہ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ۔ نہ کہہ لیتے اور بائیں ہاتھ سے کسی چیز کو نہ اٹھاتے۔ اور اگر خدا خواستہ کسی وقت برہنہ ہو جاتا

تو دوست قدرت سے کپڑا آجاتا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ یا رسول اللہ! آپ کی نبوت کے نشانوں میں کہ جن کی طفیل میں دولت اسلام سے مالا مال ہوا ہوں۔ ایک یہ ہے کہ آپ عہد مہد میں چاند سے گفتگو کرتے تھے آپ کبھی کسی لڑکے سے نہ لڑتے تھے، اور نہ ہی کبھی مٹی وغیرہ میں دوسرے بہودہ لڑکوں کی طرح کھیلتے تھے۔ آپ دو سال کی عمر میں چار سال کی عمر کے لڑکوں کے برابر نظر آتے تھے۔ حلیمہ کہتی ہے کہ میں دو سال کے بعد آپ کو مکہ میں لے گئی۔ کہ آپ کو وارثوں کے حوالہ کیا جائے۔ راستے میں ویسے ہی واقعاً پیش آتے رہے۔ جیسے کہ اُس وقت پیش آئے جبکہ آپ کو شیرخوارگی کی لٹا میں لے کر آئی تھی۔ بعد از قطع منازل جب مکہ میں پہنچی۔ تو اس وقت میلادِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہونے کو نہیں چاہتا تھا۔ آخر میں نے آپ کی والدہ سے اصرار کیا۔ اور کہا کہ مبادا مکہ کی آب و ہوا آپ کی مزاج کے موافق نہ آئے۔ کچھ عرصہ اور میرے پاس ہی رہنے دیجئے بہت سے حیلے کے بعد پھر واپس لے آئی۔ حتیٰ کہ چھ سال کی عمر تک میرے پاس ہی آپ نے پرورش پائی۔ و حقیقت اس میں بھی خدا کی حکمت تھی۔ کہ وہ بچہ جس نے بڑے ہو کر بڑے بڑے فضلاء و علماء کا ناطقہ بند کرنا ہے۔ وہ جاہل اور بے وقوف لوگوں میں ہی پرورش پائے۔ تاکہ کسی مُنکر کو اس امر کی محبت نہ ہو کہ عالم لوگوں میں رہنے کے باعث صحبت کے اثر سے اس لیاقت کو پہنچا ہے۔ آپ کی عمر مبارک اُس وقت چالیس دن کی تھی۔ جبکہ حلیمہ کے سپرد کئے گئے تھے اور چھ سال کی عمر تک حلیمہ کے پاس رہے۔ اس وقت ایک واقعہ قابل ذکر ہے۔ چونکہ آپ کو سُستی اور کمالتا سے نفرت تھی۔ اس واسطے آپ نے حلیمہ کو کہا کہ بہتر ہوگا کہ دوسرے رضاعی برادرؤں کے ہمراہ میں بھی بکریاں چرانے جایا کروں۔ حلیمہ نے بہت سے اصرار کے بعد منظور کیا۔ اور کچھ عرصہ تک بکریاں چراتے رہے۔

ایک دن عین نصف النہار کے وقت حلیمہؓ کا لڑکا حیران و پریشان اور گریہ زاری کرتا ہوا حلیمہؓ کے پاس آیا حلیمہؓ نے گھبرا کر پوچھا۔ تو اُس نے کہا۔ کہ دو آدمی آئے اور محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اٹھا کر پہاڑ پر لے گئے۔ اوپر بیٹ مبارک کو چاک کر دیا ہے۔ اور خیال ہے کہ اس وقت محمدؐ مردہ ہونگے۔ حلیمہؓ نے جب یہ قصہ سنا تو ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ اور اطفال و خیراں اس پہاڑ پر پہنچی۔ تو آپ کو صبح و سالم تندرست اور خوش و خرم پا کر خدا کا شکریہ ادا کیا۔ اور تمام ماجرا پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ اے ماورہربان میں ہر طرح بخیر رہتا ہوں۔ جب میں اپنے بھائیوں کے ساتھ بکریاں چرا رہتا تھا۔ تو ناگاہ دو مرد بزرگ تشریف لائے۔ اور مجھ کو اٹھا کر یہاں بے آئے۔ ایک نے میرے شکم کو چاک کیا۔ مگر میں نے کوئی تکلیف محسوس نہ کی۔ دوسرے نے میرے دل کو نکال کر اس میں سے ایک سیاہ رنگ کا ٹکڑا نکال کر پھینک دیا اور کہا کہ مبارک باد اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ یہ شیطانی خطہ کو باہر نکال کر پھینک دیا۔ اور خجہ کو خداوند کریم نے شیطان کے مکروں سے بچالیا۔ پھر اس کی بجائے کوئی نورانی چیز رکھ دی۔ اور میرے پیٹ کو پھر ویسا ہی کر دیا۔ اس وقت آپ کی عمر پانچ سال ایک ماہ کی تھی۔ اس واقعہ سے حلیمہؓ بہت گھبرائی۔ اور خداوند سے صلاح کر کے آپ کو ایک کاہن کے پاس لے گئے۔ اور تمام واقعہ سنایا۔ کاہن نے کہا۔ لڑکے کو خود حال سنانے دو۔ جب آپ نے تمام حال سنایا۔ تو کاہن بولا۔ کہ اے ابو ذویب اس لڑکے کو فوراً قتل کر دو اور مجھے بھی ساتھ ہی قتل کر دو۔ یہ وہی لڑکا ہے۔ جو کہ مختور ہے ہی عرصہ بعد ہمارے دین کو بھوٹا اور مذہب کو باطل کرے گا۔ یہ پیغمبرؐ تھا۔ ان زمان ہے۔ حلیمہ اور ابو ذویب نے اس گفتگو کے بعد کاہن کو برا بھلا کہا۔ اور کہا کہ اگر ہم جانتے کہ تو ایسا پاگل اور یہودہ ہے۔ تو تیرے پاس آتے ہی کیوں بعد ازاں آپ کو حلیمہ گھر لے گئی۔ اور صلاح مسطورہ کر کے مکہ کی جانب روانہ ہوئے

اثنائے راہ میں یہ ندا سنتے جاتے تھے کہ ”خیر و امان قبیلہ بنی سعد سے نصرت
 ہوا۔ مبارک ہو وہ مقام جہاں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب رہائش اختیار
 کرینگے“ انجام کار جب دروازہ مکہ محترمہ پر پہنچے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو
 لوگوں کے پاس بٹھا کر حلیمہ فضا حاجت کے واسطے باہر گئی۔ اُسی جگہ اُس نے
 ایک خوفناک آواز سُنی۔ اور گھبرائی ہوئی آدمیوں کے پاس آئی۔ اور محمد
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ دیکھ کر زار زار رونے لگی۔ اور آدمیوں سے
 پوچھا کہ کہاں ہے وہ میرا لڑکا جس کو میں یہاں بٹھا گئی تھی۔ آدمیوں نے
 کہا کہ کوئی لڑکا۔ حلیمہ نے کہا کہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب صلی اللہ علیہ وسلم
 جس کی برکت سے میں نے راحت اور آرام حاصل کیا جس کی طفیل میں
 اپنے قبیلہ میں ممتاز ہوئی۔ جس کے بدن مبارک میں سے ہر وقت عطر اور
 مشک کی خوشبو آتی تھی۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں لات اور عزی کی قسم ہے
 کہ ہم نے نہیں دیکھا۔ اور نہ ہمیں خبر ہے۔ یہ سن کر حلیمہ کے ہوش اُڑ گئے
 اور زار زار روتی ہوئی کہتی تھی کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ملا۔ تو میں
 اپنے آپ کو پہاڑ پر سے گرا کر ہلاک کر دوں گی۔ آخر کار جب تجوئے ناامید
 ہو گئی تو رو رو کر کہتی تھی :- اے نور دیدہ۔ اے یار پسندیدہ۔ اے گل گزار
 عرفانی۔ اے محرم راز نہانی۔ اے روح روان عاشقان۔ اے انیس دل
 غریباں۔ اے مرہم سینہ ریشاں۔ اے دُرور یائے عرفان۔ اے میرے
 باعث سرفرازی۔ اے میرے محبوب دلنوازی۔ شہر
 اے میرے یوسف زلیخا کی طرح بیٹا ہوں دل سہوں مشتاق تیرے رو پڑا نوار کی
 جلد آپیے میسے دلبر میسے جانی میرے ورنہ ہوں مہمانِ مینا میں دو دم چل کی
 کہ دیامے مجھے تیرے درد نے افسہ حال جاں لبوں انہیں طاقت مجھے گفتار کی
 آجئے جلوہ دکھا حسرتِ مٹا مرہم لگا۔ میں ہوئی گھال تیری تیغِ بروئے خمار کی
 حلیمہ نے پھر قسم کھائی کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ملے۔ تو میں اپنے آپ کو

پہاڑ کی چوٹی پر سے گدگد کر ہلاک کر دوں گی اسی انتظار کی اور یقین دہانی میں پہاڑ پر چڑھنے کا ارادہ کر رہی تھی کہ ایک نہایت ضعیف العمر شخص آیا۔ اور گریہ زاری کا باعث پوچھا۔ علیمہ نے صورت حال بیان کی۔ وہ پیر مرد فوراً واپس گیا۔ اور ہنسل کے آگے سجدہ کیا۔ اور صورت واقعہ دھرائی۔ تمام بُت معہ ہنسل کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک سُنتے ہی سرنگوں ہو گئے۔ اور آپ کی تعریف و توصیف میں زبان کھولی۔ اور کہا۔ ہمارا قتل اسی کے ہاتھ میں ہے۔ خداوند تعالیٰ اُس کو بر باد نہیں کرتا۔ وہ پیر مرد روتا ہوا علیمہ کے پاس پھر گیا۔ اور کہا کہ خداوند تعالیٰ تجھے تیری امانت دے گا۔ مگر دل تنگ نہ ہو۔ یہ بات سن کر علیمہ علیہ السلام کے پاس گئی۔ اور تمام واقعہ سنا دیا۔ عبدالمطلب نے سُنتے ہی دل میں خیال کیا کہ شاید قریش نے میرے فرزند ارجمند کو چھپایا ہو۔ بڑے غصے کی حالت میں اُس نے تمام قریش کو آواز دی۔ سب نے لبیک لبیک یا سیدی کہتے ہوئے اپنے آپ کو عبدالمطلب کی خدمت میں حاضر کیا۔ عبدالمطلب نے کہا کہ میرا سرمایہ زندگی میرا مقصود و شادمانی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گم ہو گیا ہے۔ اُسی وقت سوار ہوئے اور آپ کی تلاش میں نکلے۔ عبدالمطلب راز راز رہتا ہوا یہی کہتا جاتا تھا

۵ جز مرگ اب تو دل میں کوئی آرزو نہیں ہے افسوس ہم موجود ہیں اور تو ملتا نہیں
عبدالمطلب سینہ بریاں و چشم گریاں مناجات کرتا جاتا تھا کہ غیب سے ندا سنائی دی کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خدا موجود ہے۔ جو کہ اس کو ضائع نہیں کرتا۔ عبدالمطلب نے کہا کہ پھر وہ کہاں ہے۔ ہاتھ نے ندا دی کہ تھامہ کی وادی میں ایک درخت کے نیچے ہے۔ عبدالمطلب ایک اور آدمی کے ساتھ اُس طرف دوڑا۔ راستے میں درخت پر نفل بھی مل گیا۔ جب اُس مقام پر پہنچے تو آپ کو ایک درخت کے نیچے فرش خاک پر سجدہ پایا۔ عبدالمطلب کے پہنچنے پر آپ نے سر اٹھایا تو دیکھتے ہی عبدالمطلب نے کہا۔ مصرع خدا اکٹھے نہیں تم ہوں نظر پڑتی ہو عالم کی

پھر پوچھا کہ تم کون ہو۔ آپ نے جواب دیا کہ اے جد بزرگوار میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں۔ عبد المطلب نے آپ کی بلائیں لیں۔ اور اٹھا کر گھر میں لے آیا۔ جب آپ کی ماور شفقہ حلیمہ اور بی بی آمنہ نے دیکھا۔ تو ہاتھ اور منہ کو بوسہ دیا۔ اور شکریہ ادا کیا۔ اور بہت سال صدقہ میں تقسیم کیا۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک پورے چھ سال کی تھی۔ جبکہ اپنی والدہ کے پاس آئے۔ اور حلیمہ کو بہت سال دے کر رخصت کیا۔

باب دوم

جب آپ کی عمر پورے ۶ سال کی ہو گئی۔ تو حلیمہ کی سرپرستی سے نکل کر اپنی والدہ ماجدہ کے زیر سایہ آئے۔ مگر افسوس کہ والدہ کا سایہ بھی بہت کم ٹھہرا۔ کیونکہ چند دنوں بعد ہی اپنی والدہ کے ہمراہ مدینہ منورہ کی طرف تشریف لے گئے۔ اور اس جگہ ایک دن آپ ایک کنوئیں پر سیر کر رہے تھے۔ کہ پاس سے چند ایک یہودیوں کا گزر ہوا۔ اور ایک یہودی نے پہچان کر اپنے ہمراہیوں کو کہا کہ یہ لڑکا خاتم المرسلین ہے۔ جب اس واقعہ کی خبر آپ کی والدہ کو ملی تو فی الفور اس خیال سے کہ خدا نخواستہ میرے فرزند ارجمند کو کوئی گزند نہ پہنچے۔ کہ کی راہ لی۔ مگر راستہ میں مقام ابواپر پہنچ کر عالم فانی سے رحلت کی۔ آپ کو بہت صدمہ پہنچا۔ اور قافلے کے ہمراہ مکہ میں پہنچے۔ اس وقت آپ کی عمر چھ سال ایک ماہ کی تھی۔

اس سال قحط کا بھی از حد غلبہ تھا۔ اور غفلت کا ابترا حال تھا۔ اسی اثنا میں ایک شخص مسمی ضیف بن ہاشم کو خواب آیا۔ کہ ایک شخص کہتا ہے کہ تم میں ایک شخص بلند قد سفید جسم اور خوش رو ہے۔ اس کے ایک تیمم پوتا ہے۔ اس کو کہو اپنے فرزند کو لیکر پاک و مطہر ہو کر کعبہ کا طواف کریں۔ اور باقی آدمیوں کو بھی ساتھ

لے بعد ازاں کوہ ابوقبیس پر جا کر دُعا کریں۔ اور اس لڑکے کو ساتھ لے جائیں۔ تو خداوند تعالیٰ برکت نازل کرے گا۔ صُبح اُٹھ کر وہ سوچتا تھا۔ اور معنا زبان سے یہ نکلا کہ اس حلیہ کا آدمی عبدالمطلب ہے۔ اور اسی کے پاس یتیم لڑکا محمد بن عبد اللہ ہے۔ دوڑتا ہوا عبدالمطلب کے پاس آیا۔ اور خواب سنائی۔ عبدالمطلب نے یہ موجب خواب کے تمام آدمیوں کو عمل کرنے کا حکم دیا۔ بعد ازاں آپ کو کاندھوں پر اُٹھا کر کوہ ابوقبیس کی طرف روانہ ہو آئے۔ اور کعبہ کا طواف کرنے لگے۔ اور نہایت عاجزی سے عبدالمطلب نے دُعا مانگی۔ اور باقی آئین پکارتے جاتے تھے ابھی دعا ہی میں مشغول تھے کہ بارانِ رحمت پر برکت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برسی شروع ہوئی۔ اور سب لوگ شادان و فرحان ہو گئے۔ اب عبدالمطلب پہلے سے زیادہ خاطر و مدارات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کرنے لگے۔ چنانچہ ادب یہاں تک تھا کہ خاص عبدالمطلب کی نشست گاہ پر کسی فرد بشر کو بیٹھنے کی اجازت نہ تھی۔ مگر آنحضرت بخوشی جہاں چاہتے۔ بیٹھ جاتے عبدالمطلب منع نہ کرتا تھا۔ کیونکہ وہ قبل ازیں بہت سی بشارتیں آپ کی بزرگی کی نسبت دیکھ چکا تھا۔ اور آپ کی جبینِ مبین پر بزرگی و جلال کا ملاحظہ کرتا تھا۔ اگر عبدالمطلب سو رہا ہوتا تو سوائے آپ کے اور کوئی نہ جگا سکتا۔ ورنہ عبدالمطلب آپ کی خوش بیانی اور شیریں کلامی پر از حد نازاں تھا۔ اور عبدالمطلب کو آپ کے ساتھ اس قدر محبت و الفت تھی کہ کسی اور دوسرے کے ساتھ نہ تھی۔ اگر کوئی شخص عبدالمطلب کی نشست گاہ پر سر آپ کو اُٹھانا چاہتا تھا۔ تو عبدالمطلب بڑے جوش میں آکر کہتا کہ چھوڑ دو میرے لڑکے کو تاکہ وہ بیٹھے۔ میں دیکھتا ہوں۔ کہ اس میں بزرگی کے آثار و انوار پائے جاتے ہیں۔ یہ کسی وقت تمہارا سر وار ہوگا۔ جب آپ عبدالمطلب کی مسند پر بیٹھے ہوتے۔ تو آپ کو دیکھ کر بہت ہی خوش ہوتا۔ اور آپ کی حرکات و سکنات کو بخوبی دیکھ کر کہتا کہ دیکھو علو جاہ اور مرتبہ کے کیسے کیسے

آفتار روئے پُر توار سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ شعر

ہو گل روئے محمد کی ثنا خوانِ نبیل

چھوڑوے اُلفتِ گلہائے گلستانِ نبیل

ایک برس تک آپ عبدالمطلب کے پاس رہے۔ جب ایک سو بیس سال کی عمر میں عبدالمطلب نے سمجھا کہ اب چراغِ حیات گل ہوتا جاتا ہے۔ اور کچل کر نفیس ذائقۃ الموت کے پیالے کو پینے کا وقت آیا۔ تو اس وقت سوا۔ نے آپ کے خیال کے اور کسی کا خیال نہ تھا۔ چنانچہ اپنے سارے فرزندوں کو بلایا۔ اور کہا کہ دنیا میں کوئی شخص ایسا پیدا نہیں ہوا۔ جس نے موت سے غلصی پائی ہو۔
ہر آنکھ ادبناچار باندشِ نوشید * نجامِ دھرم کل علیہا فان

اس میں چراغِ سحری ہوں۔ بناؤ کہ تم میں سے کون اس درتیم کی پرورش کریگا ابو کتب جو کہ سب سے بڑھتھا حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ یہ خدمت میرے سپرد ہو۔ عبدالمطلب نے کہا کہ بے شک تیرے پاس زیادہ مال و دولت ہے۔ مگر تو بے رحم اور ظالم ہے۔ اور تیم خستہ دل اور زخمی جگر ہوتے ہیں۔ تو اس لائق نہیں کہ اس عہد کو پورا کر سکے۔ بعد ازاں حضرت حمزہؓ نے عرض کی۔ تو اس کو جواب دیا۔ چونکہ تیرے ہاں کوئی اولاد نہیں ہے۔ تو اس کو نہ سمجھاں سکیگا بعد ازاں حضرت عباسؓ رضی اللہ عنہما سے عرض کرنے لگے۔ تو آپ کو بھی عبدالمطلب نے یہی جواب دیا کہ تو کنبہ دار ہے۔ تو ان کی فکر میں محمدؐ کا خیال اچھی طرح نہ رکھ سکے گا۔ اسی طرح سے سب ہوتے گئے۔ آخر پر ابوطالب اُٹھے۔ جو کہ سب میں چھوٹے تھے۔ اور عرض کی یا سیدِ قریش اگرچہ میں غریب ہوں۔ مگر جان و دل سے پرورش اور حفاظت کرونگا عبدالمطلب نے منظور کیا۔ اور کہا چونکہ تو نرم دل ہے۔ اس واسطے امید کرتا ہوں کہ تو اس عہد کو سر انجام کر سکے گا۔ بعد ازاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلا کر فرمایا کہ تم ان سب میں سے کس کے پاس رہنا چاہتے ہو یا اپنے کچھ دیر تاں کر کے ابوطالب پر رہنا تھا۔ کہا۔ عبدالمطلب

کہا۔ اب مجھے موت کا کچھ اندیشہ نہیں۔ بعد ازاں ابوطالب کو چند ایک وصیتیں آپ کی حفاظت کے بارے میں کیں۔ اور آپ کو بہت سہارا دیا۔ اور پیار کرتے ہوئے ہی اس شعر کو پڑھتے ہوئے (شعر)

محفل یار میں دل اور کوئی دم جلتا * ساتھ تو نے نہ دیا آہ چراغ سحری
واعی اجل کو لبیک کہا۔ جب عبدالمطلب کے جنازہ وغیرہ سے فارغ ہوئے تو آپ ابوطالب کے گھر میں گئے۔ گو دل میں اپنے پیارے اور سر پرست کا داغ جدائی بھرا ہوا تھا۔ مگر ابوطالب کی نرم اور محبت بھری باتوں نے اس زخم پر مرہم رکھنا شروع کیا۔ ابوطالب اپنے فرزندوں میں سے کسی سے بھی اتنی محبت نہ کرتا جتنی کہ آپ کے ساتھ کرتا۔ جب تک آپ طعام تناول نہ فرما چکے کنبہ میں کوئی شخص روٹی نہ کھاتا۔ آپ ہمیشہ علی الصباح اُٹھتے۔ اور ہاتھ منہ دھو کر اشھد ان لا الہ الا اللہ واللہ اکبر بار بار کہتے۔ آپ کی برکت سے ابوطالب کے گھر میں ہر وقت رحمت رہتی۔ چنانچہ جس برتن میں آپ روٹی کھاتے۔ اُسی میں باقی کھاتے تھے۔ اور وہ طعام ختم ہونے میں نہ آتا تھا۔ حتیٰ کہ سب سیر ہو جاتے اور پھر بھی طعام ویسا ہی پڑا رہتا۔ ایک دن ابوطالب کے ساتھ آپ سفر میں تھے کہ ابوطالب پر تشنگی غالب ہوئی۔ آپ زمین پر بیٹھ گئے۔ اور پھر اُٹھے۔ تو ابوطالب نے دیکھا کہ وہاں ایک پانی کا چشمہ پیدا ہو گیا۔ تو ابوطالب نے سیر ہو کر پی لیا اسی سال نوشیروان عادل شاہ ایران اور حاتم طائیؓ نے وفات پائی۔ آپ کی تربیت و دست قدرت سے ہوتی رہی۔ آپ نے فرمایا کہ ایک دن میں اہل مکہ کے لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ اور پتھروں کو اپنے اپنے ازار بندوں میں باندھ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جا رہے تھے۔ جب میں نے بھی اسی طرح آزار بندیں پتھر کو باندھنے کا ارادہ کیا۔ تو ناگاہ دست غیبی نے مجھے منع کیا اور بند آئی۔ کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے آزار بند کو سینہال۔ اسی طرح ہوتے ہوئے آپ کی عمر مبارک کے بارہ سال ختم ہو گئے۔

اس کے بعد ایک دن ابوطالب نے سفر شام کے واسطے سامان تیار کیا۔ کہ تجارت کرے۔ جب ابوطالب روانہ ہونے لگا۔ تو آپ پر رقت طاری ہو گئی۔ ابوطالب نے پوچھا کہ یا محمد! کیوں رورہے ہو۔ تو آپ نے نہایت مایوسی سے جواب دیا کہ آپ مجھے کس کے سہارے پر چھوڑے جاتے ہو۔ اس بات سے ابوطالب نارزار رونے لگا۔ اور قسم کھائی کہ اب میں تجھ سے ایک دم کے واسطے بھی جدا نہ ہوں گا۔ انجام کار آپ کو ہمراہ لے لیا۔ باوجودیکہ دیگر کنبہ داروں نے منع کیا کہ اس چھوٹے بچے کو آفتاب کی تمازت اور سموم کی حرارت سے تکلیف پہنچے گی مگر ابوطالب نے نہ مانا۔ اور ساتھ لے چلا۔ راستے میں ابوطالب نے دیکھا۔ کہ آپ کے فرق مبارک پر ایک سفید ابرسائیہ گئے ہوئے تھا۔ اور آپ کی طفیل ابوطالب بھی دھوپ کی شدت سے بچ رہا۔ یہاں تک کہ ایک مقام پر اترے جو کہ بصرہ سے چھ میل کے فاصلے پر تھا۔ اس جگہ راہبوں کی ایک جھونپڑی تھی۔ جو کہ مذہب عیسوی کے پابند تھے۔ انہوں نے اپنی سابقہ کتب سماوی سے معلوم کیا ہوا تھا۔ کہ اس جگہ ایک ون پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے قدم میمنہ لزوم سے منور فرمائیں گے۔ اس واسطے انہوں نے اس جگہ وہ عبادت گاہ بنائی تھی۔ تاکہ آپ کا دیدار حاصل کریں۔ ان دنوں میں۔ بحیرا نامی راہب اس جگہ رہتا تھا۔ اس سے پیشتر ہزار ہا قافلے اس جگہ سے گزرتے تھے۔ مگر راہب اپنی دھن میں مشغول رہا کرتے تھے۔ بحیرا کے وقت بھی کئی قافلے گذرے مگر اس نے خیال تک نہ کیا۔ اب آپ کے اُس جگہ قیام فرمانے کی نشانیاں بہت ہی قریب پہنچ گئی تھیں۔ اور بحیرا ہر روز دروازے پر بیٹھتا تھا اور منتظر تھا کہ وہ ماہِ لقاؤر معدن صفا حبیبِ قدامد محمد مصطفیٰ صلعم کب تشریف لاتے ہیں۔ اور میری جھونپڑی ان کے قدم میمنہ لزوم کب مشرف و ممتاز ہوتی ہے۔ اور میں کب ان کی خدمت سے سعادت ابدی حاصل کرتا ہوں۔ اس دن جب کہ اس قافلہ کی آمد آمد تھی۔ بحیرا اور واہ پر

مشتاق بیٹھا ہوا منتظر لگا ہوں کو مکہ مکرمہ کی طرف دوڑاتا تھا۔ کہ یکایک اس
جمال جہاں آرا ابصار غم و جاہ دور سے شتر صبار رفتار پر سوار نظر ٹپا۔ اور
بحیرا زبان حال سے پکارا تھا۔ (الشعار)

بادشاہوں سے بھی کچھ بڑھ کر ہنسکا تیرے جسکو حاصل تیرے در و ازنی و بانی ہو
اور کیا اسکے اس کا پتا دوں قاصد مثل خورشید چمکتی ہوئی پیشانی ہے
خود بخود آج جو آیا ہے میرے گھر دلبہر یہ بلاشبہ یقین قدرت یزدانی ہے
موجیرت تیری صورت پر نقطیں نہیں آئینہ کو بھی تیری شکل سے حیرانی ہے
بھیرانے عالم انتظار میں دیکھا کہ ان کے فرق مبارک پر ایک سفید ابر سیاہ
کئے ہوئے ہے۔ اور راستہ میں شجر و حجر و چرند و پرند غرضیکہ جو چرہ ملتی ہے آگے
بڑھ کر صدا ب جھاک کر کہتی ہے۔ اَسْـلَـمٌ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہ
صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم۔ جب آنحضرت اس بھونپڑی کے قریب پہنچے
اور اس خشک درخت کے نیچے اترے جو کہ سابقہ پیشینگوئیوں میں درج تھا
درخت اُسی وقت سرسبز و شاوا ب ہو گیا۔ اور وہ بادل درخت کے اوپر سے ہو کر
سیاہ ڈالنے لگا۔ بحیرا کا دل عالم افراط خوشی میں جامہ سے باہر ہو رہا تھا۔ اور
اور کہتا تھا کہ وہ مبارک وقت کب آتا ہے کہ آنحضرت صلعم سے شرف ملاقات
حاصل ہو۔ انجام کار وہ سوچ کر قافلہ میں آیا اور بعد سلام منّت الاسلام بعد
ادب قافلے والوں سے کلام کیا۔ کہ اگر فریب خانہ پر قدم رنجہ فرما کر یا حاضر تناول
فرماویں تو عین سعادت ابدی اور دلیل سرفرازی ہے۔ قافلے والے حیران تھے
کہ قبل اس کے کسی دفعہ ہم اسی جگہ سے گذرتے رہے۔ مگر کبھی کسی نے پوچھا نہ
نہیں۔ نہ معلوم آج کیوں یہ خاطر مدارات ہو رہی ہے۔ اسی اثنا میں چند
نفر فرقہ یہود بے سود کے آپ کے شہید کر دینے کی خاطر آئے۔ کیونکہ انہوں نے
بھی اپنی سابقہ کتابوں میں بھی اس جگہ تشریف لانا پڑھا ہوا تھا۔ جب انہوں نے
بحیرا سے ملاقات کی تو بحیرا نے کہا۔ تمہیں معلوم ہے کہ وہ کون شخص ہے انہوں نے

کہا ہاں۔ وہ پیغمبر آخر الزمان ہوگا۔ پھر بھیرانے کہا کہ جب خداوند کریم تے اپنے فضل عظیم سے ان کو ضرور سید انبیا سرور اور دیار کرنا ہے تو تمہاری کوشش بالکل فضول اور لا حاصل ہے۔ خداوند خود اس کا محافظ و متکفل ہے۔ سوا خداست و پریشانی کے اور تمہیں کیا حاصل ہوگا اس بات سے یہود و مردود و نافرجام بد انجام یے نیل مرام واپس پلے گئے۔ بھیرانے اسباب ضیافت مہینا کر کے قافلے والوں کو بلایا۔ جب ابوطالب نے جانیکا ارادہ کر کے آپ کو بھی ضیافت پر تشریف لے جانے کیواسطے کہا، تو آپ اشارے سے منع فرمایا اب سوائے آپ کے اور ابوطالب کے سب ضیافت پر چلے گئے۔ جب بھیرانے دیکھا کہ اُس دُور ریائے محافی و گل گلزار عرفانی نے مجلس میں قدم بچھ نہیں فرمایا تو کچھ پکڑ کر رہ گیا اور بولا

نہیں ملتا وہ ہم سے جسکو ہم نو دل میں رکھا ہے
ہمیں انکے غرور حسن نے مشکل میں رکھا ہے
قدما ہوں صورت پروانہ اسکی شمع روئی
قدم جس من سے ہمنے یار کی محفل میں رکھا ہے
غضب چاہنے والے ہی کو تم بھول بیٹھے ہو
تمہیں تو ہم نے آنکھ نہیں چھپایا دل میں رکھا ہے
سیر سہری قسم اتنا بتا دے اے نگاہ ناز
تو کسکو ڈھونڈتی ہے اور کیا اس میں رکھا ہے
جگر میں چٹکیاں لپٹنی ہے چپکے چپکے رہ کر
تیری تصویر کو ہم نے جو اپنے دل میں رکھا ہے
تھے دم سے میری حال سلی منت ہے یہ عالم کی
جو لینے تو پھر کیا پروہ محل میں رکھا ہے
پھر قلعہ والوں سے مخاطب ہوا۔ کیا کوئی ایسا شخص بھی ہے جس نے میرے
غریب خانہ پر قدم رنج نہ فرمایا ہو۔ سب نے ابوطالب اور آپ کا اسم مبارک
وروز باں کیا۔ جب بھیرانے آپ کا نام نامی واسم کرامی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سنا تو پکار اٹھا

لب بند تھے احمد کا بھی کیا نام ہو نہیں
یہ ہم تو مصری کی ولی گھول رہا ہے
کنے لگا کہ بس میرا معصود تو وہی ہے حارث بن عبد المطلب آپ کو بلانے کے
واسطے گیا۔ بھیرانے دیکھا کہ جب آپ درخت کے نیچے سے اُٹھے۔ اور روانہ ہو تو

وہ ابرہہ سفید بھی اس سر مایہ بہا مایہ پر سایہ کئے ہوئے ساتھ ساتھ آ رہا ہے۔ جب اس ماہ رخصتار گل عذار نے جھونپڑی میں قدم رکھا اور اپنے نور سے صومعہ کو سنور فرمایا۔ بحیرا تعظیم و تکریم سے آداب بجالایا اور زبان حال سے پکارا ہے ہمارے گھر میں آتش عجب یہ انجی قدرت ہے، کبھی ہم ان کو اور کبھی اپنے گھر کو گھنٹے ہیں جب قافلے والے طعام کھا رہے تھے۔ تو بحیرا عالم خیال میں آپ کے جمال با کمال اور مصحف رخصتار کی تلاوت کر رہا تھا۔ طعام کھا کر جب قافلے والے روانہ ہونے لگے۔ تو ابوطالب کو بحیرا نے اشارت سے بٹھا رکھا۔ جب سب قافلے والے چلے گئے تو یوں مخاطب ہوا کہ یہ کون شخص ہے۔ ابوطالب نے جواب دیا کہ میرا لڑکا بعد ازاں بحیرا نے کہا کہ شاید اس کے ماں باپ زندہ نہیں ہیں۔ ابوطالب نے کہا ہاں۔ میرے بھائی کا لڑکا ہے۔ پھر بحیرا نے آپ کی طرف رخ کیا کہ اسے ماہ محبوبی و مرغوبی اسے یار خوش اسلوبی تجھے لات اور عزت کی قسم جو کچھ پوچھوں سچ بتانا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو لات اور عزت کی سوگند نہ دے۔ کیونکہ میرے نزدیک ان سے بڑھ کر اور کوئی میرا دشمن ہی نہیں ہے۔ پھر بحیرا نے کہا کہ اس خداوند کی قسم جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل فرمائی۔ آپ نے کہا ہاں اب سوال کرو۔ کیا کرتے ہو؟ بحیرا نے بہت سے سوال کئے جن کا آپ نے کافی و شافی جواب دیا۔ جس سے اس کو یقین ہو گیا کہ خاتم المرسلین ہی محبوب با صفا ہے چاہا کہ مہر نبوت بھی دیکھے۔ مگر آپ نے پیرا ہن کو اٹھانے سے انکار کیا۔ کبھی شرم آتی ہے۔ آخر کار ابوطالب کے اصرار پر آپ نے پیرا ہن مبارک کو اٹھایا۔ تو بحیرا نے مہر نبوت کو جیسی کہ کتب پیشینہ میں دیکھی ہوئی تھی۔ موجود پائی۔ مہر بوسہ دیا اور کہا اَشْهَدُ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ حَقًّا (شعر)

ہو ناکیا یوسف صدیق زلیخا کو عزیز دیکھتی آ کے جواک دن تیری نازک کٹی
بعد ازاں ابوطالب سے مخاطب ہوا۔ کہ یہ ختم الرسالت ہے۔ جملہ ادیان کو اس کا
دین باطل کریگا۔ عنقریب ہی اس پر وہ دین نازل ہوا چاہتا ہے۔ اس واسطے

بہتر ہے کہ یہاں اس کو واپس لے جا۔ ایسا نہ ہو کہ یہود و مردود جو کہ اس کے دشمن ہیں۔ خدا نخواستہ کوئی گزند پہنچائیں۔ اور ابوطالب کو بہت سی نصیحتیں کیں۔ اور ابوطالب انہیں پر عمل پیرا ہوا۔ اور مال و اسباب کو بصرہ میں ہی فروخت کر کے واپس کہ پہنچا۔ بطیفیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس تجارت میں ابوطالب کو بہت سا نفع ہوا اس وقت آپ کی عمر ۱۳ سال سے کچھ اوپر تھی۔ بے روپے و دو اٹھات چکا نام عربوں نے حرب البقار اول و حرب البقار ثانی رکھا ہے اسی سال واقعہ ہوئے۔ یعنی قریش اور بنی ہوازن میں کسی سبب سے لڑائی ہوئی۔ حرب البقار اس واسطے نام رکھا کہ ماہ محرم میں خون و فساد کرنا منوع تھا۔ مگر یہ لڑائیاں واقعہ ہی ماہ محرم میں ہوئی تھیں۔ حرب البقار ثانی میں بموجب بعض روایتوں کے آپ بھی شریک تھے اور تھوڑی سی جھڑپ کے بعد صلح ہو گئی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں خود دوسری لڑائی میں شریک تھا۔ اور اہل قریش جو تیرہ دشمنوں کی طرف چلاتے تھے۔ میں وہ واپس اٹھا اٹھا کر اپنی قوم کو دیتا جاتا تھا۔ مگر ابجگہ بطیفیل احمد صلی اللہ علیہ وسلم اہل قریش کا پاسا ساز بر رہا۔ اور بنی ہوازن سے صلح ہو گئی۔

۱۲۔ ۱۵۔ اور ۱۶ سال کی عمر مبارک تک کوئی ایسا قابل ذکر واقعہ نہیں ہوا لیکن ستر و تیس سال میں ابوطالب کی اجازت سے آپ اپنے چچا کے ہمراہ یمن کے سفر پر گئے۔ اور رستے میں خوارق و عادات آل سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ظہور میں ویسے ہی آتی رہیں۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجیرانامی راہب کی ملاقات سے چھ سات سال بعد ابجگہ سے گزرا۔ کہ جہاں ہجیرا کو آپ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تھا۔ اور ہجیرہ کی جھونپڑی میں گیا۔ تو ہجیرہ نے سوال کیا کہ وہ شخص کون تھا۔ میں نے کہا وہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب تھا۔ ہجیرہ نے کہا کہ وہ خاتم المرسلین ہے۔ میں نے اسی دن سے

خاتم الرسالت کا یقین کر لیا۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس سفر میں آپ کے ہمراہ تھے۔ جبکہ ہجرہ سے ملاقات ہوئی۔ اس کے بعد ۱۸-۱۹ سال کی عمر میں کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں۔ جب بیسواں برس شروع ہوا تو آپ ہر ملاکہ کا ظاہر ہونا شروع ہو گیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی وقت ان کی نقل و حرکت کو دیکھ لیتے تھے۔ ایک دن آپ نے اپنے چچا ابوطالب سے فرمایا کہ اے چچا آج تین آدمی میرے پاس آئے۔ اور میری طرف اچھی نظروں سے دیکھنے لگے۔ اور کہنے لگے۔ کہ یہ وہی ہے۔ مگر ابھی اس کے ظہور کا وقت نہیں آیا۔ دوسرے چوتھے روز پھر فرمایا۔ کہ اے چچا ایک آدمی میرے پاس آیا۔ اور میرے پیٹ میں ہاتھ ڈال کر پھر نکال لایا۔ مجھے اُس سے ایک قسم کی راحت اور خوشی حاصل ہوئی۔ ابوطالب آپ کو کسی کاہن کے پاس لے گیا اور کہا کہ آپ کو کسی جن وغیرہ کا آسیب ہے۔ جب کاہن نے غور سے دیکھا تو کہا اسے ابوطالب سراسر غلط ہے۔ یہ جملہ موجودات میں افضل و اکمل ہے اس پر جن کا سایہ ہونا ناممکن امر ہے۔ یہ جو کچھ بیان کرتا ہے۔ وسوسہ شیطانی نہیں۔ عنقریب ہی تو دیکھے گا۔ کہ اس کی بلندی کا ستارہ کہاں تک پہنچتا ہے ۲۱ سال کی عمر میں ایک واقعہ جسکو اہل عرب حلف الفضول سے موسوم کرتے ہیں۔ ظہور میں آیا۔ یعنی جب عبد المطلب نے وفات پائی تو ریاست تین شخصوں کے قبضے میں آئی۔ حارث بن عبد شمس و ہشام۔ یہ عدل و انصاف تو کرتے تھے۔ مگر غریبوں پر ظلم و تعدی بھی کرتے تھے۔ تو جرہیمان و قطربان کے قبیلے میں سے تین شخصوں۔ فضل بن حارث۔ فضل اور مفضل نے یہ عہد کیا تھا۔ کہ مکہ میں کوئی شخص ایسا نہیں رہے گا جو کہ غریبوں پر ظلم کرے۔ چونکہ ان تینوں شخصوں کے ناموں میں ف۔ غ۔ ل حروف آتے ہیں جن سے فضل بنتا ہے۔ اسی وجہ سے اس عہد نامہ کو فضول کہتے ہیں۔ اس فضول کے معنی نہ مذموم ہیں۔ اور نہ ہی محمود۔ بلکہ ان تینوں شخصوں کی نسبت

حدث الفضول سے یاد کرتے ہیں۔ اتفاقاً انہی ایام میں ایک شخص جس کے قبائل عرب علاقہ یمن میں سے تھا۔ تجارت کا مال لے کر مکہ میں آیا۔ اور اس کو عاص بن وائل نے ظلم و تعدی کر کے لوٹ لیا تھا۔ جب اُس پچھلے نے سرداران قریش کے پاس جا کر داد خواہی کی۔ تو قبیلہ بنی ہاشم کے سرداران نے عاص بن وائل کے گھر جا کر اُس غریب کو مال دلوادیا۔ اور اُس کو واجب منہاجو کہ وہی چاہیے تھی۔ دی۔ دیگر قبائل کے سربراہ آدودہ بھی بنی ہاشم کے ہمراہ تھے۔

اس کے بعد کچھ عرصہ تک آپ جنگلات مکہ میں بکریاں چراتے رہے۔ اور ملائکہ وغیرہ کی نقل و حرکت اور واقعات جو کہ اوپر مذکور ہوئے ہیں۔ اسی قسم کے ادبھی ظاہر ہوتے رہے۔ اسی حال میں آپ کی عمر مبارک کے ۲۴ سال ختم ہو گئے۔ ان ایام میں عرب میں قحط زدروں پر تھا۔ بڑے بڑے مالداروں کے چھکے چھوٹ گئے تھے۔ اور فاقہ کشی سے دم توڑ رہے تھے۔ ان دنوں میں خدیجہ نے اپنا مال تجارت کے واسطے شام کی طرف بھیجا تھا۔ اور اس کو آدمیوں کی ضرورت تھی۔ جو کہ اس کمال سے تجارت کریں۔ آخر کار اُس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھلا بھیجا۔ کیونکہ وہ دیانت و امانت اور حسن و جمالت کا شہرہ سُن چکی تھی۔ اس جگہ ایک یہ بھی روایت ہے کہ عائکہ ہاشمیرہ ابوطالب نے ابوطالب کو کہا کہ خدیجہؓ کے مال کے ساتھ آپ کو روانہ کر دے۔ ابوطالب پہلے تو مانع رہا مگر بعد میں صلاح مشورہ کر کے عائکہ نے خدیجہ کو جا کر کہا۔

خدیجہؓ ایک مالدار عورت تھی۔ اور حسن و جمال اور فضل و کمال میں بھی فروغی بہت سے مالدار اس کے ساتھ شادی کے خواہشمند تھے۔ مگر وہ کسی کو خاطر میں نہ لاتی تھی۔ کیونکہ اُس نے بعد از فوتیدگی خاوند ایک خواب دیکھا تھا۔ کہ چاند میری گود میں آگیا ہے۔ اور اس سے نور تمام عالم میں پھیل گیا۔ اس کی تعبیر کے واسطے اُس نے اپنے آدمی سمیرہ کے پاس بھیجے تھے۔ سمیرہ نے کہا تھا کہ بنی ہاشم میں سے ایک شخص فضل و کمال میں افضل حسن و جمال

میں اعلیٰ فصاحت و بلاغت میں فرو بنام محمدؐ پیدا ہوگا جس کا لقب خاتم المرسلین ہوگا۔ اور تمہاری شاہی اُس کے ساتھ ہوگی۔ خدیجہؓ اسی دن سے یاد خدا اور انتظار راہ نقا محبوب کمریا کے اور کسی کام میں مشغول ہی نہ ہوتی تھی۔ اور جب کبھی گھبراہتی تو تورات لے کر آپ کے نام مبارک کی تلاوت کرتی۔

خواہ کس طرح ہوا۔ اُس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلایا۔ اور اپنے گھر کی آرائش وغیرہ کر کے انتظار محبوب میں چشم براہ ہو بیٹھی۔ اور آپ کیواسطے ایک مسند مٹی کی۔ اور غلاموں وغیرہ کو حکم دیا۔ کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائیں۔ تو کمال ادب و نیاز سے اُس محبوب و لنوازی کی خاطر کر کے مسند اعلیٰ پر بٹھائیں۔ اور آپ تورات لے کر بیٹھ گئی۔ جب آپ معہ عائشہ کے تشریف لائے تو خدیجہ نے کمال عزت و احترام سے سید انس و جان کو مسند پر بٹھایا۔ اور جو کچھ پیغمبرِ آخر زمان کی نسبت دیکھا تھا۔ سب آپ میں موجود پایا۔ اور دل ہی دل میں کہتی تھی۔

(نظم)

آج اپنے بخت پر مجھ کو سرا سراز ہے	وہ دم شوقِ محمدؐ مونسِ ہمارا ہے
شکر واجب کہ فضلِ ایزدی دم ساز ہے	احمد و محمود میرا طبرِ طنا ز ہے
اللہ اللہ اس نبی کی ذات پر ہوں ضیقہ	عرشِ اعظمِ جن کا ایدلِ فرشتہ انداز ہے
فکرا خطرت ہو مجھ کو راحتِ روزِ روا	فکرا آنحضرت ہی پوستہ برگِ ساز ہے
آتی ہے ہر دم مجھے الہامِ حقِ سویندا	عاشقانِ احمدیؐ پر بابِ رحمتِ بانی ہے
میں تصدیق ہوئی ان سے اُسکے نام پر	بس کا روح القدس ہی اک عاشقِ جاننا ہے
دولتِ جہ محمدؐ کا بلا حصہ مجھے	کون مجھ صاحبِ اقبالِ مسرِ ساز ہے
جانتی ہوں کیشِ برمدغانہ چانیگی	کیوں نہ ہوا نجمِ بہتر نیک جب آقا ہے

بعد ازاں صورت واقعہ ظاہر کی۔ آپ نے بسر و چشم منظور کیا۔ اور سفرِ شام کی تیاری ہونے لگی۔ حاصلِ کلام آپ نے میسرہ نام غلام کے ہمراہ جس کے قبضہ نظر میں تمام مال تھا۔ روانہ کیا۔ چلتے وقت میسرہ کو خدیجہ نے کہا کہ کھد سے

باہر نکلنے کے وقت ہمارا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک میں بیٹھی اور جب مکہ سے روانہ ہو جاؤ تو پھر ایک فاجرہ لباس دے کر کہا کہ یہ پوشاک پسندینی۔

القصد قافلہ باہر جمع ہو گیا۔ اور چلنے کے واسطے روانہ ہونے لگے تو آپ کے رشتہ داروں نے جب آپ کو غلامانہ لباس میں دیکھا تو آبدیدہ ہو گئے۔ انجام کا قافلہ روانہ ہوا۔ اور آنحضرت کو میسرہ نے لباس فاجرہ پہنایا۔ اور بموجب نصیحت خدیجہ کے کوئی کام بغیر صلاح و مشورہ آپ کے نہ کرتا تھا۔

کہتے ہیں کہ جب آنحضرت کے اقارب و عزیزان نے آپ کو غلامانہ لباس میں دیکھا تو سب رو پڑے۔ اور ابوطالب تو بیہوش ہی ہو گیا تھا۔ بعد ازاں ہوش میں آکر بہت سا پیار کیا۔ اور حوالہ خدا کرتے ہوئے بادل غماستہ گھر میں آئے ایسے وقت میں جلد ملائکہ نے عرض کی کہ آئی یہ وہی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ جس کی شان میں لَوْلَا لَكَ لِمَا أَفْلَاكَ فرمایا ہے۔ یہ وہی محبوبِ سید ہے جو تجھے محبوب ہے۔ یہ کہہ کر نازار رونے لگے۔ خطاب آیا ہاں یہ وہی محبوبِ محبوب ہے۔ یہ وہی مطلوبِ خوش اسلوب ہے۔

در میان عاشق و معشوق کارے رفت رفت

توہ معشوقی نہ عاشق مہر ترایاں چہ کارے

ابو جہل مردود اور عتبہ وغیرہ بھی اسی قافلے میں تھے۔ جب میسرہ نے آپ کو لباس فاجرہ پہنایا اور جو غلام بنام خیرمہ مدیح نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کے لئے دیا تھا۔ آپ کے روبرو پیش کیا۔ اور آپ کو آراستہ شتر پر سوار کیا۔ تو ابو جہل یحییٰ نے جو کہ ہمراہ تھا۔ میسرہ کو غلیظ فاجرہ نکالنے کی نسبت کہا۔ اور سخت کام لینے کی ہدایت کی۔ مگر میسرہ نے جواب دیا کہ میں تمہارا غلام نہیں ہوں۔ اور نہ میں تمہارا حکم ماننا ہوں میں خدیجہ نہ کا حکم ماننا ہوں اور اسی پر جان قربان کرونگا۔

چلتے چلتے جب وہ اُسی بھیرہ راہب کی جھونپڑی کے پاس پہنچے۔ تو بھیرہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ اور اس کی جگہ نسطورا نامی راہب رہتا تھا۔ اس جگہ آپ ایک درخت کے نیچے بیٹھے۔ جب نسطورا نے دیکھا تو دوڑ کر آیا۔ اور کہا کہ تجھ کو لات و غزے کی قسم دیتا ہوں۔ سچ کہو۔ آپ نے فرمایا کہ لات و غزے کو میں دشمن جانتا اس بات سے نسطورا نے اس صحیفہ کی طرف دیکھا جو کہ اُس کے ہاتھ میں تھا اور کہنے لگا کہ اس خدا کی قسم جس نے علیہ السلام کو راستی سے مبعوث فرمایا۔ مگر اتنے ہی عرصے میں خزیمہ نے جب یہ حال دیکھا تو اُس نے گناہ کیا کہ شاید کوئی دال میں کالا نہ ہو۔ قافلے والوں کو فی الفور اپنی طرف مخاطب کیا اور راہب پر حملہ کرنے کا اشارہ کیا۔ جب راہب نے یہ حالت دیکھی۔ تو دوڑ کر صومے میں گیا۔ اور دروازہ کو بند کر کے کہنے لگا۔ کہ مجھے کیوں ہلاک کرتے ہو میں قسم کھاتا ہوں کہ مجھے جس قدر یہ قافلہ عزیز ہے۔ اور کوئی نہیں۔ کیونکہ اس قافلے میں رسول خدائے عالمیان و خاتم پیغمبران ہے۔ جو اس کی تابعداری کرے گا مختصی پائے گا۔ جو بے فرمانی کرے گا وہ لعنت ابدی میں گرفتار ہوگا۔ بعد ازاں خزیمہ سے سوال کیا کہ کیا تجھ کو کوئی تعلق اس رسول عربی کے ساتھ ہو اُس نے کہا کہ ہاں۔ راہب نے بعد ازاں راستہ کا احوال دریافت کیا۔ تو خزیمہ نے اونٹوں کا رہ جانا اور آپ کے دست کرم سے تیز رفتار ہو جانا اور فرقی مبارک پر ابرہہ کا سایہ کرنے کا تذکرہ کیا۔ تو راہب نے کہا کہ میں تجھ کو دو چار باتیں بتاتا ہوں۔ غور سے سُن لے۔ میں اس صحیفہ میں دیکھتا ہوں کہ یہ شخص جملہ ارض و سما میں افضل و اکمل ہے۔ جملہ ادیان کو باطل کرے گا۔ کوئی اس جیسا بزرگ نہیں ہے۔ اسے خزیمہ اس کے دشمن بُست ہیں۔ اس کے بعد خزیمہ آپ کی خدمت میں آیا۔ اور سب کچھ سنایا۔ بعد ازاں نسطورا نے میسرہ کو بلایا تو میسرہ نے بھی تمام واقعات جو کہ وہ دیکھ چکا تھا۔ راہب کے پوچھنے پر بتا دیئے۔ بعد ازاں میسرہ کو کہا کہ بہتر ہوگا۔ یہاں سے واپس ہو جاؤ۔ اور شام

کو مت جا۔ کیونکہ اس ملک میں ماس کے بہت سے دشمن ہیں۔

حاصل کلام میسرہ نے راسب کی باتوں کو قبول کیا۔ اور تمام قافلہ نے اسی جگہ مال و اسباب کو فروخت کیا۔ اور واپس مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں بھی جاتے ہوئے میسرہ آپ کی بزرگی اور جلال کو دیکھتا جاتا تھا۔ جب کچھ فاصلہ بصرہ سے نکل آئے تو امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو کہ اس قافلے میں ہمراہ تھے۔ میسرہ کو کہا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدیجہ کے پاس بطور بشارت کے بھیجے۔ میسرہ نے منظور کر کے چھٹی لکھ دی۔ اور ایک شتر کو نفیس تحائف سے راستہ کر کے آپ کے حوالہ کیا۔ ابو جہل نے کہا کہ یہ ابھی خور و سال ہے۔ کسی اور کو بھیج دے۔ مگر میسرہ نے ابو جہل کو قرار دیا تو جواب دے کر ٹھنڈا کیا۔ جب آپ قافلہ کی آنکھوں سے ابو جہل ہوئے تو چشمان نرگسینش میں نیند آگئی۔ اور سو گئے۔ شیطان لعین نے اس وقت موقع پایا۔ اور اونٹ کو راہ سے بے راہ کر دیا۔ کچھ دور اونٹ اسی طرف چلتا رہا۔ تھوڑے عرصہ میں خداوند کریم نے اپنے حبیب کی حفاظت کیواسطے جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا۔ کہ اے ابلیس مردود نے میرے حبیب کو راستہ سے دور کر دیا ہے۔ اُس کو فوراً راہ راست پر لگا کر دنوں کے سفر کو آج ہی ختم کر دو۔ اور حوالیہ مکہ میں چھوڑ دو۔ جبرائیل امین فوراً تشریف لائے اور اونٹ کی مہار بکڑ کر آنا فانا میں مکہ سے ایک میل کے فاصلے پر لا کر کھڑا کر دیا۔ اس وقت آپ کی آنکھ کھلی تو اپنے آپ کو مکہ کے نزدیک پایا۔ اس وقت خدیجہ مبعہ ایک دو خواصوں کے بالائے بام پر بیٹھی ہوئی تھی۔ کہ ناگاہ نظر پڑی۔ دیکھا کہ ابر سفید آپ کے سر پر سایہ کئے ہوئے ہے۔ اُس وقت دھوپ شدت پر تھی۔ گو خدیجہ نے پہچان لیا۔ مگر دوسری سہیلیوں سے مخاطب ہوئی۔

ایں کیفیت ایں ایں کیفیت ایں از دور پیدا آمدہ

ایں فوراً ہی است از رخن تعالیٰ آمدہ

ایں لطف و رحمت را نگرویں بخت و دولت را بیہوش

در خانہ بد اختران خورشید سیما آمدہ

سہیلیوں نے کہا کہ ملکہ عرب یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ خدیجہ نے جواب دیا کہ یہ اکیدا یہاں کیا کر رہا ہے۔ شاید رستہ بھول گیا ہے۔ سہیلی نے کہا۔ کہ اے سیدہ عرب مشک کو باوجود غمازی کے پہناں رکھنا اور عشق کو آبدیدہ سے ڈھانپنا محالات میں سے ہے۔ اسی اثنا میں محمد امین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دروازہ پر آ موجود ہوئے۔ خادمہ نے آپ کی تشریف آوری سے خدیجہ کو مطلع کیا۔ خدیجہ نے اندر بلایا۔ اور آپ نے وہ چٹھی جو میسرہ نے لکھ کر دی تھی۔ معہ تحفہ تحائف کے خدیجہ کے پیش کی۔ خدیجہ حال سے مطلع ہو کر شکر الہی بجالائی کیونکہ مال میں بیش از امید فائدہ ہونا صرف آپ کی برکت پر ہی دلالت کرتا تھا۔ بعد از خدیجہ نے وہ اونٹ معہ تحائف کے آپ کو ہی بخش دیا۔ اور فی الفوج چٹھی کا جواب لکھ کر واپس قافلہ کی طرف روانہ کیا۔ آپ بفضل خدا اسی دن ہی قافلہ میں جا پہنچے۔ ابھی قافلہ کے نزدیک ہی گئے تھے کہ ابو جہل خوشی سے پکارا اٹھا کہ اے میسرہ میں نے تمہیں کہا تھا کہ کسی اور کو بھیج۔ مگر تو نے نہ مانا۔ وہ دیکھ دو واپس آ رہا ہے شاید راستہ بھول گیا ہے۔ اور ابھی تک یہاں ہی ٹکریں کھاتا پھرتا ہے۔ پہلے تو میسرہ کے دل میں رنج پیدا ہوا۔ مگر اتنے ہی عرصہ میں جب آپ نے میسرہ کے ہاتھ میں چٹھی کا جواب دیا۔ تو وہ رنج راحت سے مبدل ہو گیا۔ اور ابو جہل کو پکارا کہ میں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں بھولے۔ بلکہ تو ہی بھولا ہوا ہے۔ میری چٹھی کا جواب آ گیا ہے۔ ابو جہل نے کہا کہ میں نہیں یقین کرتا۔ کہ چھ دن آنے اور چھ دن جانے کا سفر کس طرح ایک دن سے بھی کم عرصے میں ختم ہو جائے میں اپنے غلام کو خدیجہ کے پاس بھیج کر اس امر سے اطلاع دیتا ہوں۔ چنانچہ اس نے بخت نے اپنے غلام کو بھیج دیا۔ جب غلام چند روز بعد خدیجہ کے پاس پہنچا۔ تو اس نے جواب دیا کہ چند دن ہوئے محمد امین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جگہ آیا تھا

اور چٹھی کا جواب لیکر چلا گیا۔ خیر تھوڑے ہی دنوں بعد قافلہ بھی آن پہنچا۔ اور میر
اور خدیجہ نے تمام راہ کا حال خدیجہ کو سنایا۔ خدیجہ کا دل گل بہار کی طرح کھل گیا۔
اور پکار اٹھیں۔

نظر

وہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک میرے دل کا نور ہے۔ فلاں اور پیری جان پروانہ وار
اسکا اک اک لفظ میرے واسطے ہے جالفا۔ اس کے اک اک قول کو گھٹیا ہے ورنہ ہمار
سرو بھی ہیں سو قدریتے اُسی کے سامنے۔ قمریاں بھی ہیں محبت میں اُسی کی بقیر
بلبلیں بھی سنسکتی ہیں اُسی کی یاد میں۔ گل بھی رہتے ہیں اسی کی یاد میں۔ سنو نگار
سب حسینان جہاں اُس کے مقابل چڑھتا ساری دنیا سے نرالا ہے وہ میر شہریار
خدیجہ نے ان تمام واقعات کو جو کہ میسرہ سے سُنے تھے۔ پوشیدہ رکھنے کی نسبت
حکم دیا۔ اور بہت سا انعام و اکرام دے کر راز کے اخفا کی سخت تاکید کی۔ اس
وقت تک آپ کی عمر پورے پچیس سال ہو چکی تھی۔

خدیجہ کے اوصاف تو پہلے بیان ہو چکے ہیں کہ وہ ایک عقلمند حسن و جمال
اور عرو کمال میں فرد۔ اور خوش بیانی اور شیریں کلامی میں جیسی اعلیٰ تھی ویسی ہی
حسب و نسب میں بھی کم نہ تھی۔ بموجب اپنے خواب کے صرف وقت کی منتظر
تھی اور اب جبکہ آپ سے اُس کا تعارف بھی ہو گیا اور بخوبی اُسے یقین بھی ہو گیا
کہ خاتم المرسلین شیخ المذنبین ہی ہے۔ کیونکہ بموجب تعبیر بحیرہ راہب حلیہ اوصاف
جو تواریات میں درج تھے۔ آپ میں ہو بہو دیکھے۔ تو بمصدق سے

وعدہ وصل چوں شود نزدیک آتش شوق تیز تر گردد

جیران و پریشاں سوچتی تھی کہ اس معاملہ کو چھپے تو کس طرح۔ اور گوہر مقصود سے
دامن امید کو بھرے تو کس طرح۔ ناچار سوچ سمجھ کر اپنی سہیلی نقیہ بنت مہنہ پر اپنے
دل کا حال ظاہر کر دیا۔ اور اپنے خواب اور بحیرہ کی تعبیر کا تذکرہ بھی کیا۔ اور نقیہ بنت
مہنہ کو آپ کی خدمت میں بھیجا۔ جب اس نے آکر سارا حال سنا دیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ
موجودہ وقت میں میں کسی طرح بھی اس لائق نہیں۔ کہ دوسرے کا بوجھ اٹھا سکوں۔

توفیق نے کہا کہ اگر کوئی ایسی عورت مل جائے جو کہ دولت مند ہو۔ اور تمہیں اس فکر سے نجات ملے۔ تو پھر منظور کرو گے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بھی ایک قسم کی عار ہے۔ مگر نفعیہ نے جس طرح ہو سکا۔ آپ کا منشاء بیکر خدیجہ کے پاس گئی۔ اور خدیجہ کو خوشخبری سنائی۔ تو خدیجہ بنت خویلد نے ایک وقت مقرر کر کے ابوطالب کو کھلا بھیجا۔ اب ابوطالب حیران ہوا کہ اتنی جلدی سامان وغیرہ کہاں سے تیار تیار ہو سکے۔ کیونکہ گھر میں اس قدر مال موجود نہ تھا۔ آپ بھی اسی حال میں پریشان تھے کہ بیکار ایک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ اور اجازت مانگی۔ اجازت ملنے پر جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آندر گئے۔ تو آپ کی ملاقات کرتے ہی ہوئے۔ کہ میں آپ کے روٹے پُرانوار پر رنج و ملال کے آثار دیکھتا ہوں اگر کوئی خدمت میرے لائق ہو تو فرمائیں بدل و جہاں حاضر ہوں۔ اگر روپیہ وغیرہ کی کوئی کمی ہے۔ تو عبدالمطلب میرے پاس ایک ہزار درہم اور کچھ کپڑے بطور امانت رکھ گیا تھا۔ کہ اگر کسی وقت کوئی کسی قسم کی تکلیف ہو تو رفع کریں۔ اب وہ وقت آیا ہے کہ میں امانت سے سبکدوشی حاصل کروں۔ آپ کے چہرے پر یہ بات سنتے ہی خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

مگر ناظرین یہاں یاد رکھیں کہ امانت وغیرہ کوئی نہ تھی۔ چونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تھا کہ آپ کو اس امر کے پورا نہ ہو سکنے کے باعث کمال حیرانی ہے تو فوراً یہ خیال کر کے آپ کی خدمت میں آئے۔ اور یہ بھی خیال کیا کہ اگر میں نے کہا کہ میں بطور خیرات کے دیتا ہوں۔ یا یہ کہوں کہ قرض دیتا ہوں۔ تو آپ ہرگز نہ لیں گے۔ اس واسطے صاحب صدق و صفا امیر المؤمنین ابوبکر بن قحافہ نے یہ خیال امانت والا کیا۔ اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

القصة یہ بات کہتے ہی امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے۔ اور فوراً نو جوڑے کپڑے اور ایک ہزار درہم لے کر آ گئے۔ اور آپ کی خدمت میں پیش کئے۔ اتنے میں بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بھی بڑے بڑے

نفیس کپڑے بھیج دیئے۔ مگر آپ نے فرمایا کہ میں خدیجہ بنت خویلد کے روپیہ اور کپڑوں پر حضرت ابو بکرؓ والی امانت کو ترجیح دیتا ہوں۔ خیر حال کلام یہ ہے کہ بعد از تیار ہونے کے برافقت اپنے چچوں کے ام المؤمنین بی بی خدیجہ بنت خویلد کے مکان کی طرف گئے۔ ابوطالب نے جمیع قریش میں کو بھی بلایا۔ اُدھر سے خدیجہ کا چچا عمرو بن اسد دلی عہد مقرر ہوا۔ پھر ابوطالب نے خطبہ نکاح پڑھا۔ اور چاہیں سے اسباب قبول کرایا۔ اور دیگر قریش کو گواہ کیا گیا۔ بعد ازاں خوشی سے اونٹ قربان کر کے ضیافت کی گئی۔ اُدھر خدیجہ رض نے خوشی میں اپنے تمام غلاموں کو آزاد کر دیا۔ بی بی خدیجہ رض کا مہر چار سو مثقال سونا (مثقال = پدم ماشہ) مقرر ہوا اس کے بعد باقی سب گھروں کو چلے گئے۔ اور آپ اُسی جگہ فروکش رہے۔ پھر ام المؤمنین بی بی خدیجہ رض نے اپنے تمام مال و اسباب کو آپ کی ملکیت میں کر دیا۔ جب اس امر کی اطلاع ابوطالب کو ہوئی۔ تو بہت خوش ہوا۔ کہ آپ کی کفالت سے بے فکر ہو گیا۔ اور شکرانہ ادا کیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۲۵ سال اور بی بی خدیجہ کی عمر چالیس سال کی تھی۔

اس کے دس برس بعد کعبہ کو از سر نو بنانے کا معاملہ درپیش ہوا۔ پہلے کعبہ کی زمین نجی تھی۔ اور بارش وغیرہ کا پانی عمارت کے اندر چلا آتا تھا۔ اب قریش آپس میں لڑتے جھگڑتے تھے۔ ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ کعبہ کو بنانے میں سعادۃ تجھے حاصل ہو۔ آخر کار سب کی صلاح سے ایک ایک حصہ مقرر ہو گیا۔ اور عمارت کو گرانے لگے۔ ابھی پہلی ہی ضرب پہلی عمارت کو گرانے کے واسطے لگائی تھی۔ کہ چاہہ ضرر میں سے ایک بڑی مہیب چیز نکلی۔ جس کے دیکھتے ہی سب دم دبا کر بھاگے۔ دوسرے دن پھر یہی حال ہوا۔ تیسرے دن پھر یہی حال ہوا۔ علیٰ ہذا القیاس کئی دن آتے رہے۔ مگر ناکام جاتے رہے۔ آخر کار سب نے صلاح کر کے قربانی کی۔ اور ایک شخص کو نامزد کیا کہ تم آج خانہ کعبہ میں رات بسر کرو جو خواب رات کو تمہیں آئے۔ اُس سے اطلاع دو۔ جب وہ شخص صبح اُٹھا تو

اُس نے بیان کیا کہ ہماری صلاح کعبہ شریعت کی پہلی بنیاد تک اکھیڑ دینے کی تھی۔ اور کعبہ کو وسیع کرنے کی منشا تھی۔ مگر خدا اس امر سے راضی نہیں ہے اور یہی وجہ اس خوفناک چیز کے ظاہر ہونے کی تھی۔ اب اصل بنیاد کو ہی اونچا کر کے عمارت شروع کرنی پڑے گی۔

دوسرے دن جب اس نیت سے آکر عمارت کو گرا کر شروع کیا۔ تو کوئی ایسی چیز نہ نکلی۔ کہ جس سے ڈر آتا۔ آخر کار عمارت گرا دی گئی۔ اور از سر نو کعبہ کو تیار کیا گیا۔ اور حجر علیہ کہہ دیا گیا۔ جب عمارت تیار ہو گئی تو اب حجر اسود کو اٹھا کر رکھنے میں پھر پہلی طرح تنازعہ شروع ہوا۔ انجام کار یہ صلاح ٹھہری کہ کل شخص سب سے پہلے اس جگہ پر آوے۔ جو وہ فیصلہ کر دے ہمیں منظور ہوگا۔ دوسرے دن سب سے پہلے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی تشریف لے گئے۔ جب سب نے آپ کو دیکھا تو سر تسلیم خم کیا۔ اور فیصلہ طلب کیا۔ چونکہ آپ پہلے صمدوق اور امین کا خطاب حاصل کر چکے تھے۔ اسی واسطے کسی شخص نے چوں چرا نہیں کی۔ آپ نے کچھ دیر سوچ کر جاؤ زمین پر بچھائی۔ اور خود اٹھا کر تختہ کو چادریں ڈالا۔ پھر فرمایا کہ ہر ایک قبیلے کا ایک ایک آدمی منتخب ہو کر آجائے۔ اور سب ملکر اٹھا کر اپنی اصل جگہ پر لے چلیں۔ اس فیصلے سے سب خوش ہو گئے۔ اور اسی طرح کر کے اصل جگہ پر لے گئے۔ اس جگہ سے پھر آپ نے اٹھا کر جہاں دیوار میں نصب کرنا تھا۔ اپنے دست مبارک سے نصب کیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۳۳ سال کی تھی۔

اس سے پہلے دس سال میں اور آخر کے پانچ سال میں یعنی آپ کی شادی خانہ آبادی سے لیکر ظہور نبوت تک کوئی واقعہ سوائے بنائے کعبہ کے ایسا نہیں ہوا جس کا تذکرہ کیا جائے۔ شان ذوالہی کی تجلیات ۳۰ برس کی عمر سے ظاہر ہونی شروع ہو گئی تھیں۔

یہ امر بھی دل چسپی سے خالی نہ ہوگا کہ اُس وقت جبکہ آپ کے سبوت ہونے میں

کچھ عرصہ باقی تھا۔ حق کے جو یاں صرف چار شخص تھے۔ جو کہ یوں کو سجدہ نہ کرتے تھے۔ چنانچہ پہلا دوقہ بن نوفل تھا۔ یہ شام کی طرف گیا اور دین عیسوی اختیار کیا۔ جب آپ مبعوث ہوئے تو اس سے تھوڑا عرصہ پہلے مکہ میں آیا۔ اور آپ کے مبعوث ہونے پر ایمان لایا۔ دوسرا عبد اللہ نجش تھا۔ یہ بھی ایک مدت تک دین الہی کی تلاش میں پھرتا رہا۔ آخر جب آپ مبعوث ہوئے تو آپ دین اسلام اختیار کیا۔ اور حبشہ کی جانب ہجرت کر گیا۔ تیسرے عثمان بن الحویرث تھا۔ جو ہجرت کر کے روم میں گیا۔ اور دین عیسوی اختیار کیا۔ اور اوصری وفات پائی۔ چوتھا زید بن عمرو بن نفیل تھا۔ اس نے بھی مکہ سے جانے کا ارادہ کیا۔ مگر امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے باپ خطابؓ نے جانے دیا۔ اور اسی جگہ رہ کر انتظار رسالت کیا۔ یہ کعبہ میں جاتا اور کہتا: اللھم لو اعلیٰ الوجوہ الیک عبدک ولا اعلیٰہ (مطلب) اے اللہ میں نہیں جانتا کہ تیری کس طرح عبادت کی جاتی ہے۔ اگر جانتا تو کرتا۔ یہ الفاظ کہتا۔ اور سجدہ کر کے چلا آتا۔ آخر کار چوری شہر مکہ سے نکل گیا۔ اور دین ابراہیم علیہ السلام کی تلاش میں پہاڑوں پر پھرا۔ آخر کار بلقان میں سے کسی راہب سے پتہ چلا کہ تمہارا اپنے شہر میں ایک نبی مبعوث ہوا ہے۔ جو کہ آخری پیغمبر ہے۔ اور اس کا دین ابراہیم کا دین ہے۔ جلد ادیان کو وہ دین باطل کرے گا۔ یہ سن کر وہ واپس مکہ کی طرف پلٹا۔ مگر جب خیبر میں پہنچا۔ تو کسی بے رحم نے مار ڈالا۔

باب سوم

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ تجلیات انوار الہی تو ۳۲ - ۳۳ برس کی عمر سے ہی شروع ہو گئی تھیں۔ اس طرح ہوتے ہوئے آپ کی عمر مبارک کے ۴۰ سال ختم ہو گئے۔ اور آخر چوالیسویں سال میں پہلے خواب میں وحی ہوئی شروع ہوئی جس کا

باعث یہ تھا کہ تو من نفس نفیس ریاضت سے مطیع ہو۔ اور وحی کی عادت پڑے
جب چالیسواں سال ختم ہو نیکی م نکل کر گھر کی طرف جاتے یا گھر سے غار کی
طرف آتے تو راستہ میں ایک قسم کی آوازیں سنتے جاتے۔ جیسے کوئی بلاتا ہے۔
اس سے آپ کے خاطر عاطر پر خوف طاری ہوا۔ آپ نے بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بیان
کیا۔ تو انہوں نے آپ کو تسلی و تشفی دی۔ کہ خاطر جمع رکھو۔ سوائے نیکی کے
اور کچھ نہیں ہوگا۔ آپ کا یہ معمول تھا کہ گھر سے جاتے تو بھی اور غار سے آتے تو بھی
خانہ کعبہ کا پہلے طواف کرتے۔ بعد ازاں گھر یا غار کا راستہ لیتے کچھ دنوں کے بعد
تو راتیں بھی غار میں ہی گزارنے لگے۔ جس کے باعث مستورات قریش بی بی خدیجہ
کو طعنہ مارتیں۔ کہ تو نے نکاح بھی کیا۔ تو کس شخص کے ساتھ۔ جو کہ تیری طرف
توجہ بھی نہیں کرتا۔ اور مفت میں تو نے اپنا مال و اسباب اس کی ملکیت میں کر دیا
اگر کسی اور کے ساتھ شادی کرتی تو وہ خود بھی تیری طرف توجہ رکھتا۔ مگر بی بی خدیجہ
اکثر اوقات خاموش رہتی۔ اور جب قریش کے طعنوں سے تنگ آ جاتیں۔ تو یہ
جواب دیتیں :- ”دل را بدل رہیست“

یعنی دل دلوں کو جانتے ہیں۔ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پوری تسلی و تشفی ہے
غارجا میں یا خدا کرتے کرتے چالیس دن ہوئے تھے کہ وہ وقت آگیا۔ کہ
آفتاب رسالت کا طلوع ہو۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام غار حرا میں تشریف
لائے۔ مگر اپنے آپ کو ظاہر نہ کیا۔ اور نہ ہی کوئی مکالمہ ہوا۔ پھر وہ سرے دن
بروز و دو شنبہ سترہ ماہ رمضان کو جبرائیل امین تشریف لائے۔ آپ اس وقت
مکیہ لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ آواز آئی۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سید صبح ہو کر
بیٹھو۔ ہر چند آپ نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی۔ مگر نہ اکنذہ نظر نہ آیا۔ مگر
آپ اُسی طرح بیٹھ گئے۔ تو پھر ندا آئی قُمْ يَا مُحَمَّدُ صَلِّ اللہ علیہ وآلہ وسلم (ترجمہ)
(اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ) آپ فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے۔ تو سامنے
ایک شخص بن بکرا بالا۔ نورانی پیشانی اور دو چشموں کے درمیان اشھدان

قریب آوازیں آتے آتے ہلکا ہوا حرا میں بنایا سا داران اسی جگہ غور و فکر میں بیٹھ رہے تھے غار سے

لا اله الا الله واشهد ان محمد رسول الله لکھا ہوا دیکھا چونکہ آپ نے کبھی ایسا شخص پہلے نہیں دیکھا تھا۔ خوف و وحشت طاری ہو گئی۔ اور دُڑتے دُڑتے فرمایا من انت رحمتك الله فاني لمدارسيا قط اعظم منك خلقا ولا احسن منك وجهها۔ تو کون ہے کہ میں کسی کو تیرے جیسا خوبصورت اور بزرگتر کبھی نہیں دیکھا۔ تو جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا۔ انا روح الامین المُنزل على جميع النبيين والمرسلين اقرأ يا محمد صلے الله علیہ والہ وسلم میں جبرائیل ہوں کہ (خدا کے احکام لیکر) نبیوں اور رسولوں پر اترتا رہا ہوں۔ پڑھ یا محمد صلے الله علیہ وآلہ وسلم۔ آپ نے فرمایا کہ میں کیا پڑھوں۔ میں تو پڑھا ہوا ہی نہیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے ایک نامہ نکالا۔ اور پھر کہا کہ پڑھ۔ آپ نے پھر کہا کہ میں تو پڑھا ہوا ہی نہیں۔ پڑھ کیا سکتا ہوں۔ جبرائیل علیہ السلام نے پھر تیسری دفعہ کہا تو آپ نے بھی پہلے ہی الفاظ دُھرائے۔ پھر جبرائیل علیہ السلام بولے۔ اقرأ باسم ربك الذي خلقه خلق الانسان من علقه اذ اور ربك الاكرامه الذي علم بالقلمه علمه الانسان ما لم يعلم (ترجمہ) (اے پیغمبر) اپنے مالک کے نام سے جس نے (سب خلقت کو) پیدا کیا۔ (قرآن) پڑھ۔ اُسی نے آدمی کو بنایا۔ (اے پیغمبر) پڑھ۔ تیرا مالک بڑے کرم والا ہے۔ اُسی نے قلم کے ذریعے لکھنا سکھلایا۔ آدمی کو وہ باتیں سکھلائیں۔ جو کہ وہ نہیں جانتا تھا۔ (پس اللہ نے) آپ نے پڑھا۔ اور جو کچھ پڑھا وہ فوراً کا نقش فی الحجر ہو گیا۔ اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے اپنا پاؤں زمین پر مارا۔ جس سے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔ پہلے خود وضو کیا بعد ازاں آپ نے اُسی طرح وضو کیا۔ پھر جبرائیل نے نماز سکھلائی۔ اور اُسی طرح مل کر پڑھی۔ جس وقت یہ سب کچھ ہو گیا۔ تو جبرائیل اُسی وقت غائب ہو گیا۔ بس نظر سے غائب ہونا تھا کہ از سر نو خوف طاری ہو گیا۔ اس وقت آپ نے چاہا کہ اپنے آپ کو پہاڑ پر سے گرا کر ہلاک کر دوں۔ مگر ناگہ آواز آئی کہ اے محمد صلے الله علیہ وآلہ وسلم آسمان کی طرف دیکھ۔ جب آپ نے اوپر نظر مبارک

اُٹھائی۔ تو جبرائیل علیہ السلام کو اُسی شکل میں دیکھا جس شکل میں کہ غار میں دیکھا تھا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے پکارا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو حبیب خدا سید انبیاء فخر اولیاء رسول خدا ہے۔ اور میں جبرائیل ہوں۔ اس کے بعد اس ارادہ کو فسخ کیا۔ اور گھر کی طرف روانہ ہوئے جب تک آپ گھر نہ پہنچ رہے جبرائیل علیہ السلام کی شکل ہی اِدھر اُدھر سامنے نظر آتی رہی۔ جب آپ نے گھر میں قدم رکھا۔ تو جبرائیل امین غائب ہو گئے۔ آپ کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔ اور زَمَلُونِی زَمَلُونِی کا لفظ در زبان تھا۔ جب حسب ارشاد نبی خدیجہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے اوپر کپڑا اوڑھا دیا۔ تو کچھ عرصہ بعد ہوش آئی تو احوال گزشتہ آپ نے الفت سے بے تک جو کچھ دیکھا۔ سنا اور پڑھا تھا سنا دیا جس سے بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہ تو بہت خوش ہوئیں۔ اور آپ کو بہت سی تسلی و تسفی دی۔ اور فرمایا کہ تو پیغمبر خدا ہے۔ کچھ خوف نہ کرو۔ اس کے بعد بی بی خدیجہؓ اپنے چچا ورقہ بن نوفل کے پاس گئی۔ اور کہا کہ مجھے جبرائیلؑ کے حلیہ سے مطلع کرو۔ ورقہ نے کہا کہ اے عزیز جبرائیل علیہ السلام کا اس دیار بیت پرستی میں کیا کام۔ لاحول ولاقوة کوئی عقل کی بات کرو۔ ام المؤمنین بی بی خدیجہؓ نے کہا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آج جبرائیلؑ مجھ پر نازل ہوا ہے یہ سنا تھا کہ ورقہ بن نوفل فرط خوشی سے مضطرب ہو گیا۔ اور کہا کہ اگر یہ بات ہو تو اس کا کہ دن بھی بفضل خدا سدھر تے نظر آتے ہیں۔ پھر کہا کہ جاؤ۔ جہاں پہلو پہل وحی نازل ہوا ہے۔ اُسی جگہ پھر آدے گا۔ پہلے تو تم نے اپنے آپ کو سنبھال کر مٹھینا۔ اگر اس صورت میں تمہیں نظر آئے تو سمجھ لینا کہ جبرائیلؑ ہے۔ پھر ہاں کھول کر مٹھیو۔ اگر جبرائیلؑ ہو گا تو نظر نہ آئے گا یہ بات سن کر بی بی خدیجہؓ خوشی خوشی واپس گھر میں آئیں۔ اور آپ کو ہمراہ لے کر غار حرا میں گئیں۔ وہاں جا کر کچھ عرصہ بیٹھے تھے۔ کہ جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے۔ آنحضرتؐ نے بی بی صاحبہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تو دیکھتی ہے۔ ام المؤمنین بی بی صاحبہ نے

جواب دیا کہ ہاں۔ پھر نبی بی خدیجہؓ نے اپنے بال کھول دیئے۔ اور کبھیر کر بیچ گئی
اُس وقت جبرائیل نظر نہ آیا۔ تو نبی بی خدیجہؓ نے فرمایا۔ مبارک ہو۔ اے محمد صلم
یہ فرشتہ مقربین خدا میں سے ہے۔ یہ وحی رحمانی ہے۔ سو اس شیطانی نہیں ہے
خداوند تعالیٰ اپنے محبوبوں کو سو اس شیطانی سے محفوظ رکھتا ہے۔ القصہ
بعد اس کے نبی بی خدیجہ رضی اللہ عنہ معہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنے
چچا ورقہ بن نوفل کے پاس گئی۔ اور سارا قصہ آپ نے خود اپنی زبان مبارک سنایا
تو ورقہ بن نوفل نے کہا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو پیغمبر آخرین اور محبوب رب العالمین
ہے۔ اور جلدی ہے کہ تو ایک کام پر مامور ہوگا۔ کاش میں اس وقت زندہ ہوتا
کاش میں جوان ہوتا۔ تاکہ میں اپنے عزیز کی مدد کرتا۔ جبکہ اس شہر کے لوگ اپنی
بہالت کے سبب تم پر تقدیری کرینگے اور تم ہجرت کرو گے۔ اس کے بعد ورقہ
نے آپ کو بہت سا پیار کیا۔ چھوڑی ہی مدت گزرنے پائی تھی۔ کہ ورقہ نے وفات
پائی اس کے بعد تین سال تک وحی نازل نہ ہوئی۔ جس سے کمال فکر و تشویش
پیدا ہوئی۔ مگر اس میں دو حکمتیں تھیں۔ ایک تو یہ کہ آپ کا دل اشتیاق وحی میں
حد تک پہنچ جائے۔ دوسرے یہ کہ جب سے آپ پیدا ہوئے۔ تو صرف تین سال
تک جبرائیل علیہ السلام آپ کی حفاظت سے غیر حاضر رہے۔ اس تین سال کی
مدت میں حضرت اسرافیل علیہ السلام آپ کی حفاظت کرتے رہے۔ چونکہ تین
سال تک وحی کے نازل نہ ہونے سے آپ کا خاطر عاطر بہت تشویش میں تھا۔
اس واسطے آپ کو دن نبی خدیجہ رضی اللہ عنہ عداس نامی ایک راہب کے پاس
لے گئی۔ اعداس سے تمام واقعہ بیان کیا۔ عداس نے کہا کہ مبارک ہو کہ تو عنقریب
ایک کام پر مامور ہوگا۔ اور تیرا دین دنیا کے تمام اویان کو منسوخ کر کے قیامت
تک دنیا میں موجود رہے گا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو ہی خاتم المرسلین ہے۔ بعد
اس نے بھی ورقہ بن نوفل کے الفاظ دُھرائے کاش میں اس وقت جوان ہوتا۔
ایک دن بعد از منقضی ہونے تین سال کے جس کا ذکر ہو چکا ہے (کہ جبرائیل

غیر حاضر رہے تھے) باہر جا رہے تھے کہ آپ نے جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا۔ دیکھتے ہی جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔ اور زملونی زملونی کہتے ہوئے گھر پہنچے۔ جب کچھ عرصہ بعد موش آئی۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (پ ۲۹۔ س المذثر)
يَا أَيُّهَا الْمَذْثَرُ قُمْ فَإِنَّ زَيْدَ رَبِّكَ كَذِبٌ ۖ وَثِيَابُكَ فَكْطَرٌ ۖ وَالْمُجِرُ فَاجْجِرْ
وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ (ترجمہ) اے (وحی کی ہیبت سے) کپڑا
پٹنے والے اٹھ، اور (خلقت کو اللہ کے عذاب سے) ڈر۔ اور اپنے مالک کی بڑائی بیان کر اور
اپنے کپڑوں کو صاف رکھ۔ اور (بُھڑوں کی) ناپاکی سے الگ رہ۔ اور اس نیت سے احسان
نہ کر کہ اُس سے اچھا بدل ملے۔ اور اپنے مالک (کی خوشی) کیلئے (جو مصیبتیں تجھ کو پیش آئیں)
اُن پر صبر کر۔

پس اس حکم کے نازل ہوتے ہی آپ نے رائیت تبلیغ کو اٹھایا۔ اور خلقت کو اسلام
کی طرف بلایا۔ اور افسیہ خاتم المرسلین کو سر پر رکھا۔

نعت

لوں بلائیں تیری اے گیسوں والے ساقی ناز و انداز میں دُنیا سے نرالے ساقی
رحمتِ خاص کی آغوش کے پالے ساقی پیاس پیاسوں کی گچھا اور دُعائے ساقی
جرعہ نوشاں قدحِ خوار کا دل شاد ہے
خیبرِ مخم کی تیرا میکدہ آباد ہے

تو ہی توحید کی دیتا ہے بشارت ساقی تجھ سے آنکھوں میں سرورِ مٹے دشت ساقی
بادکِ اللہ تیرے دم کی بدولت ساقی ہے یہ مے خانہ اسلام سلامت ساقی
لطف کن جرعہ انجام شراب لہی

رحم بر تشنہ لبان انت امی وابی

ساقیا آئی ہے کس دھوم گلشن میں بہار عید میلاد کے نغموں سے غزل خواں ہیں ہزار
رنگ لائے ہیں جوانانِ چمن کر کے نکھار نیند کو لائی ہے جنت صبا بچوں کو ہمار
سرودِ قدس و صنوبر کہیں شمشاد کہیں

ہاتھ باندھے ہوئے گلچیں کسینا دیکیں

تاب شعلے کی نہیں خس پہ کر کرم نگاہ سرو آتشکدے ہیں دیر و کلیسا بھی تباہ
کفر نے دامن توحید میں لی ہے جو پناہ بُت پکاراٹھتے ہیں بتخانوں میں الا اللہ

اللہ اللہ کہاں پہنچی کہاں کی آواز

غرش تک گوسنج اٹھی کعبہ و اذکار

ڈھیر دیکھے جو صنم خانوں کے ٹوٹے پھوٹے مثل کفار شیاطین نے بھی سینے کو ٹوٹے
سلسلے کفر کے زنار کے رشتے ٹوٹے شرک باطل ہوا تملیت کے چھکے چھوٹے

رہ گیا ایک خدا ایک خدائی اسکی

پڑ گئی ساری خدائی میں خدائی اسکی

شان محبوبی و رعنائی کا منظر بن کر مسند عزت لولاک کا افسر بن کر
رونق تحت و علم زینت منبر بن کر صاحب تاج و نگین مالک کشور بن کر

سب سے اول جو تھا آخر وہ منشا آیا

فخر کل ختم رسل با جاہ و حشم آیا

مکی و ہاشمی و مطلبی آپہنچا ابطحی و مدنی و عربی آپہنچا

چارہ فرمائے دم جاں بلی آپہنچا درو مندوں کا طبیب اونبی آپہنچا

لودہ آپہنچا کہ دم بھرتے تھے جیسے جاکا

لائے تھے مژدہ جاں بخش مسیحا جاکا

جس کا انجیل میں ہے نام مقدس مسطور جس کی تورات میں ہے صابشارت مذکور

دیتی ہے جسکی شہادت کھلے لفظ نہیں زبور تھا جو کچھن سے ہی صاوتی بھی ہیں بھی مشہور

وحی ارشاد ہے الہام ہر فرمان جس کا

سب پر روشن ہے کھلا معجزہ قرآن جس کا

دین کو کفر کی ظلمت سے نکالا جس نے کر دیا دم میں اندھیرے کو اجالا جس نے

نور کے سانچے میں توحید کو ڈھالا جس نے قوم کے ڈوبتے بڑے کو بٹھالا جس نے

کشتی نوح کو طوفان سے بچا نیوالا

خضر و الیاس کی بھی پائیں کھانیوالا

سیدھا راستہ وہ شریعت کا دکھائیواں قافلے بھٹکے ہوئے راہ پہ لائیواں

حق کا فرمان وہ بندوں کو سنانیوالا وہ نبی علم لدنی کے خزانے والا

جس کو سب عالم اُمّی لقبی کہتے ہیں

اور ہم انت و اُمّی والی کہتے ہیں

اُسے کہ قربانِ رخ پاک پہ تو اُمّی والی وے تصدق بکالت دل ہر شیخ و صبی

شبہ والا حبیبی سرور عالی نسبى نونہالِ حُسنِ ہاشمی و مُطلبی۔

مرحبا سید کی۔ مدنی العربی

دل و جان بادِ فدائت چہ عجب شریعتی

بارک اللہ قیامت قد بالاداری چشم بدوور عجب حُسنِ سراپاداری

مشعلِ طور بکف از رخِ زیبا داری لطفِ اعجازِ مسیحا بہ سخندا داری

حُسنِ یوسف دمِ عینے یدِ بیضا داری

آنچہ فوہاں ہمہ وارند تو تنہا داری (شفیقِ حماد پوری)

سب سے پہلے وحی ماہِ رمضان میں نازل ہوئی۔ مگر آیت کے نازل ہونے میں اختلاف

ہے کہ سب سے پہلے کون سی آیت اُتری۔ بعض کہتے ہیں سورۃ فاتحۃ الكتاب یعنی

الحمد شریف اور اقرأ کا لفظ ساتھ حکم کا ہے۔ یعنی اقرأ یا محمد صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم لبسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین

الرحمن الرحیم۔ الخ اور بعض کا قول ہے کہ سورۃ العلق نازل ہوئی

اس میں شک نہیں کہ قرآن مجید ماہِ رمضان میں نازل ہونا شروع ہوا۔ کیونکہ

قرآن شریف میں سورۃ القدر (پ) صاف دلالت کرتا ہے۔ بعض بزرگان

دین یہ بھی کہتے ہیں کہ لوح محفوظ سے بھی ماہِ رمضان میں اتارا گیا۔ چونکہ پہلی دفعہ

جبرائیل علیہ السلام غارِ حرا میں ماہِ رمضان میں ہی نازل ہوئے۔ اس واسطے صاف

ظاہر ہے کہ قرآن شریف ماہ رمضان میں نازل ہونا شروع ہوا۔

جب تین سال تک جبرائیل علیہ السلام نے وقفہ دیا تو پھر سب سے پہلے سورۃ المدثر (پتہ) نازل ہوئی۔

اب آپ نے توحید کا بانس اٹھا کر قوم کی کشتی کو گرداب ضلالت سے نکالنے کی کوشش شروع کی۔ سب سے پہلے ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے مشرف ہوئیں۔ اور جس طرح پر جبرائیل علیہ السلام سے نماز کی تعلیم حاصل کی تھی۔ پڑھائی۔ بعد ازیں شیر خدا حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ دولت اسلام سے مالا مال ہوئے۔ جس کی کیفیت اس طرح ہے کہ ابو طالب کثرت عیال اور قلت مال کے باعث ہمیشہ محزون و ملول رہتا تھا۔ آپ اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے صلاح مشورہ کر کے ایک ایک لڑکا اپنے اپنے گھر لے آئے۔ تاکہ ابو طالب کو کچھ فراغت حاصل ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ لے آئے۔ اور جعفرؓ کو آپ کا چچا عباس رضی اللہ عنہ لے گئے۔ چلتے وقت ابو طالب نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ہایت کی کہ جو کام محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں۔ وہ بید صبر نہ کر لینا۔ کیونکہ سوا نیکی کے اور کوئی رستہ نہیں بتائیگا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ آچکے گھر آئے۔ تو آپ نے ان کی موجودگی میں نماز ادا کی۔ بعد از نماز جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے۔ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ سے استفسار کیا کہ یہ آپ کیا کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میں خدا کی عبادت میں مشغول تھا یہ دینِ خدائی ہے۔ جس کی دعوت کیواسطے میں مبعوث ہوا ہوں۔ اور اب میں تجھے اس کی دعوت کرتا ہوں۔ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جواب دیا کہ میں نے یہ دین کسی سے نہیں سنا۔ اس واسطے میں اپنے باپ کی مرضی کے بغیر دین قبول نہیں کر سکتا۔ اُسی وقت خداوند تعالیٰ کی مہربانی سے اسلام کی روشنی سے آپ کا دل منور ہو گیا۔ جب اجازت لینے کے لئے چلے تو ابھی دو قدم ہی گئے تھے

کر یا دایا کہ باپ نے کہا تھا کہ محمد صلعم جو کچھ فرماویں اس پر عمل کرنا۔ اب مجھے اجازت کی کیا ضرورت ہے۔ اسی وقت واپس ہوئے۔ اور دولت اسلام سے مالا مال ہو گئے۔ تیسرے دن بعد (پہلے دن خدیجہ رضی اللہ عنہ دوسرے دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ مشرف باسلام ہوئے) یعنی چار شنبہ کو ایک آزاد شدہ غلام زید بن حارثہ سلک اسلام میں منسلک ہوا۔

ایک دن آپ نماز میں مشغول تھے کہ ابوطالب اوپر سے آگیا۔ اور چپکے سے پاس بٹھ گیا۔ جب آپ معہ ہمراہیوں کے نماز سے فارغ ہوئے۔ تو ابوطالب نے آپ کی طرف مخاطب ہو کر سوال کیا کہ یہ کیا کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا ہذا دین اللہ و دین ملائکہ و دین رسلہ و دین انبیاء و دین ابراہیم علیہ السلام بعثنی اللہ تعالیٰ بالرسالت الی العباد۔ کہ یہ دین اللہ کا ہے۔ اُس کے فرشتوں کا۔ اس کے رسولوں کا۔ اس کے نبیوں کا۔ دین ابراہیم علیہ السلام کا۔ اور خدا نے مجھے مبعوث کر کے بھیجا ہے۔ پس اب میں آپ کو اس دین میں داخل ہونے کی دعوت کرتا ہوں۔ ابوطالب نے کہا کہ اے فرزند دلہند تو ٹھیک کہتا ہے۔ مگر میرا دل آیا و اجداو کے دین کو چھوڑنا پسند نہیں کرتا۔ بعد ازیں ابوطالب نے اپنے بیٹے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف دیکھا۔ تو امیر المؤمنین نے جواب دیا کہ اے باپ میں نے یہ دین قبول کر لیا ہے۔ اور یہ دین سچا ہے۔ پھر ابوطالب نے کہا۔ یا بنی انما اذہم ید علی الخیر فالزمہ۔ اے بیٹے تا بعد ازیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیونکہ وہ تجھ کو سوائے نیکی کے رستے کے اور کسی طرف نہیں لے جائیگا۔ تو اس کے حکم پر دل و جان سے کار بند ہو۔ اس کے بعد صاحب صدق و صفا امیر المؤمنین ابو بکر صدیق بن قحافہ مشرف باسلام ہوئے۔ ان کے ایمان لانے کی مختلف روایتیں ہیں۔ جو کہ غالی از دلچسپی نہیں پہلے یہ کہ ایک دن آپ نے خواب دیکھا تھا۔ جس کی تعبیر بحیرہ راہب سے دریافت کی تو بحیرہ نے تعبیر میں بتلایا کہ ایک نسی باشم کے قبیلے میں

پیدا ہوگا۔ جس کا حلیہ وغیرہ اس اس قسم کا ہوگا۔ اور تو اس نبی کا وزیر ہوگا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس خواب کو دل میں رکھا۔ جب وہ وقت معلوم ہوا اور آپ نے دیکھا کہ سوائے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کوئی شخص اس حلیہ کا نہیں ہے۔ تو آمنا و صدقنا کہتے ہوئے آپ کی خدمت میں آکر مشرف باسلام ہوئے۔

دوسری روایت یہ ہے کہ ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے کہ وہ درخت جلدی سے امیر المؤمنین کے جسم کو چمٹ گیا۔ حیران ہو کر وہی تباہی باتیں کرنے لگے۔ تو ندا آئی کہ اے صدیقؓ تو اس الو العزم رسول محترم کا مشیر باندہیر ہوگا۔ جو عنقریب ظاہر ہو کر دنیا سے بُت پرستی کا نام و نشان مٹا دے گا۔ انہوں نے درخت سے وعدہ لیا کہ جب وہ عالیشان سلطان مبعوث ہو تو مجھے اطلاع دو۔ چنانچہ جس دن آپ مبعوث ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی۔ مگر اس وقت وہ سفر میں تھے۔ گھر پہنچتے ہی بُتوں کو ٹوٹے ٹوٹے کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تیسری روایت کا ذکر ابوطالب کے ہمراہ آپ کا سفر شام اور بحیرہ راہب کے کہنے سے پلٹ آنے کے بیان میں ہو چکا ہے۔ آپ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر انس ہو گئی تھی کہ جدا ہونا گوارا نہیں کرتے تھے۔ اُدھر تو آپ خلقت کو اسلام کی طرف بلاتے تھے۔ اُدھر حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی دعوت اسلام کرنے لگے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل اصحاب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ذریعے مسلمان ہوئے (۱) عثمان بن عفان (۲) زبیر بن العوام (۳) طلحہ بن عبد اللہ (۴) سعد بن ابی وقاص (۵) عبد الرحمن بن عوف اور کُنبہ کے آدمی اسی طرح سے رفتہ رفتہ یہ گروہ بڑھتا گیا۔ ابھی نزول رسالت کو تین سال ہی ہوئے تھے کہ حکم خداوند ذوالجلال بیدیں منوال آپہنچا۔

فاصلہ ع بما تو مروا عرض عن المشركين انا كفيناك المستهزين

یعنی اسلام کو آشکارا کرنے اور بلند آواز سے بڑھنے اور علانیہ تبلیغ اسلام کا حکم آگیا۔ اس حکم کے آتے ہی آپ کوہ صفا پر تشریف لے گئے۔ اور جمیع قبائل عرب کو بلایا۔ اور فرمایا کہ اے معشر خلایق کبھی تم نے مجھ سے جھوٹ سنا ہے؟ سب نے نفی میں جواب دیا۔ بعد ازاں فرمایا۔ اگر میں کہوں اس پہاڑ کے نیچے تمہارا ایک بڑا بھاری دشمن ڈیرے والا پڑا ہے۔ تو کیا تم مان لو گے۔ سب نے یک زبان اور متفق ہو کر جواب دیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو بچپن سے ہی صادق اور امین مشہور ہے۔ ہم اعتبار کرتے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ خداوند کریم نے مجھے تمہاری رہبری کی واسطے بھیجا ہے۔ پس یقین کرو کہ بت جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ وہ بڑا بھاری دشمن تمہارے پیچھے ہے۔ پس بتوں کو توڑ دو۔ اور اللہ کی طرف رجوع کرو جس سے فائدہ ہو۔ بتوں سے نفع کی بجائے سراسر نقصان ہے۔ اب تہ دل سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ کا اقرار کرو۔ اس بات کے سنتے ہی سب پر آشفتہ ہوئے۔ ابولہب پکارا اٹھا کہ میرے بھائی کا لڑکا دیوانہ ہو گیا ہے۔ اپنے آباؤ اجداد کے دین سے بیگانہ ہو گیا ہے۔ اس کی بات پر خیال مت کرو۔ جب یہ آواز آپ نے سنی تو محزون و طول ہو کر گھر میں تشریف لائے۔ بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہ نے بہت سی تسلی و تشفی کی اور کہا کہ خداوند کریم تیرے دین کی امداد پر ہے۔ اخیر پر تیری ہی فتح ہو گی۔ تم دیوانے نہیں ہو۔ بلکہ وہی مرد و دیوانے ہیں۔ اور وہی مجہول عقل و علم سے بیگانے ہیں۔ اتنے میں خداوند کریم کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی :-

تَا وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ۔ مَا أَنتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ۔ وَإِن لَّكَ لَآجِرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ۔ وَإِنَّا لَعَلَّ خَلْقَ عَظِيمٍ۔ فَسَتَبْصُرُ وَبَصِيرُونَ۔ يَا أَيُّهَا الْمُنْتَوْنَ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ۔ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ۔ فَلَا تَطْعَمُ الْمَلَكُوتَ بَيْنَ۔ (پ ۲۹ س القیم) (ترجمہ) قلم کی قسم اور (فرشتوں کے) لکھنے والے اپنے مالک کے فضل سے (خدا نخواستہ) دیوانہ نہیں ہے (جیسے کافر تجھ کو سمجھتے ہیں) اور تجھ کو

بے انتہا اجر ملے گا۔ اور تو بے شک بڑے خلیق والا ہے۔ اب تو دیکھ لے گا۔ اور کا فر بھی دیکھ لینگے۔ تم میں سے کون دیوانہ ہے۔ بے شک تیرا مالک خوب جانتا ہے۔ کون اس کے رستے سے بھٹکا ہوا ہے۔ اور جو لوگ راہ پائے ہوئے ہیں۔ ان کو بھی خوب جانتا ہے۔ تو (اے پیغمبر) جھٹلانے والے کافروں کا کناست مان۔

پھر آپ نے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ خداوند جل و علی کا حکم پہنچا ہے۔ کہ خلقت کو اس کے عذاب سے ڈرا۔ اور اسلام کی طرف دعوت کر۔ مگر وہ میری بات سنی پسند نہیں کرتے۔ اور اُلٹے لڑتے ہیں۔ میں کیا کروں۔ ؟ اتنے میں جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے۔ اور کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑا سا گوشت بناؤ۔ اور پہلے اس میں سے تھوڑا سا خو کھا کر باقی تقسیم کرو۔ آپ نے اسی طرح ہی کیا۔ اور گوشت لے کر کوہ صفا پر چلے گئے۔ اور جمع قبائل کو بلا کر ان سب میں وہ گوشت تقسیم کیا۔ مگر تقسیم کرنے کے بعد اتنا ہی گوشت برتن میں موجود تھا۔ جتنا کہ پہلے تھا۔ پھر آپ نے دعوت اسلام کی۔ مگر ابوسب مرہ و دُپکار اٹھا۔ کہ اے یارو ہرگز اس کی بات پر عمل نہ کرنا۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کھانے پر جادو کر دیا ہے۔ پھر ابوسب سے مخاطب ہوا۔ اور کہا کہ دیکھ محمد ہمارے خداؤں کی تضحیک تو ہمیں کرتا ہے۔ ابوطالب نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے فرزند و بلند نوجس بات پر مامور ہوا ہے۔ اس کی بدل و بان کو شش اور خلقت کو اپنے خدا کی طرف بلا مجھے تیری اعانت سے بڑھ کر اور کوئی چیز عزیز نہیں ہے۔ پھر ابولہب کے مخاطب ہو کر کہا کہ اے ابولہب جب تک میں زندہ ہوں۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت و اُلفت و حفاظت کو نہ چھوڑوں گا۔ اور اس کے دشمن کے ساتھ آخری دم تک لڑوں گا۔ افسوس ہے کہ عزیزوں کا خون بھی سرد ہو گیا۔ اگر تم اس پر ایمان نہیں لاتے۔ تو اس کی حفاظت و محبت کو نہ چھوڑو۔ مگر ابوسب و ابو جہل و دیگر بد بختوں نے نہ مانا۔ اور مخالفت پر نئے رہے۔

ایک دن آپ تبلیغ اسلام میں مشغول تھے کہ ابوسب کا بھی اس طرف سے

گزر ہوا۔ آپ نے ابولہب کو مخاطب کر کے ایمان لانے کی نسبت کہا۔ تو ابولہب لعین نے بکڑ کر تباہ لک یعنی ہلاکت ہو تجھ پر۔ کہا۔ آپ دیدہ گریاں وسینہ بریاں گھر کی طرف تشریف لائے۔ تو آپ کی تسکین خاطر کے لئے یہ حکم نازل ہوا۔ سورہ تبت ید ابی لہب و تب۔ ما اغنیٰ عنہ مالہ وما کسب سیئملہ نارا ذات لہب (ترجمہ) ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے (یعنی اس کی ہیر نہ چلنے پائی) اور وہ خود ہلاک ہوگا۔ اس کا مال اور اس کی کمائی کچھ اس کے کام نہ آئی وہ عنقریب شعلہ مارتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا۔ یہ بد بخت معہ اپنی عورت کے آپ کے راستے میں کانٹے ڈالتے تھے۔

جب بتوں کی بُرائی اور دین خدا کی رہنمائی علانیہ ہونے لگی۔ اور قریش تنگ آگئے تو سرے ملکر ابوطالب کے پاس شکایت کی کہ اسے ابوطالب تجھ پر مخفی نہیں ہے کہ ہمارے خداؤں کی توہین ہو رہی ہے۔ اور بُرے سے بُرے الفاظ ان کے حق میں تمہارا برادر زادہ استعمال کر رہا ہے۔ مگر چونکہ تو ہمارا سردار ہے۔ ہم تیری وجہ سے کچھ تعرض نہیں کرتے۔ اس لئے ہم تیرے پاس شکایت لائے ہیں کہ تو اس کو سمجھاٹے۔ اگر وہ تمہارے کہنے سے باز نہ آئیگا اور ہمارے معبودوں کو اسی طرح بُرا بھلا کہتا رہے گا۔ تو ہم خود سمجھ لینگے۔ ہم اپنی حجت پوری کرتے ہیں۔ ابوطالب نے اُن کو مشفقانہ جواب دیکر رخصت کیا۔ اور اس واقعہ سے آپ کو مطلقاً خبردار نہیں کیا۔ آپ اُسی دُصمن میں لگے رہے۔ اور دین حق کی اشاعت میں سرگرم رہے۔ جب ابولیان کہنے پھر وہی رنگ دیکھا تو مکر ابوطالب کے پاس آئے۔ اور کہا کہ اس سے پہلے ہم سمجھا چکے ہیں۔ اور اب پھر سمجھاتے ہیں۔ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو سمجھا اگر وہ ہمارا سردار بننا چاہتا ہے تو ہم سردار بنانے کو تیار ہیں۔ اگر وہ دولت جمع کرنا چاہتا ہے۔ تو جس قدر وہ مانگے ہم دینے کو تیار ہیں۔ جو کچھ وہ کہے ہم قبول کرتے ہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ ہمارے معبودوں کو بُرا مت کہے۔ اور ہمیں باطل پرست اور مشرک

نہ کہے جب آپ گھر میں تشریف لائے، تو ابوطالب نے سارا قصہ کہہ سنایا۔
 تو آپ رو پڑے اور فرمایا کہ اے چچا ایسی امید نہ تھی، اگر اہل مکہ مجھے تمام دنیا
 کی دولت دے دیں تو بھی میں اپنے ارادہ سے باز نہ آؤں گا۔ آپ کی مرضی ہے
 اگر آپ ڈرتے ہیں تو بیشک میری حفاظت چھوڑ دیں۔ میں ان کی مخالفت و
 خصومت سے نہیں ڈرتا۔ یہ کہہ روئے ہوئے چلے گئے۔ جب ابوطالب نے
 دیکھا کہ آپ غمناک و افسردہ خاطر اور ناامید ہو کر گریہ زاری کرتے ہوئے تشریف
 لے گئے ہیں۔ نو دیوانہ وار پیچھے اٹھ کر دوڑا۔ اور بڑی محبت و لطف سے اپنے
 گھر میں لا کر گما۔ یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر تمام دنیا میری مخالفت ہوتی ہے
 تو ہو جائے۔ اگر دشمن میرا بندہ بن کر دین تو کچھ پروا نہیں۔ میں تمہاری حمایت
 و طرفداری کو ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ جاؤ اپنا کام دلجمعی سے کرو۔ اب آپ خنداں
 خنداں باہر تشریف لائے۔ اور پہلے سے زیادہ کوشش سے اپنے کام میں
 مصروف ہوئے۔ جب قریش نے پھر وہی اطوار دیکھے۔ تو ایک نہایت ہی
 خوبصورت لڑکے کو اٹھا کر ابوطالب کے پاس لے آئے۔ اور یوں گویا ہوئے
 کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بجائے اس لڑکے کو اپنا فرزند بنالے۔ اور محمد
 (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہاتھ اٹھالے۔ تاکہ ہم اس کو قتل کر کے مخلصی پائیں
 ابوطالب یہ سنتے ہی بہت برا لگھڑکے ہوا۔ اور جوش میں آ کر قریش کو باہر نکال دیا
 اب قریش نے ابوطالب کی مخالفت پر بھی کمر باندھ دیا۔ جب ابوطالب نے زمانہ
 کا یہ رنگ دیکھا۔ تو اس نے اپنے قریبی بنی ہاشم و بنی عبدالمطلب کو بلایا۔ اور
 سورۃ واقعہ سے اطلاع دی۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا۔ کہ ہمیں تیرا فرمان منظور
 ہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کریں گے۔ لیکن ابوہریرہؓ نے
 اس بات کو تسلیم نہ کیا۔ اور انجیدہ ہو کر باہر نکل آیا۔

اب وہ زمانہ آیا کہ آپ کو اپنے پیارے خدائی دین کے عوض طرح
 طرح کی تکالیف میں مبتلا ہونا پڑے۔ چنانچہ جب دیگر قبائل نے بنی ہاشم اور

بنی عبد المطلب کو آپ کی حمایت کے رنگ میں رنگا ہوا پایا۔ تو آپ کو اور آپ کے
 تابعین کو طرح طرح کی ایذاؤں دینی شروع کیں۔ سب سے بڑھ کر ابو جہل
 بن ہشام۔ ابولسب بن عبد المطلب۔ عقبہ بن ابی معیط۔ حکم بن ابی العاص
 اسود بن المطلب۔ ولید بن مغیرہ۔ عاص بن وائل۔ ابوقیس و نصیر بن الحارث
 ضائب و عاص بن سعید۔ اسود بن عبد یغوث۔ عاص بن ہشام۔ اُمیہ
 بن خلف۔ عدی بن حمرہ۔ لعنت اللہ علیہم اجمعین۔ آزار دہندگان
 سید محمد اصرعی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تھے۔ ان سب میں بڑھ کر بد بخت ازل و
 شقی روز اول نصر بن الحارث تھا۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے بد بخت
 کو چشم سیاہ دل تھے۔ جنہوں نے کہ آپ کی مخالفت پر کمر باندھی۔ جب
 آپ راستہ میں چلتے تو کانٹے ڈالے جاتے۔ جس سے پاؤں زخمی ہوتے۔
 مکانوں کی چھتوں پر سے کوڑا کرکٹ آپ کے فرق مبارک پر ڈالتے وغیرہ
 مگر وہ رے صبر و ہمت و استقلال؛ آپ یہ دعا فرماتے کیا الہی یہ جاہل ہیں
 ان کو سیدھے رستہ پر لا۔ جب آپ وعظ کرتے۔ تو پتھروں کا مینہ برساتے۔
 آپ کا بدن مبارک لہو لہان ہو جاتا۔ آپ کے تابعین کو باندھ باندھ کر عین
 نصف النہار کی وقت دھوپ میں گرم ریت پر ڈال دیتے۔ بعض بصریم
 ان بیچاروں کے جسم میں زخم کر کے نمک چھڑکتے۔ مگر کیا مجال کہ آپ کے تابعین
 کے دل میں ہال بھر بھی فرق آتا۔ اور یہی کہتے کہ بند بند بدن کا توڑ ڈالو۔ مگر
 اس رسول اُمّی پر جان قربان ہے۔

ایک دن آپ بازار میں وعظ کرتے جاتے تھے کہ ایہا الناس قولو
 لا الہ الا اللہ تفلحوا لا الہ الا اللہ مگر ابولسب جھولی میں پتھر و سنگریزے
 ڈالے ہوئے پیچھے سے مارتا جاتا تھا۔ کسی اجنبی شخص نے پوچھا کہ یہ آدمی
 کون ہیں لوگوں نے کہا کہ اگلا محمد بن عبد اللہ ہے۔ جو دعویٰ نبوت کا کرتا ہے
 اور پچھلا پتھر مارنے والا اُن کا چچا ابولسب ہے۔ اور کہتا ہے کہ انہ کن اب

فلا قصد قو (یچھوٹا ہے۔ اس کا اعتبار ست کرو) (معاذ اللہ) اس کا وعظ مت
سنو۔ اکثر اوقات جب آپ خلعت کو راہ راست پر لانے کے واسطے وعظ
کرتے تو لوگ اس قدر شور مچاتے کہ کان پڑھی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ اکثر
اوقات پتھر مارتے کہ بدن مبارک سے ٹوٹو آڑے کی طرح بہتا۔

جب آپ کو انواع و اقسام کی مصائب سامنا ہوا۔ اور کوئی شخص راہ
راست پر آتا نظر نہ آیا۔ تو ایک فرشتہ آپ کے پاس آیا اور عرض کی، یا محمد
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر محمد معلم چاہیں تو ابھی
اہل یمن مکہ کو نیست و نابود کر دوں۔ آپ نے فرمایا کہ تمہیں میں اس واسطے نہیں
آیا ہوں کہ ان کو ہلاک کروں۔ شاید ان میں سے کوئی آدمی ایسا پیدا ہو جائے
جو حق کی عبادت کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو فرمایا کہ دیکھو۔ میرے محبوب کو
جو باوجود اس قدر تکالیف اور طرح طرح کے مصائب و نواب پینچنے کے پھر
بھی ان کے حق میں دعائے مغفرت مانگتا ہے۔ تحقیق وَمَا أَرْسَلْنَاكَ
إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ۔ لوگ آپ کو گالیاں دیتے۔ یہودہ الفاظ کہتے دیوانہ
کہتے۔ غزہ زنی کرتے۔ کاذب سے منسوب کرتے۔

جب آپ کو تبلیغ اسلام کرتے کرتے ایک سال کا عرصہ گزرا۔ اور حج
کے دن قریب آئے۔ تو آپ کے دشمنان تباہ کاریاں روزگارنے آپس میں
صلاح کی کہ حج کا زمانہ قریب ہے۔ باہر سے لوگ آئیں گے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
کی زبان معجز بیان میں وہ حلاوت۔ فصاحت و بلاغت ہے کہ ہمارا بھی ناطقہ
بند ہو جاتا ہے۔ وہ جب محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شبیریں نکلتی ہیں اور
خوش بیانی کو سنیں گے تو اپنے دین سے عین ہر جائیں گے۔ بہتر ہے کہ
کسی نعمت سے اس کو منسوب کیا جائے۔ تاکہ لوگ اس کی بات چرخہ
کریں۔ کسی بدبخت نے مجھ کو کسی سیاہ کار نے دیوانہ کسی شیطان سے کہا کہ
کسی مفتری نے کذاب کے الفاظ سے منسوب کیا۔ مگر سب رالیوں سے یہ

رائے غالب ہوئی کہ آپ کو ساحر کے لقب سے ملقب کیا جائے۔
جب شقیان ازل نے ساحر کے لقب سے مشہور کیا۔ تو خداوند تعالیٰ نے
ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی: **وَزَرْنِي مِنْ خَلْقِكَ وَحِيدًا**
وَجَعَلْتَ لَهُ مَالًا مَعْدُودًا وَبَيْنَ شُهُودًا وَمُهَدَّتْ لَهُ تَهْمِيدًا ثُمَّ يَطْمَعُ
أَن يَأْزِلَ كَلَّا إِنَّهُ كَانَ لِأَيَاتِنَا عَنِيدًا اسارہ حقہ صعوداً اند فکرو قدّر
فقتل کیف قدر ثم نظر ثم عبس ویر ثم ادبر وواستکبر فقال
ان هذا الا سحر یوتران هذا الا قول البشر،

ایک دن کا ذکر ہے کہ خانہ کعبہ میں قریش کا گروہ بیٹھا ہوا تھا۔ اور آپ کے
متعلق ہی گفتگو ہو رہی تھی۔ کہ کیا علاج کیا جائے کہ ناگماں آپ تشریف لائے
اور کتے ہی فرمایا: اے سرداران قریش۔ خدا کے لئے باز آؤ۔ اور یذبحت بتوں
کی عبادت سے ہاتھ اٹھا کر اس خداوند قادر و توانا کی عبادت کرو جس سے
فائدہ پہنچے۔ یہ سنتے ہی پہلے تو قریش پر لرزہ طاری ہو گیا۔ بعد ازاں پھر آپ نے
بتوں کی تضحیک اور خداوند علی کی تعریف شروع کی۔ اور ان کو راہ حق کی
طرف بلایا۔ عقبہ بن ابی معیط نے جرات کر کے آپ کی گردن مبارک میں
ہاتھ ڈالے۔ یہاں تک کہ آپ کا سانس بھی رُک گیا۔ اتنے میں حضرت ابو بکر رض
تشریف لائے اور فرمایا کہ: **الْقَتْلُونَ رَجُلًا** ان یقول ربی اللہ وقد جاءکم
بالبینات من ربکم (پ ۲۷ ص المؤمن ع ۴) ترجمہ: تم ایک شخص کو (اتنی بات
پر) قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا مالک خدا ہے۔ حالانکہ وہ تمہارے مالک کی طرف سے
بمبارکے پاس نشانیاں بھی لے کر آیا ہے۔ ہے ہے تم اس مرد خدا کو تکلیف دیتے ہو
جو کہ تمہیں سیدھا رتہ دکھاتا ہے۔ بس یہ سننا تھا۔ کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ
عنه کو بھی کپڑا لیا۔ اور اس قدر زور دیا کہ جسم سے خون فوارے کی طرح نکل
رہا تھا۔ اتنے میں قبیلے کے لوگوں کو خبر ہوئی تو آکر چھوڑا۔ اور گھر پر لے گئے۔
جب قریش نے اپنی کوئی پیش چلتی نہ دیکھی۔ اور اسلام کو دن بدن ترقی پر

دیکھا تو عبید بن ربیعہ کو آپ کی خدمت میں بھیجا کہ جا کر سمجھا لے۔ جب عبید پہنچا تو اُس نے کہا: یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) عبد اللہ بہتر تھا یا تم؟ مگر آپ خاموش رہے۔ پھر سوال کیا کہ تم بہتر ہو یا عبد المطلب؟ مگر پھر بھی خاموشی کو استعمال کیا۔ پھر عبید نے کہا کہ اگر تمہارے خیال میں سابقین اچھے تھے۔ تو وہ بُت پرست تھے۔ اور اگر اپنے آپ کو اچھا سمجھتے ہو۔ تو میرے ساتھ بات کرو۔ اگر تمہارے دماغ میں کسی طرح کا قصور ہے۔ تو ہم علاج کرتے ہیں۔ اگر افلاس کا خیال ہے تو جتنا مال چاہے لے۔ اور اہل مکہ میں جس عورت کے ساتھ شادی کرنا چاہے کر دیتے ہیں۔ اگر سرداری کا خیال ہے تو ہم اپنا بادشاہ بناتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بس تو اپنی کلام ختم کر چکا۔ پھر آپ نے پڑھا: (س طم السجدہ پ ۲۴)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ کُتِبَ فُصِّلَتِ الْاٰیَةُ ۝ فَاِنَّا غَمَرْنَا الْقَوْمَ لَعَلُّهُمْ یَعْلَمُوْنَ ۝ بِشَیْءٍ اَوْ ذِیْکَ ۝ فَاَعْرَضَ الْکَثَرُ عَنْهُمْ فَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ۝ وَقَالُوْا قُلُوْا بِنَاۤیِ الْاَکْثَرِ مِمَّا تَدْعُوْنَ اَلَاۤیَہِمْ وَفِیْ اِذَا نَاوَقَرُوْا مِنْۢ بَیْنِنَا وَبَیْنِکَ حِجَابٍ ۝ فَاَعْمَلِ الْاٰیٰتِ ۝ عَلٰوْنَ ۝ قُلْ اِنَّمَا اَنَاۤ اَبَشِّرُ مِثْلَکُمْ یٰۤاٰحٰی اِلٰی ۝ اَلَمْ تَرَ اَللّٰہَ وَاحِدًا ۝ فَاَسْتَغِیْثُ بِاللّٰہِ ۝ وَاسْتَغْفِرُ وَکَدَّ وَیْلٌ لِّلْمُشْرِکِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ لَا یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوٰتَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ ۝ هُمْ کٰفِرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ قُلْ اَبَیْتُکُمْ لَتَکْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنٍ ۝ وَتَجْعَلُوْنَ لَہٗ اَنْدَادًا ۝ ذٰلِکَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَجَعَلَ فِیْہَا رَوٰۤاۤی سَبۜی مِنْۢ فَوْقِہَا وَبَرَکَ فِیْہَا وَقَدَّرَ فِیْہَا اَقْوَامًا ۝ فِیْ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ ۝ سَوَآءٌ لِّلنَّاسِ اِلَیْہِ ۝ ثُمَّ اسْتَوٰۤاۤی اِلَی السَّمَآءِ وَہِیْ وَحٰنٌ ۝ فَقَالَ لَہَا وَ لِلْاَرْضِ اَسْتِیَاحُوْعًا ۝ اَوْ کَرٰہًا ۝ قَالْنَا اَتِنَا طَآرِعِیْنِ ۝ فَقَضٰہُمۡۤ سَبۜعَ سَمٰوٰتٍ فِیْ یَوْمَیْنٍ ۝ وَاَوْحٰۤی فِیْ کُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَہَا ۝ وَرَبَّنَا السَّمَآءُ الدُّنٰیَا بِمَصَارِیْعِمْ وَحِفْظًا ۝ ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۝

فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنْزَلْتُكُمْ صَحِيفَةً مِثْلَ طَحِيقَةِ عَادٍ وَتُحُودِهِ
ترجمہ: شروع ساتھ نام اللہ کے جو بہت مہربان ہے رحم والا۔ یہ بہت رحم
والے مہربان (خدا) کی اُتاری ہوئی کتاب ہے جس کی آیتیں جدا جدا ہیں عربی قرآن
سمجھدار لوگوں کے لئے جو (ماننے والوں کو) خوشخبری سناتا ہے۔ اور (کافروں کو) ڈراتا
ہے۔ لیکن اکثر لوگوں نے منہ موڑ لیا ہے۔ تو وہ (اس قرآن کو دل لگا کر) سنتے ہی نہیں
اور (اسے پیغمبرؐ سے کافر) کہتے ہیں جس بات کی طرف تو ہم کو لاتا ہے۔ اس کے
ماننے سے تو ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہیں۔ اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے۔ اور ہم
میں اور تجھ میں ایک اوٹ ہے۔ تو تو اپنا کام کئے جلد (توحید پر قائم رہ) ہم (اپنا) کر رہے
ہیں۔ کہہ دے میں اور کچھ نہیں۔ تمہاری طرح ایک آدمی ہوں۔ مجھ پر (خدا کی طرف سے)
حکم آتا ہے۔ تمہارا (سبک) خدا ایک ہی خدا ہے۔ سیدھے اُسی کی طرف منہ کئے رہو (اسی کی
عبادت کرو) اور اسی سے (اپنے گناہوں کی) معافی چاہو۔ اور مشرکوں کی (ایک دن)
خرابی ہونے والی ہے۔ جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کو بھی وہ نہیں مانتے۔ بے شک جو
لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کو (اجر) ایسا نیک ملیگا جبکی انتہا نہیں (اسی پیغمبرؐ)
کہہ دے کیا تم اس (خدا) کو نہیں مانتے جس نے دو دن میں زمین بنائی۔ اور تم (موتوں)
کو اس کے برابر والے سمجھتے ہو۔ وہ تو سارے جہان کا مالک ہے۔ اور اس میں بھابھا بناؤ
اور برکت رکھی۔ اور وہاں کے (درخت، والوں کے لئے) خوراک کا بندوبست کیا۔ یہ سب
چاروں میں ہوا۔ ٹھیک پوچھنے والوں کے لئے پھر پروردگار آسمان کی طرف چڑھا۔ وہ
ایک دن دھواں سا تھا۔ اور آسمان اور زمین سے فرمایا کہ خود خوشی سے خواہ زیر و ستی
سے میرا حکم مانو۔ دونوں نے عرض کی ہم خوشی سے تیرا حکم ماننے کو تیار ہیں۔ پھر دو دن میں
سات آسمان بنائے۔ اور جو کچھ کرنا تھا کیا۔ اور ہم نے نزدیک والے (پچھلے) آسمان کو چراغوں سے

سلا آسمان
سورن چاند
پانی دھڑہ دھڑہ
مٹی کو پیدل اور پودہ کو درخت
لوہن اسلہ لکھنا کہ تقدیر کو زمین
غزرا کہ کائنات میں پیدا ہونے والی
مٹی اور پودہ میں پیدا ہونے والی
سلا آواز۔ پیرا زمین کی پیداوار
کہ اپنے نفسوں کو کلمہ اور شریعت
لکھ دینے سے روکنا

سجایا۔ (یعنی ستاروں وغیرہ) اور اس کی حفاظت کی۔ یہ انتظام اس خدا کا ہے۔ جو پرست ہے علم والا۔ پھر اگر اللہ تعالیٰ کی اتنی نشانیاں بتانے پر بھی وہ (کافر و صیانت نہ کریں) تو ان کو کہہ دے۔ کہ تم کو اس کڑا کے (عذاب) سے ڈراتا ہوں۔ جیسا کڑا کہ (عذاب) عاد اور ثمود پر آیا۔

یہ عبارت پڑھ کر آپ نے پوچھا کیا اس کلام جیسی اور کوئی کلام شیریں و افضل ہے اُس نے کہا نہیں۔ یہ سُن کر عتبہ اپنی قوم کے پاس آیا۔ اور کہا کہ بہتر ہے کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت و خصمہ مست سے ہٹ جاؤ۔ اور جو کچھ وہ کرتا ہے کرنے دو۔ قریش نے کہا۔ مظلوم ہوتا ہے کہ تم پر بھی جاؤ کا اثر چل گیا ہے۔ عتبہ نے کہا کہ جو کچھ کہو۔ کہو۔ میں نے جو کہنا تھا سو کہہ دیا۔ مگر وہ بد بخت اپنی ہٹ سے باز نہ آئے۔ اور قتل کا ارادہ پختہ طور سے کر لیا۔ اور نکالیف کا درجہ بڑھا دیا۔ اگر آپ نماز پڑھتے ہوتے تو بخاست وغیرہ پھینک جاتے۔ مگر آپ کے مُنہ سے سوائے نیک دُعا کے اور کچھ نہ نکلتا

حضرت بلال رضی اللہ عنہ جو پہلے بت پرست تھے۔ جب اُس کے مالک امیہ کو بلال کے مسلمان ہونے کی خبر ملی۔ تو اس بد بخت نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بہت سی مار پیٹ کے بعد ہاتھ پاؤں باندھ کر دھوپ میں ڈال دیا۔ اور اس قدر پتھر مارے کہ جسم کا گوشت ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اُڑ گیا۔ اور اوپر سے نہایت ملا ہوا گرم پانی ڈالا۔ تاکہ اسلام سے مُنہ پھیر کر لات و عزرا کی طرف رجوع کرے۔ اور کبھی نہ لگا جسم کر کے کانٹوں سے گھسیٹتا۔ جو کوئی ایماندار اس کے پاس سے گزرتا۔ روتا ہوا کہتا کہ اے بلال! خیر و اردین محمدی سے نہ پھرنا۔ غرضیکہ طرح طرح کی تکالیف دیتے رہے۔ عمر بن عاص سے روایت ہے کہ ایک دن میرا گذر بلال رضی اللہ عنہ پر سے ہوا۔ دیکھا کہ امیہ اور اس کے دوسرے غلام اُس کو بُری طرح سے سزا دے رہے تھے۔ اور کہتے تھے۔ کہو میں جزا سوا دین محمدی کی

عہ حضرت بلال و حضرت صالح علیہ السلام کے وقت کی اُنہیں ہیں انہوں نے پیغمبر کے حکم کو نہ مانا۔ دن بھر اُنہیں بھیڑتی رہی ہوں

حضرت بلال رضی اللہ عنہ جو شمس آکر کھیتے میں قربان ہوں دین محمدی پر اور سزا ہوں دین تمہارے اور دین لات منات سے۔ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ یہ الفاظ کہتے تو اور سختی کرتے یہاں تک کہ بھوک پیاس اور سزا سے کئی کئی دن تک بیہوش رہتے۔ گردن میں رسیاں ڈال کر کتے کی گلیوں میں کھینچتے۔ یہی حال دوسرے صحابوں کے ساتھ بھی ہوتا رہا۔ طرح طرح کی تکلیفیں دیکھیں۔ مگر اُن تک نہ کی۔ باوجودیکہ ملائکہ تک زاری میں آتے تھے۔ اور کہتے تھے کیا آئی تیرے محبوب اور اسکے اصحابوں کا کیا حال ہے

لیکن کیا مجال ہے۔ کہ ایسی شہید تکالیف اور سخت ترین آفات میں ان کے ماتحتوں پر ہی پڑتا۔ بلکہ عاشقانِ خدا و رسول ہر اس قسم کو جو شرکین اور کفار خدا کا پایا سمجھتے۔ ہر اس تکلیف کو جو انکو پہنچتی انا اللہ وانا الیہ راجعون کہ کڑا لیتے۔ ہر وہ کوڑا جو محبتِ رسول اللہ میں انکے بدن پر پڑتا۔ بھول سمجھتے۔ اور طبیعتی ریت کو مسنت خلیلی سمجھ کر گلشنِ ارم پر تر بیج دیتے۔

ایک دن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا گدڑ حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر سے ہوا۔ آپ کا

دل بہت پیچ و تاب کھایا۔ فوراً امیہ کے پاس جا کر بولے کہ کیوں اس کو عذاب دیتا ہے۔ امیہ بگڑ کر بولا کہ اگر رحم آتا ہے تو چھوڑا لے۔ آپ نے فوراً خرید کر آزاد کر دیا۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنے لگا۔

جب اشراک کفار بدکردار کی سختیاں اور قتل و غارت صحابانِ خاتمِ الرسل پر حد سے تجاوز کر گئیں تو آپ کے پاس عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاکسارانِ کوہِ حیرت کی اجازت فرمائیے اس جگہ رہنا مشکل ہی نہیں۔ بلکہ محال ہو گیا ہے۔ آپ نے ہجرت کی اجازت دے دی۔ اور فرمایا کہ ملکِ ایہ بنیہ کی طرف ہجرت کر جاؤ۔ اس حکم کے سننے ہی کچھ آدمی جن میں سے چند ایک نام درج ہیں۔ ہجرت کر گئے۔ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اپنی امیہ بنی رقیہ بنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ اپنی امیہ کے۔ شہامہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا۔

بن العوام، مصعب بن عمیر، عبدالرحمن بن عوف، ابوسلمہ بن عبدالسلام مع اپنی اہلیہ، عثمان بن مطعون، عامر بن ربیعہ مع اپنی عورت کے حاطب بن عمر۔
حارث بن سہیل۔

ان کے جانے سے تھوڑے ہی دنوں بعد سورۃ النجم نازل ہوئی جب آپ پڑھتے پڑھتے اس آیت پر پہنچے (س النجم ۱-۲) پ ۲۷
أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ - وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَىٰ - ترجمہ: ۱۱
مشرکوں (بھلا بتلاؤ تو سنی کہ لات اور عزی اور تیسرا منات یہ کس کام کے ہیں؟
مگر مشرکوں کے کان میں اس آیت سے آگے یہ الفاظ پہنچے۔ تِلْكَ الْعِزَّىٰ
تتق العلیٰ وان شفاعتھن للنرجی۔ یعنی بہت بزرگ ہیں۔ اور خدا تعالیٰ سے
شفاعت کریں گے۔

مشرک اس آیت سے جو دراصل نازل ہی نہیں ہوئی۔ شادمان ہو گئے۔ اور
تمام مخالفت، وعداوت کو یک لحزت نقش بر آب کر دیا۔ کیونکہ جب آپ نے
سجدۃ کے موقع پر جو کہ اخیر پر فاسجد واللہ واعبدو (اے مومنو تم اللہ کی
عبادت کرو اور اسی کو سجدہ کرو) آتا ہے۔ سجدہ کیا؟ تو مشرکین نے سمجھا کہ یہ
محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے خداؤں کو سجدہ کیا ہے۔ یہ خبر آنا فائیس مشہور
ہو گئی۔ مگر جب آپ گھر پہنچے تو خداوند تعالیٰ نے اس مغایط کو آپ پر ظاہر
کر دیا اس سبب سے آپ بہت ہی محزون و ملول ہوئے۔ مگر خداوند تعالیٰ
نے آپ کی دل دہی کے واسطے یہ آیت بھیج دی: - وَمَا أَرْسَلْنَاكَ
قَبْلَكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِیٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّىٰ أَلْقَى الشَّیْطَانُ فِی أَمْنِیَّتِهِ
فَیَنْسَخُ اللَّهُ مَا یُلْقِی الشَّیْطَانُ ثُمَّ یَحْکُمُ اللَّهُ آیَۃً وَاللَّهُ عَلِیْمٌ حَلِیْمٌ
جب مشرکین کو اس امر کا علم ہوا تو انہوں نے اسی برقت مخالفت کی آگ کو جو کہ
صلح کے پانی سے سرد ہو گئی تھی۔ از سر نو بھڑکانی شروع کی۔ اور پہلے ہی
یہ کہ کوئی آیت ہی نہیں۔ نہ نازل ہوئی۔

درجے تک مڑ رہے دیا۔ بلکہ اس سے کئی گنا بڑھا دی۔

دوسری طرف جب صلح کی خبر مجاہدین ملک حبشہ کو ملی۔ تو انہوں نے کہا کہ اب پروہیں میں رہنے سے کیا فائدہ۔ اپنے ملک کی طرف روانہ ہوئے۔ جب نواحی مکہ میں پہنچے۔ تو ان کو جملہ حالات سے پوری پوری آگاہی ہوئی۔ تو اپنے سفر کی تکلیف برداشت کرنے اور پھر ملک میں وہی حال دیکھ کر کمال پریشان ہوئے۔ اور وہیں سے واپس چلے گئے۔ بلکہ یہ حال دیکھ کر مکہ معظمہ سے اور بھی بہت سے آدمی ہجرت کر گئے۔ جب اہل مکہ نے شہر کو اجاڑ ہوتے دیکھا۔ تو بہت سے تحفے سنا کے ساتھ اپنے آدمی بخاشی شاہ حبشہ کی طرف روانہ کئے۔ اور کہلا بھیجا۔ کہ یہ ہمارے فرار شدہ غلام ہیں، اس واسطے ان کو واپس کر دیجئے۔ جب قریش کے قاصد دربار بخاشی میں پہنچے۔ تو شاہ بخاشی نے مجاہدوں کو اپنے دربار میں بلایا۔ جعفر جو کہ مجاہدین میں سب سے زیادہ عقلمند اور لائق و فائق تھا۔ محاجدین کی طرف سے قریش کے قاصدوں کے سامنے بخاشی کے سوالات کا جواب دیتا رہا۔ جب جعفر نے تمام حالات سنا دیئے۔ تو بخاشی نے کہا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر ہے تو چونکہ لوگ اس کو برا بھلا کہتے اور تکلیف دیتے اور شہید کر دیتے کہ واسطے سرتور کو کشش کر رہے ہیں۔ تو پیغمبران کے حق میں دُعا کیوں نہیں مانگتا کہ ان کا سبب ماناس ہو جائے۔ جعفر نے جواب میں کہا کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھانے لگے تھے تو اس نے کیوں اُمت کی تباہی کے واسطے دُعا مانگی؟ اس جواب سے بخاشی دم بخود ہو گیا۔ اور قاصدان قریش کو رکاس کو را جواب دیا۔ کہ میں اُن شخصوں کو جو کہ حق پر ہوں اور ان کے بھائی بندان کو تکلیف دیں اور وہ میرے پاس پناہ لے آئیں۔ تو میں ہرگز ہرگز دشمنوں کے حوالے نہیں کر سکتا۔ مجھے تحفے تحائف کی ضرورت نہیں ہے۔ قاصدان قریش تحفے واپس لے گئے

لہذا بخاشی شاہ حبشہ کا نقب ہے۔ جیسے امیر کابل سلطان دربار انان بن دیرہ

جعفر کی گفتگو سننے سے بنجاشی نے انجیل منگوائی اور انجیل پر سے آخر الزمان پیغمبر کی نسبت جو پیشینگوئی درج تھی اس کو پڑھا اور جعفر سے بھی آپ کے اوصاف پوچھے۔ جب انجیل کی عبارت اور جعفر کی تقریر ہو بہو مل گئی۔ تو بنجاشی بھی ایمان لے آیا۔ مگر فی الحال اس کا ایمان مخفی رہا۔ کیونکہ اس کو سلطنت کریط سے بہت سا خطرہ تھا۔ آخر کار بنجاشی نے اپنے چند آدمی آپ کی خدمت میں کہ روانہ کئے۔ جب وہ آدمی مکہ میں پہنچے۔ تو اول قریش نے ان کو منع کیا۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہرگز ہرگز نہ ملنا۔ کیونکہ وہ ساحر ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تم پر سحر کا اثر ہو جائے۔ اور غریب الوطنی میں تمہیں مصیبت پیش آئے۔ مگر وہ تو آئے ہی اس کام کے واسطے تھے۔ کیوں نہ ملتے۔ قریش کی بات کو نہ سُنکر مسی طاہر جو کہ ان عیساویوں کا سردار تھا۔ مع اپنے ہمراہیوں کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بہت سے سوال و جواب کے بعد طاہر مسلمان ہو گیا اور اپنے ہمراہیوں کو بھی سک اسلام میں منسلک کرتا ہوا۔ واپس بنجاشی کے پاس پہنچا۔ اب بنجاشی نے بھی کلمہ حق لا الہ الا اللہ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللہ کا ورد کیا۔ مگر حبیباً کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ پوشیدہ ہی رہا۔ اور ان آدمیوں کو بھی پوشیدہ رکھنے کا حکم دیا۔ اور معاصرین کی بڑی خاطر تواضع اور عزت کرتا رہا۔ اتنے میں قاصدان قریش۔ جفاکیش بھی بے نیل مرام واپس چلے آئے۔ اور تو کچھ پیش نہ گئی۔ بچارے بنجاشی کو ہی لعن طعن کرتے رہے۔

اب آپ کی عمر مبارک کے ۴۵ سال اور نبوت کے پانچ سال گزر گئے۔ اور عمر کا چھالیسواں اور نبوت کا چھٹا سال شروع ہوا۔ اسی سال میں ایک دن آپ کو ہ صفائی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ کہ ایک جگہ قریش کے چند آدمیوں کو ایک بُت کی عبادت کرتے دیکھا۔ آپ کے خاطر عاظم دیکھ کر بڑا رنج ہوا۔ کہ افسوس جاہلیت اس درجہ بڑھ گئی ہے۔ کہ ضلالت اور ہلاکت میں تمیز ہی نہیں کر سکتے۔ آپ نے یہ ماجرا دیکھ کر بڑے زور سے فہرست فرمایا۔

یا معشر قریش قولوا لا الہ الا اللہ (ترجمہ: اے گروہ قریش کہو نہیں کوئی معبود سوائے اللہ) جب یہ الفاظ قریش کے گروہ نے سُنے۔ تو ایک شخص و تید نام نے ابو جہل کو مخاطب کر کے کہا۔ کہ دیکھو یہ ساحر کیا کہہ رہا ہے۔ یہ الفاظ کہہ کر اپنے بُت کو سر پر اٹھا لیا۔ اور آپ کی طرف آیا۔ اور کہنے لگا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم کہتے ہو میرا خدا شاہِ رگ سے بھی نزدیک ہے۔ یہ دیکھو میرا خدا تو میرے پاس ہے۔ تم اپنا خدا دکھاؤ۔ آپ خاموش ہو گئے کچھ دیر ٹھیکر کر وہ پلید واپس چلا گیا۔ پھر آپ نے اپنے کلمات کو دہرایا۔ تو بے دید پھر بُت کو اٹھا کر آیا۔ اور اپنے پہلے الفاظ کا اعادہ کیا۔ مگر آپ کی خاموشی دیکھ کر پھر اپنے آدمیوں میں جا ملا۔ اور بُت کو رکھ کر کہنے لگا کہ میں اس ساحر کے دین کی بُرائی اور اس کی مذمت سُنی چاہتا ہوں فوراً بُت کے اندر سے (معاذ اللہ) آپ کی توہین کی آواز نکلی۔ آپ حیران و پریشان تشریف لیگئے اسی رات آپ اپنے رفقاء کے ساتھ ایک مکان میں تشریف فرما تھے۔ کہ السلام علیک ورحمۃ اللہ کی آواز آئی۔ لوگ حیران تھے کہ یہ کون کہہ رہا ہے کہ اتنے میں آپ نے سلام کا جواب دیکر استفسار کیا۔ تو اس نے بتایا کہ میں جن ہوں۔ میرا نام مسیح ہے۔ میں نے آج کا واقعہ دیکھا ہے۔ کل بُت پرست بدبخت پھر اُسی جگہ عبادت کے واسطے جائیں گے۔ آپ بھی تشریف لے آئیں تو میں بُت کے اندر داخل ہو کر بُت پرستی کی مذمت اور خدا پرستی اور آپ کی تعریف میں کلام کروں گا۔ اس کے بعد وہ جن اجازت لے کر چلا گیا اور جاتے جاتے حسب مرضی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنا نام بھی تبدیل کر تا گیا۔ یعنی آپ نے اس کا نام سُن کر اس نام کو بدل دیا۔ اور عبد اللہ نام رکھا۔ یہ ساری باتیں آپ کے اصحاب بھی سُن رہے تھے۔ اس واسطے ان کو رات کا گزارنا مشکل ہو گیا۔ کہ کب دن ہو تو ہم اپنے دین کی تعریف و توصیف سُنیں۔ خدا خدا کر کے دن ہوا۔ اور بُت پرست بدبخت بھی حسب معمول

اسی طرف گئے۔ آپ کے اصحاب اور آپ تو پہلے سے ہی پہنچ چکے تھے اور اُسی طرح اسلام کی طرف بلانے لگے۔ تو کل والا مناظرہ آج بھی پیش آیا جتنے کہ اس مردود نے پھر وہی الفاظ دُھرائے۔ کہ اے میرے خدائیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور اس کے مذہب کی مذمت سننی چاہتا ہوں۔ بس یہ کہنا تھا کہ بُت کے اندر سے دین اسلام کی تعریف اور آپ کی طرح میں بڑے زور کی آوازیں نکلتی شروع ہوئیں۔ اب کیا تھا۔ ان مردودوں نے بُت کو اُٹھا کر زمین پر دے مارا۔ اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے کہنے لگے۔ کہ یہ اس ساحر کی کارستانی ہے۔ اور نافرجام۔ بد انجام آپ کو گالیاں دینے لگے۔ مگر آپ دین اسلام کی طرف بلاتے رہے۔ آخر کار ابو جہل نے جو کہ درحقیقت جہالت کا باپ تھا۔ ایک اور آدمی کو ساتھ لے کر آپ کو زد و کوب کرنا شروع کیا۔ مگر آپ نے اپنے تابعین کو صبر و تحمل سے کام لینے کی نسبت فرمایا۔ اسی حالت میں عباسؓ آگئے۔ اور ہر چہاہ منت سماجت کی۔ مگر وہ مردود مارنے پٹینے سے باز نہ آئے۔ دوسرے بد ذات اشتعالاک دلاتے رہے۔ اتنے میں ایک بد ذات تلوار لے کر چھٹا۔ مگر اس لعین کا ہاتھ اوپر کا اوپر ہی رہ گیا۔ ہر چند کوشش کی مگر ہاتھ نیچے ڈاڑھ کا۔ جب اس نے یہ ارادہ کیا کہ اب تلوار کو نبام میں کر لیتا ہوں۔ تب ہاتھ نیچے آئے یہ حال دیکھ کر دوسروں نے بھی چھوڑ دیا۔ آپ نہایت اندوگین خاطر غمگین مسجد حرام میں تشریف لے گئے۔ جب بی بی خدیجہ کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو وہ باحال زار آپ کی تلاش نیکلی۔ اور آپ کو تلاش کر کے گرد و غبار کو آپ کے کپڑوں سے اور خون آپ کے زخموں میں سے صاف کیا۔ بعد اُنکے بی بی خدیجہ کو واپس گھر میں بھیج دیا۔ اور آپ اسی جگہ خدا کی یاد میں مشغول ہوئے۔

اسی دن آپ کا چچا حمزہؓ جنگل میں شکار گیا ہوا تھا۔ اور جب وہ گھر کی

طرف پلٹا۔ ابھی گھر پہنچا ہی تھا کہ والدہ اور لونڈی نے تمام حالات بے کم و کاست حمزہ کو سنا دیئے۔ حمزہ نے پوچھا ابو لیب کہاں تھا؟ اس کی والدہ نے جواب دیا کہ وہ یعین اشتغالک ولا رہا تھا۔ پھر پوچھا کہ جمل زار مقوم اور حارث کہاں تھے؟ جواب ملا کہ وہ بھی ابو لیب کے ہم پالہ وہم نوالہ تھے۔ پھر پوچھا عباس اور ابو طالب کہاں تھے۔ جواب ملا کہ ابو طالب تو یہاں نہ تھا۔ عباس نے ہر چند چھوڑانے کی کوشش کی۔ مگر پیش نہ گئی۔ حمزہ ان الفاظ کے سننے پہ کمال پرہم ہوا۔ اور قسم کھائی کہ جب تک محمد صلعم کے دشمنوں سے انتقام نہ لے لوں گا۔ نہ روٹی کھاؤں گا نہ آرام کروں گا اور نہ ہی ہتھیار بدن سے اتاروں گا۔ یہ کہا اور فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر شہر میں گشت کر کے جنہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زد و کوب کیا تھا۔ تپہ لے کر اس گروہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب ان آدمیوں نے حمزہؓ کو اس حالت میں آتے دیکھا۔ تو ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ آتے ہی سوال کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کس نے مارا ہے۔ ابو جہل بڑی شوخی سے ہنسا کہ میں نے مارا ہے۔ بس یہ سننا تھا کہ گھوڑے پر سے کود پڑا۔ اور ابو جہل کو اس قدر زد و کوب کیا کہ اوسان خطا ہو گئے۔ بعد ازاں سیدہ مسجد حرام کا راستہ لیا۔ دیکھا کہ آپ سجدے میں پڑے ہوئے زار زار رو رہے ہیں۔ حمزہ نے کہا السلام علیک یا ابن اخی۔ آپ نے جواب نہ دیا۔ پھر دوسری دفعہ انہی الفاظ کا اعادہ کیا۔ مگر آپ پھر نہ بولے۔ جب تیسری دفعہ بلایا تو آپ نے توجہ فرمائی اور زار زار روتے ہوئے بولے۔ وہ بیس کہ جب کا نہ ماں نہ باپ نہ چچا ہے۔ نہ کوئی اور قریبی رشتہ دار نہ بھائی نہ ہمیشہ نہ دو کا نہ غمخوار نہ کوئی غمگسار نہ کوئی محب دل نہ کوئی محرم راز نہ کوئی بہم نہ کوئی مجرم نہ کوئی مونس اپنا پرورد قصد کس کو سنائے۔ کس سے زخموں پر مرہم لگانا کی امید رکھے۔ اپنا درد دل اور سوز و دروں کس محرم راز کو سنائے۔ کس کے پاس

فریاد لے جائے۔ کس رشتہ دار سے واخواہ ہو۔ کون بھائی فریاد رس ہو
کون غمخوار غمخواری کرے اور کون دلدار جودل داری کرے۔

کہوں کس سے جا کے میں سُنمانی ؟ بھلا کون سُننا ہے میری زبانی

حمزہؑ نے کہا اے میرے فرزند میں تیری حمایت و نصرت کے لئے آیا ہوں
آپ نے فرمایا کہ اے چچا جان قسم ہے اُس خدا کی جس کے قبضہ قدرت میں
میری جان ہے۔ جب تک تو مسلمان نہ ہوگا اور کلمہ توحید کا اقرار نہ کرے گا
اگر تو میری تکلیف کے عوض جو کہ تجھے قریش کی جہالت سے پہنچی ہے تمام
کو قتل بھی کر دے تو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ حمزہؑ نے کہا کہ تیری خاطر میں نے دشمنوں
کے غرور کو خاک میں ملایا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو ایمان لے آوے تو مجھے اتنی
خوشی ہوگی کہ انتقام سے نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد بموجب کہنے حمزہؑ کے

سورہ طہ اور سورہ مومن سے یہ آیتیں پڑھ کر سنائیں : **لَسْمُ اللَّهِ الْوَجْهَ الْوَحِيدُ**
طه۔ مَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشَفَىٰ إِلَّا تَذَكُّرٌ لِّمَن يَخْشَىٰ تَنزِيلًا
مِمَّنْ خَلَقَ الْأَرْضَ وَالسَّمَوَاتِ الْعُلَىٰ۔ الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ
لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَبَيْنَهُمَا وَتَحْتَ الثَّرَىٰ وَإِن
نَجْمَهُمَا يَأْقُوزُ لِإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَىٰ۔ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْاَلْاَمَاتُ
وَالْحُسْنَىٰ۔ (ترجمہ) شروع ساتھ نام اللہ کے جو بڑا بخشش کرنیوالا مہربان ہے۔

۱۔ ہم نے (اے پیغمبر) قرآن تجھ پر اس لئے نہیں اتارا کہ تو تکلیف اٹھائے۔ مگر
(ہم نے تو قرآن اس لئے اتارا کہ وہ) ڈرنے والے کے لئے نصیحت ہو (یہ قرآن)

اس کا اتارا ہوا ہے جس نے زمین کو اونچے اونچے آسمان کو بنایا۔ (آسمان اور زمین
بنانے کے بعد) وہ بڑے رحم والا تھا۔ پر چڑھا۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے
اور زمین میں ہے۔ اور جو ان دونوں کے بیچ میں ہے۔ اور جو زمین کے تلے ہے۔

۲۔ اگر تو پکار کر بات کرے (تو اس کو تیرے پکارنے کی احتیاج نہیں) وہ تو
بھید کو بانٹتا ہے اور اس سے نرا او۔ چھپے ہوئے کو۔ اُسی کے سارے نام ہیں ۔

(س المؤمن پ ۲۳) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ حَمْدٌ - تَنْزِیْلُ الْكِتَابِ مِنَ
 اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ ذِی الْقَوْلِ
 الْاَلَاهِ الْاَكْمَرِ الْاَلِیِّ الْمُبِیْنِ - مَا یُجَادِلُ فِی الْاِیْتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا
 فَلَا یَعْرِضُ لَكَ تَقْلِبُهُمْ فِی الْاِبِلَادِ - كَذَبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَ الْاَخْزَابُ
 مِنْ بَعْدِهِمْ وَ هَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍ بِرِسُوْلِهِمْ لَیَاْخُذُوْهُ وَ هُوَ جَادِلُوْ
 بِالْبَاطِلِ لِیُذْ حُضُوْبِهِ الْحَقِّ فَآخَذَ نَعْمٌ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ -
 وَ كَذَّبَ الْاَبْكَ حَقَّتْ کَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَی الَّذِیْنَ كَفَرُوْا اَنْتَهُمْ اَصْحَابُ النَّارِ
 الَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ النَّشْرَ، وَ مِنْ حَوْلَهُ مُسَجِّوْنَ یَحْمِلُوْنَ رِیْجَهُمْ وَ یُؤْمِنُوْنَ
 بِهٖ وَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَ عَلَمًا
 فَاعْفُ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَ اتَّبَعُوْا سَبِیْلَكَ وَ قِهِمْ عَذَابَ الْحَجِیْمِ رَبَّنَا
 وَ ادْخُلْهُمْ جَنَّاتٍ عَدْنٍ مِّنَ الْاُتْقِ وَ عَدَدَتْهُمْ وَ مِنْ صَلَاحٍ مِّنَ اَبَاۤءِهِمْ
 وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّیَّتِهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَمِیْدُ وَ قِهِمُ السَّيِّئَاتِ
 وَ مِنْ نِّقِ السَّیِّئَاتِ یَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهُ ۝ وَ قُلْ اِنَّ هَؤُلَآءِ هُمُ الْغَافِرُوْنَ
 الْعَظِیْمُ ۝ ترجمہ شروع ساتھ نام اللہ کے جو بخش کر نیوالا بڑا مہربان ہے۔ اس کتاب
 (قرآن) کا انوار اللہ کی طرف سے ہے۔ جو زبردست ہے علم والا۔ گناہ بخشنے والا۔ اور توبہ قبول
 کرنے والا۔ سخت سزا دینے والا۔ بڑا فضل کرنے والا۔ اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں
 اُس کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ خدا کی آیتوں میں اور کوئی نہیں دہی لوگ جھگڑے ہیں کافر
 ہیں تو ان کافروں کا ایک شہر سے پڑے پھر نا تجھ کو دھوکہ میں ڈالے۔ ان کافروں سے
 پہلے نوح کی قوم نے اور ان کے بعد اور قوموں نے (بھی اپنے اپنے پیغمبروں کو) جھٹلایا ہے
 اور ہر ایک قوم نے اپنے پیغمبر کو بکڑ لینا (مار ڈالنا) چاہا۔ اور سچے دین کو نیرست و نابود کرنے
 کے لئے جھوٹے جھوٹے جھگڑے نکالے۔ آخر میں نے ان کو دھوکہ پڑا۔ تو میری سزا کیسی
 (سخت) ہوئی۔ اور اسی طرح ان کافروں پر بھی تیرے ایک کی بات پوری ہوئی۔ (ان پر
 بھی عذاب آئے گا) کیونکہ یہ دوزخی ہیں۔ جو (فرشتے) عرش کو اٹھا ہوئے ہیں اور جو (فرشتے)

عرش کے گرد ہیں۔ وہ اپنے مالک کی پاکی تعریف کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ اور اس پر بیان رکھتے ہیں۔ اور اچانک دالوں کے لئے بخشش مانگتے ہیں۔ (کہتے ہیں) مالک ہمارے تیرے رحم اور تیرے علم نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے۔ تو جو لوگ توبہ کرتے ہیں۔ اور تیری راہ پر (سچے دین پر) چلتے ہیں۔ اُن کو بخش دے۔ اور دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ مالک ہمارے اور (ایسا کہ) کہ انکو اور ان کے باپ دادوں اور بی بیوں اور ان کی اولاد میں سے جو نیک ہوں۔ ان کو ہمیشہ رہنے کے باغوں لے جا (جن کے دینے کا تو نے وعدہ کیا ہوا ہے۔ بے شک تو ہی زبردست ہے حکمت والا۔ اور (قیامت کے دن) ان کو (تمام) بُرائیوں سے بچالے۔ اور جن کو تو نے اس دن بُرائیوں سے بچایا۔ اُس پر تو نے بڑا رحم کیا۔ اور یہی توبہ کا میابی ہے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے دل پر کافی اثر ہوا۔ اور دولت اسلام سے بہرہ ور ہو گئے۔ جس وقت آپ مسجد حرام میں نافرجام کفار کی سختی سے بادل زار بیٹھے ہوئے تھے۔ تو خداوند تعالیٰ نے چار فرشتے آپ کے پاس بھیجے۔ فرشتوں نے اگر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم چاروں پانی - ہوا۔ آفتاب۔ اور پہاڑ پر موکل ہیں خداوند تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اگر محمد صلعم اہل مکہ کی تباہی کے واسطے حکم دیں تو دہریا کا پانی اُٹا کر یا اندھیری جلا کر یا آفتاب کو تیز کر کے یا سہاڑوں کو اُٹا کر نیست و نابود کر دو۔ جب فرشتوں نے آپ کی خدمت میں یہ عرض کی۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ جہالت سے مجھے تکلیف پہنچا رہے ہیں۔ میں ان کے واسطے کسی طرح کا عذاب نہیں مانگتا۔

پلا دے ہم کو بھی اب ساقیا مے گل گوں

کہ آج دیر سے بیٹھے ہیں ہم تیرے دہر
جب کفار بد کردار نے دیکھا۔ کہ حضرت حمزہؓ سلک اسلام میں منسلک ہو گیا ہے۔ تو حوصلہ پست ہو گئے۔ کیونکہ حضرت حمزہؓ ایک نہایت ہی جری اور بہادر شخص تھے۔ اب حضرت حمزہؓ کا یہ معمول ہو گیا۔ کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دین اسلام کی اشاعت کرنے کے واسطے باہر تشریف لے جاتے۔

تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ویوانہ وار گرداگرد چکر لگاتے اور دشمنوں سے ہر طرح محفوظ و مصئون رکھتے۔ آپ بھی اپنے فرض کو کمال تن دہی اور محنت سے کرنے لگے۔ القصد کفار نے یہ حالت دیکھ کر ایک مجلس منعقد کی۔ جس میں ابو جہل بن عیینہ نے بڑی زوردار تقریر کی۔ اور کہا۔ افسوس ہے کہ ہم میں کوئی بھی ایسا نہیں جو کہ محمد کو قتل کر ڈالے۔ اور ہمیشہ کے دکھ سے نجات دلوائے میں انعام مشترک رہتا ہوں۔ جو کوئی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرے میرے پاس اس کا سر لائیگا۔ سوا ونٹ انعام دوں گا۔ اور اس کے علاوہ اور بھی زرق و برق وغیرہ دیا جائیگا۔ یہ انعام سننے ہی عمر بن الخطاب کھڑے ہوئے اور ابو جہل کے ساتھ قول و اقرار کیا۔ کہ میں قتل کرتا ہوں۔ بشرطیکہ کعبہ میں چل کر بت کے آگے وعدہ کرے۔ ابو جہل نے ایسا ہی کیا۔ اور عمر بن خطاب نے بھی قسم کھائی کہ جب تک میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قتل نہ کروں گا۔ نہ آرام کروں گا۔ نہ ہتھیار اتاروں گا۔ اور نہ ہی کچھ کھاؤں پیوں گا۔ یہ کہا اور ہتھیار لگا آپ کی تلاش میں روانہ ہوا۔ ابھی تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ ایک مسلمان شخص ملا۔ اور کہا کہ اے عمر و کہاں کا ارادہ ہے۔ عمر نے کہا۔ کہ قتل محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا۔ اُس شخص نے کہا۔ کہ

ایں خیال است و محال است و جنوں

پس سننا تھا کہ عمر نے کہا۔ معلوم ہوتا ہے تو بھی اپنے بزرگوں کے دین سے دو گرداں ہو گیا ہے۔ پہلے تیرا ہی قصہ پاک کرتا ہوں۔ اس شخص نے دل میں نیت ابراہیم علیہ السلام کے دین کی کر کے کہا۔ کہ میں اپنے بزرگوں کے دین پر ہی ہوں۔ عمرو یہ سن کر آگے چلا تو دیکھا کہ ایک بچہ انہایت فصیح زبان سے کہہ رہا ہے۔ میں عمو کہ الی شہادتہ ان لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ جب عمر بن خطاب نے یہ سنا دیکھا۔ تو متعجب ہو کر ابو جہل کے پاس آیا اور کہا کہ جانور بھی اس کی رسالت کی گواہی دے رہے ہیں۔ ابو جہل مردود نے

انکار کیا۔ اور کہا اگر یہ سچ ہے۔ تو اس کو دل میں رکھا۔ مگر عمر بن خطاب نے جواب دیا کہ قسم ہے لات اور منات کی۔ جو بات دیکھوں گا خواہ وہ پتی ہو خواہ جھوٹی۔ اس کو ہرگز ہرگز نہ چھپاؤں گا۔ یہ کہا اوجھڑ آپ کی تلاش میں روانہ ہوا۔ اور حُرّیب لہمانوں نے اس واقعہ کو سنا۔ تو اوسان خطا ہوئے۔ وہ جانتے تھے کہ عمر بن خطاب ایک نہایت جری اور بہادر شخص ہے۔ بلکہ عرب میں اس کے لگے کا کوئی آدمی نہیں۔ خیر۔ عمرو بن خطاب چلتا ہوا ایک آدمی مسمیٰ نعیم سے ملا۔ اُس نے پوچھا کہ اے عمرو کیا ارادے ہیں؟ عمرو نے جواب دیا کہ قتل محمد (صلعم) نعیم نے کہا شاید تلوار لاشمی کی تجھے خبر نہیں۔ کہ ایسا بُرا ارادہ کیا ہے۔ عمرو نے جواب دیا کہ معلوم ہوتا ہے تو بھی مسلمان ہو گیا۔ تیرا فیصلہ کر کے ہی آگے چلوں گا۔ نعیم نے کہا پہلے مگر کی خبر لو۔ بعد میں کسی اور کی خبر لینا۔ نعیم نے کہا کہ تیرا بھنوئی اور ہمیشہ مسلمان ہو چکے ہیں۔ عمرو نے ثبوت مانگا۔ تو نعیم نے کہا۔ اگر وہ ہمارے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا گوشت کھالیں تو سمجھ لینا کہ وہ مسلمان نہیں ہیں۔ اگر وہ نہ کھائیں تو سمجھو کہ وہ مسلمان ہو چکے۔ عمرو اس بات کے سنتے ہی جوش میں آیا۔ اور سیدھا اپنی ہمیشہ کے گھر کیطرح روانہ ہوا۔ دروازے پر پہنچا۔ تو اندر سے قرآن شریف پڑھنے کی آواز آرہی تھی۔ کنڈی کھٹکائی۔ تو ہمیشہ اور اس کے خاوند اور تیسرے شخص جو کہ قرآن پڑھ رہے تھے۔ ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ زید نے جھٹ پٹ خباب کو گھر میں چھپا دیا۔ اور دروازہ کھولا۔ عمرو نے پوچھا کہ کیا پڑھا رہے تھے۔ زید نے جواب دیا کہ کچھ نہیں۔ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ عمر نے طیش میں آکر جھٹ پٹ ایک کبرا ذبح کیا۔ اور کیا ب تیار کئے۔ جب اپنی ہمیشہ اور زید کو کھانے کے واسطے کہا۔ تو انہوں نے انکار کیا۔ پس اب کیا تھا۔ عمرو نے اپنی ہمیشہ (فاطمہ) اور بھنوئی (زید) کو مارنا شروع کیا۔ آخر جب عمرو کی

لہ بھنوئی کا نام ہے۔ لہ اس اصحاب کا نام ہے جو قرآن پڑھا رہا تھا۔

سختی حد سے تجاوز کر گئی۔ تو ہمیشہ نے جواب دیا کہ اسے عمرو جو ہم پہلے
پڑھ رہے تھے۔ ایک دفعہ سن تو لے۔ بعد میں اگر پسند آوے تو بہتر۔ اگر نہ
آوے تو ہمیں بے شک قتل کر دینا۔ آخر عمرو نے اس بات کو تسلیم کیا۔ اور پڑھنے
کا حکم دیا۔ مگر ہمیشہ نے جواب دیا کہ پہلے غسل کر کے آؤ۔ بعد ازاں ہمیں سنایا
جائے گا۔ عمرو نے جھٹ پٹ غسل کیا۔ تو انہوں نے خواب کو نکالا۔ اور
خواب نے سورہ ظہ کو پڑھنا شروع کیا۔ اور عمر بہت تن گوش سن کر
آنسوؤں کے موتیوں سے ہار پر ہوتا رہا۔ اور اپنے کئے پر پریشان ہوتا رہا۔
جب خواب نے پڑھنا بند کیا۔ تو کمر پڑھنے کی واسطے درخواست کی۔ اور کہا کہ
میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ انسانی کلام نہیں ہے۔ جب خواب دوسری دفعہ اسکو
ختم کر چکا۔ تو ہمیشہ اور بھنوی کی زخموں کی مرہم پٹی کر کے کہا کہ مجھ کو فوراً محمد
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے چلو۔ عمرؓ نے تلوار گلے میں حائل کی۔
اور اوہر زید نے شکر اُتھی ادا کیا۔ اور عمرو کی ہمراہ جس مکان پر آپؐ فروکش
تھے۔ لے گیا۔ جب دروازے پر پہنچا تو آنسو اُسی طرح ابر بارش کی ہمسری
کا دم بھر رہے تھے۔ مگر مکان کے اندر جو مسلمان تھے سب ڈر گئے۔ اور پھر
ہوش سنبھال تلوار کو درست کر لڑنے مرنے پر آمادہ ہو گئے۔ کہ مبادا لڑائی
کی غرض سے آیا ہو۔ کیونکہ وہ پہلے سارا معاملہ سن چکے تھے۔ مگر یہاں تو معاملہ
ہی الٹ تھا۔ جو دوسروں کا شکار کرتا تھا۔ آج خود شکار بنا لکھے۔ جو دوسروں
پر رحم نہ کرتا تھا۔ آج اُسے خود دوسرے کے رحم کی حاجت ہے۔ جو دوسروں
کے رونے کو اپنی ہنسی خیال کرتا تھا۔ آج اُس کا۔ ونا دوسروں (مسلمانوں)
کی ہنسی بنا ہوا ہے۔ جو پہلے کسی کا گناہ معاف نہ کرتا تھا۔ آج اُسے خود گناہ
معاف کرانے کی ضرورت ہے۔ اتنے میں آپؐ بھی دروازے پر اکھڑے ہوئے
اور دروازہ کھولتے ہی فرمایا کہ اسے عمر لڑائی کی سنیت ہے یا صلح کی۔ سبحان اللہ
اب تو وہ عمروہ عمر رہا ہی نہیں۔ جو چند گھنٹہ پہلے تھا۔ نظر چار ہوتے ہی ہاؤنڈ

کر پڑا اور روتے ہوئے صدق دل سے کہا۔

اشھدان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ

اوصہر تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ زار زار رو رہے تھے۔ اوصہر مسلمان خدا سے دعا مانگ رہے تھے۔ حتیٰ کہ جب دیگر مسلمانوں نے عمرؓ کی زبان سے یہ الفاظ سنے تو مظلوم اور متفکر پھول جو قریش کی سختی کی خزاں سے کملائے ہوئے تھے۔ بہار گئے پھولوں کی طرح یک لخت آپ سے باہر ہو گئے اور ہلال جیسے چہرے بدر کی صورت میں ہو گئے مسلمانوں کی خوشی کی انتہا نہ ہو سکتی تھی۔ کیونکہ عرب کا ایک نہایت مشہور اور جلیل القدر شخص زمرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ اوصہر حضرت عمر رضی اللہ عنہ زبان حال سے پکار رہے تھے

نظم

نہاں ہیں ایزد کے راز تجھ میں عیاں ہے تجھ سے خدا کی قدرت
تیری جھلک میں ضیائے ادلی نے اپنا جلوہ دکھا دیا ہے

رسول حق ہے تو اور زیبا ہے تجھ کو دعویٰ پیغیب ہی کا
ازل کا پیغام بے کم و کاست تو نے سب کو سنا دیا ہے

بجال چون و چرا نہیں ہے کہ کی ہے تو نے تمام محبت
نتیجہ ہر فعل نیک و بد کا پکار کر یوں جت دیا ہے

ہیں بس مبارک جنہوں نے پیغام تیرا لکھا ہے لوح دل پر
شقی و نا اہل میں جنہوں نے اُسے سنا اور بھلا دیا ہے

دکھا دے مجھ کو راہ ہدایت سکھا دے مجھ کو وہ گڑ کہ تم کو
بھٹاکے گویا کہ رو برو اپنے خدا نے تجھ کو سکھا دیا ہے

بعد ازیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ آج تک کس قدر مسلمان شہر مکہ میں موجود ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ معہ تمہارے چالیس

ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد جب نماز کا وقت آیا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نے عرض کی یا رسول اللہ میں تو اس طرح چھپ کر نماز نہ پڑھوں گا۔ غضب ہے کہ خدائے برحق کی عبادت تو چھپ چھپ کر کی جائے۔ اور بدبخت بتوں کی پوجا کھلے بازاروں میں کی جائے۔ مجھے قسم ہے خدائے برحق کی میں پوشیدہ نماز نہیں پڑھتا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگے آگے روانہ ہوئے۔ اور آپ بھی برابر چلنے لگے۔ باقی مسلمان پیچھے پیچھے روانہ ہوئے۔ جب قریش نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس حال میں آتے دیکھا تو انہوں نے سمجھا شاید عمر و تمام مسلمانوں کو گرفتار کر کے لارہا ہے۔ کمال خوشیاں کرنے لگے۔ اور بعض بدبخت دل چلے طعن کرنے لگے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک پہنچے۔ اور ان کے طعن کی آواز سنی۔ تو تلوار علم کر کے اُس گروہ پر حملہ کیا۔ اور فرمایا کہ آج سے سمجھ لو کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ یہ کہا اور اس گروہ کے سردار کو گرفتار کر لیا۔ جس کو آپ نے حضرت عمر کے پنجے سے چھڑایا۔ اور فرمایا کہ اب جانے دو۔ اسی دن سے آپ کا لقب فاروق مشہور ہو گیا۔ یعنی بیچ اور جھوٹ میں فرق ڈالنے والا۔ اب قریش کے گھروں میں ماتم پڑ گیا۔ اور خدا کے فضل سے مسلمانوں کو یہ پہلا دن نصیب ہوا کہ علانیہ اس کی عبادت کی جائے۔ آپ نے مع اپنے ساتھیوں کے کعبہ کو صاف کیا۔ اور بتوں کی طرف قل جَاءَ الْحَقُّ وَذَهَقَ الْبَاطِلُ وَأَنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا۔ کہہ کر انگلی مبارک سے اشارہ کرتے تھے۔ تو بُت زمین پر آ پڑتا۔ اور فنا ہو جاتا۔ اسی طرح سے تمام بتوں کو گرا کر باہر پھینک دیا۔ اور نماز ظہر یا جماعت خانہ کعبہ میں ادا کی۔ اس دن سے بعد دین اسلام کا ہونہار پودا جلدی بادی ترقی کرنے لگا۔ اور زمانے نے ایک نبیا سین پیدا کر دیا۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک کے ۶۴ سال گزر گئے۔ نبوت کا اکھواں اور عمر کا اڑتا لہجہ وہاں سال شروع ہوا۔

سلاہ کدے چادیں آگیا اور چھوٹا دین سن گیا۔ کعبہ کو جھوٹ تو ایک دن ضرور مٹنے والا ہے۔

ابن مہدیوں کی توہین و تضحیک پوری پوری طرح شروع ہوئی۔ تو جہانہ قبائل قریش کے سردار جمع ہو کر ابوطالب کے پاس آئے۔ اور بڑے جوش میں کہا کہ اے ابوطالب اب آخری بات ہے۔ دو باتوں میں سے کوئی بھی ایک منظور کر لے۔ اول تو یہ ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ہاتھ اٹھالے اور اگر یہ منظور نہیں تو ہمیں چھوڑ دے۔ یہ کہا اور چلے گئے۔ اور جاتے ہوئے کہہ گئے کہ کل تک مہلت ہے۔ اچھی طرح سے سوچ سمجھ کر جواب دینا۔ اب ابوطالب نے آپ کو بلایا۔ اور قریش کا پیغام سنا دیا۔ آپ نے فرمایا:-

ہر جہ بادا بادا ماکشتی در آب انداختیم

میں اپنے کام سے باز نہ آؤں گا۔ خواہ دنیا کا تختہ کیوں نہ پلٹ جائے میری حفاظت خدا کرے گا جس کے حکم سے میں یہ کام کر رہا ہوں۔ یہ بات سننے سے ابوطالب پر کافی سے بڑھ کر اثر ہوا۔ اور اس نے بھی کہا اچھا تمہاری مرضی میں آخر دم تک تمہارے ساتھ ہوں۔ بعد ازیں بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کو بلایا کہ اس عہد کیا۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جس طرح بھی ہو سکے حفاظت کی جائے۔ سوائے ابو جہل و ابولہب کے رہنے عہد کو تازہ کیا۔ دوسرے دن ابوطالب نے قریش کو ان کے سوال کا جواب دے دیا۔

اب زمانہ نے اپنے ہاتھ دکھانے شروع کئے۔ جلد ہالیان کہ نے ایک مجلس منعقد کر کے یہ فیصلہ کیا۔ کہ تمام شہر بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے قطعی طور پر اپنا تعلق چھوڑ دیں۔ پھر ایک عہد نامہ تحریر کیا گیا جس میں یہ شرطیں قرار پائیں:-

(۱) کوئی شخص بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے ساتھ کسی قسم کی گفتگو نہ کرے۔
(۲) کسی قسم کا کوئی لین دین نہ کیا جائے۔

(۳) ایک حد مقرر کی جائے۔ کہ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب اس حد سے باہر بالکل نہ نکلنے پائیں۔

(۴) جو کوئی ان شرطوں کی خلاف ورزی کرے گا۔ اس کو سخت سے سخت عذاب دیا جائے گا۔

(۵) یہ شرائط اسی وقت منسوخ ہو سکتی ہیں جب کہ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ہمارے سپرد کر دیں۔ یا اس کو خود قتل کریں۔ اس کے بعد جبکہ عہد نامہ مکمل ہو گیا۔ تو اس کو خانہ کعبہ میں رکھا گیا۔ اور ان بد ذاتوں نے اس کے علاوہ دوسری جگہوں پر بھی قاصد بھیج دیئے۔ کہ باہر کے لوگ بھی ان کے ساتھ کوئی علاقہ نہ رکھیں۔ دس ماہ تک بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب مع مسلمانوں کے محصور رہے۔ رات کو چوری چوری باہر نکلتے۔ اور جس طرح سے ہو سکتا۔ گزارہ کرتے۔ اگر کوئی مسلمان یا بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کا کوئی آدمی اس حد سے باہر نکلتا تو شامت آجاتی۔ مگر انہوں نے بھی ان سے کسی قسم کی فریاد وغیرہ نہ کی۔ اور تن بہ تقدیر شا کر رہے۔ اور اسی ضد پراڑے رہے کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز و دشمنوں کے حوالے نہ کریں گے۔ ابوطالب رات کے وقت آپ کے مکان کے گرد جہاں کہ آپ استراحت فرماتے تلوار ننگی کر کے چکر لگاتا رہتا۔ کبھی ایک مکان سے اٹھا کر دوسرے مکان میں لیجانا مبادا کہ دشمن رات کے وقت کوئی حملہ نہ کر دیں۔ دن کے وقت کچھ عرصہ آرام کرتا۔ اور اتنا عرصہ اپنے لڑکوں کو اسی طرح مکان کے گرد چکر لگاتے رہنے کو واسطے حکم دیتا۔

ایک دن بنی بنی خدیجہ رضی اللہ عنہ کا برادر زادہ کچھ خوراک لیکر بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کی طرف جا رہا تھا۔ کہ ابوجہل بعین و بیکہ کہ اس کو بہت سی لعن طعن کرنے لگا۔ اسی حالت میں حضرت حمزہ بھی اسی طرف تشریف لے آئے اور اپنی حد کے کنارے پر کھڑے ہو گئے۔ حضرت حمزہ کو دیکھ کر اُس نے ابوجہل کی خوب مرمت کرنی شروع کی۔ اور بار بار کرا دھ مٹا کر دیا جس سے ابوجہل کی کمال خفت ہوئی۔ اور رات و سناٹ کے نام کا واسطہ ڈال کر مخلصی

حاصل کی۔

جب قریش نے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کو اتنا عرصہ محصور رہنے کے بعد بھی مسلمانوں کی حمایت کے رنگ میں رنگین دیکھا تو چپکے چھوٹ گئے قریش کے دل میں یہ خیال تھا کہ ڈر کر صلح کر لیں گے۔ اور محمد مصطفیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چارے سپرد کر دیں گے۔ اب بڑے بڑے چند آدمیوں کے دل میں اس امر کا خوف پیدا ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ تنگ آمد بھنگ آمد کے قول پر بنی ہاشم عمل پیرا ہوں۔ چنانچہ اسی خوف کو دل میں جگہ دے کر ارادہ کیا کہ کسی طرح عہد نامہ کو پارہ پارہ کر دیں۔ اور بنی ہاشم وغیرہ کو مخلصی دلائیں تاکہ اس امر سے ہاشمی اور عبدالمطلبی کے دلوں کی تسخیر ہمارے ساتھ آشتی سے بدل جائے۔ چنانچہ جب اس امر کی اطلاع ابو جہل کو ملی تو اس نے منع کیا اور ظاہر انودہ خاموش ہو گئے مگر دل سے اس امر کے متمنی رہے کہ موقع پر عہد نامہ کا فیصلہ کر دیں۔ آخر انہوں نے موقع پایا اور رات ہی رات میں اصل عہد نامہ کو پارا پارا کر کے حوالہ آتش کر دیا۔ اور اس کی جگہ کورا کاغذ جس میں صرف سبحانک اللہم کا لفظ لکھا تھا اسی طرح ملفوف کر کے رکھ دیا۔ اور اس خیال میں رہے کہ کچھ عرصہ بعد قریش کو اس عہد نامہ کے کھولنے کی نسبت کہیں گے۔ اور بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کو مخلصی دلائیں اسی رات خداوند کریم نے اپنے فضل عظیم سے حضرت محمد مصطفیٰ اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کی کارستانی سے مطلع کیا۔ اور آپ نے اپنے چچا ابوطالب سے بیان کیا صبح ہونے پر ابوطالب قریش کے پاس آیا۔ ابو جہل اور دیگر مفسد پروازوں نے سمجھا کہ اب مطلب صل ہوا۔ یہ صلح کے واسطے آ رہا ہوتا۔ اور صلح اس صورت میں ہوگی جبکہ یہ حضرت محمد مصطفیٰ اللہ علیہ وسلم کو ہمارے سپرد کر دیں گے۔ جب ابوطالب نے جا کر عہد نامہ مانگا۔ تو ابو جہل و دیگر اٹھالایا۔ اور اسی طرح ملفوف ابوطالب کے ہاتھ میں دیا۔ ابوطالب نے

پوچھا کہ اس عہد نامہ میں کیا لکھا ہوا ہے۔ کفار بد کردار نے شرائط سے مطلع کیا۔ تو ابوطالب بولا۔ اگر اس میں یہ شرائط نہ ہوں، تو پھر کیا۔ قریش نے کہا کہ ہم اپنے دعویٰ سے دست برداری کرینگے۔ پھر ابوطالب سے سوال کیا کہ اگر وہ شرائط نکل آ دیں تو پھر کیا ہوگا۔ ابوطالب نے کہا۔ اگر خدا کے نام کے سوا اور کوئی لفظ بھی اس میں لکھا ہوا نکلا۔ تو میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو، تمہارے سپرد کردوں گا۔ قریش کے چہروں پر خوشی کی نمود ڈل گئی۔ اور وہ اپنے دل میں قتل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب دیکھ رہے تھے مگر خدا کی کاموں کی کیا خبر تھی۔ فوراً کھولنے کے واسطے ابوطالب کو کہا کہ جب ابوطالب نے کھولا تو سوائے سبحانک اللہم کے اور کوئی لفظ بھی نہ نکلا۔ اب تو ہر ایک کے منہ پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔ اور تعریف کی مجال نہ رہ گئی۔ اس کے بعد وہ شخص جنہوں نے اصل عہد نامہ کو آگ کے سپرد کیا تھا۔ ایمان لے آئے جبکہ ابوطالب سے یہ سنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس امر کی اطلاع دی ہے۔ کہ عہد نامہ میں سوائے سبحانک للہم کے اور کچھ بھی درج نہیں کیا گیا۔ اور اصل عہد نامہ کو جلا دیا گیا ہے۔ اسی صہ میں آپ کی عمر کا اڑتالیسواں سال ختم ہوا۔ اور نبوت کا نواں اور عمر مبارک کا اونچا سوال سال شروع ہوا۔

پھینکے۔ ہے منہ حق چرخ تاک کے سنگ۔ تفرقہ

بیچڑ کہیں ہو ویں جو ہم کلام دو۔

اب زمانہ نے ایک اور پٹا دکھایا اور واقعات کو اور بھی پیچ در پیچ کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علاوہ ایذا دہی قریش جفا کیش کے اپنے دو جہدوں کی جلدی کا عہدہ اٹھانا پڑا۔ یعنی جب عہد نامہ فسخ ہوئے تو تقریباً چار یا پنج ماہ گزر گئے۔ تو ابوطالب بیمار ہو گیا۔ اور اسی بیماری میں جان بحق ہونے کے قریب پہنچ گیا۔ قریش ابوطالب کی عیادت کو واسطے

آتے جاتے رہے جب آخری دن تھا تو بہت سے قریش بیٹھے ہوئے تھے کہ اوپر سے آپ بھی تشریف لے آئے۔ اور قریش سے کہا کہ حضورؐ عرصے کیوں سطلے بیٹ جاؤ۔ میں نے دو باتیں اپنے چچا سے آخری وقت میں کرنی ہیں۔ مگر انہوں نے نہ مانا۔ اور بیٹھے رہے۔ آپ ابو طالب کے سرھانے کی طرف کھڑے ہو گئے۔ اور فرمایا کہ اے چچا اب تو آخری وقت میں سُنّے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ کر مجھے تسلی اور تسفی دلائیں تاکہ کل قیامت کے دن اسی کی بدولت سفارش کر سکوں۔ جس طرح تمام عمر آپ نے مجھ پر احسان کئے۔ اور میری خاطر مختلف قسم کی تکلیفیں برداشت کیں۔ اور ہر طرح میری خاطر داری مد نظر رہی۔ اسی طرح اب بھی میری آخری عرض پر غور فرماویں۔ مگر ابو طالب نے کہا کہ تم سچ کہتے ہو۔ قریش کہیں گے کہ موت سے ڈر کر ابو طالب نے اسلام قبول کیا۔ اسی انہاں قریش کے چند آدمیوں نے ابو طالب سے کہا کہ اب تمہارے آخری دم نظر آتے ہیں۔ بہتر ہے کہ ہمارے اور محمد (صلعم) کے درمیان صلح کرانے جاؤ۔ ابو طالب نے کہا بے بہتر ہے میرے نزدیک اس سے بڑھ کر اور کوئی اچھی بات نہ ہوگی۔ آپ نے فرمایا کہ اے چچا جان میں ان سے اور کچھ نہیں کہتا۔ صرف ایک بات کہتا ہوں۔ اگر مان لیں تو بہتر ہوگا۔ ابو جہل بول اٹھا کہ ہم پانصد کہنے کو تیار ہیں۔ کہو۔ آپ نے فرمایا کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ بس اب کیا تھا طیش میں آ گئے۔ اور ہاتھوں کی پشتوں کو کاٹنے لگے۔ ابو طالب بولا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اگر تم ہمارے چچہ ہزار غداؤں میں سے ایک کا نام بھی لے آتے تو کیا ہرج تھا۔ ہم تو تیری طرف جھکنے کو تیار ہیں۔ مگر فسوس تم صلح نہیں ہونے دیتے۔ اسی انہاں ابو طالب کا آخری دم ہوتا نظر آیا۔ تو پھر آپ نے کلمہ شریف کو پڑھا۔ اور فرمایا کہ ایک دفعہ کہہ دو

مگر اب زبان چلنے سے رک گئی۔ حضرت حمزہؓ نے ابوطالب کے منہ کے پاس اپنا کان کر کے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ آپ فرماتے ہیں۔ ابوطالب وہ انفازا کہہ رہا ہے۔ مگر بیاعتناق بہت کہے کہ نہیں سکتا۔ آپ فرط خوشی سے اُچھل پڑے۔ اور دُعائے مغفرت طلب کی۔ اتنے میں ابوطالب نے جان شیریں جان آفریں کے سپرد کی۔ جس سے آپ کو بہت سہاگہ ہوئی۔

اس کے چند یوم بعد بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہ نے بھی وفات پائی۔ جس سے آپ کے شکستہ دل پر بڑا بھاری صدمہ پہنچا۔ اور حزن و ملال پہلے سے کئی گنا بڑھ گیا۔

ایک دفعہ آپ بازار میں گھر سے وعتہ کر رہے تھے۔ اور خلق خدا کو خدا کی طرف بلاتے تھے کہ کسی مردود نے ایک ٹوکری میں بنجاست ڈال کر چوری سے آپ کے فرق مبارک پر ڈال دی۔ آپ کی زبان سے سوائے نیک دعا کے کچھ نہ نکلا۔ آپ کی دختر نیک اختر اس واقعہ کو دیکھ رہی تھی۔ اور ایک طرف ابولہب مردود بھی گھڑا ہوا اس واقعہ کو دیکھ رہا تھا۔ دل بھرا یا۔ اور گم و غبار بھارتنے میں مصروف ہوا۔ اور قریش کو مطلع کر دیا کہ کوئی شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تنگ کرنے نہ پائے۔ قریش نے حیرانگی سے ابولہب سے پوچھا۔ کیا تو بھی اپنے دین سے مرتد ہو گیا ہے۔ ابولہب نے کہا نہیں۔ میں اپنے آباؤ اجداد کے دین پر قائم ہوں۔ اس سے آپ کے دل پر ایک اور صدمہ پہنچا۔ کیونکہ آپ سمجھا تھا کہ اب اس کا دل بھی پگھلا۔ مگر افسوس کہ تنگ پھیکا ہی رہا۔ یہ سنتے ہی آپ نے فرمایا کہ جو شخص بُت پرستی نہ چھوڑے گا۔ وہ جہنم میں ہی ابدالاً باؤ تنگ رہے گا۔ اس سخن کے سُنتے ہی ابولہب دلش میں آگیا۔ اور کہہ دیا کہ اے کوئی تماری بی بی لانا و سبجہ آؤ۔ سے دشمن بھوکے۔ ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کہ اب نامہ آپ کے لکھنا نامہ سے بہت دور جا کر ملتا ہے۔

کیسا الشارمانہ ہے کہ میں تو حفاظت کرنے کے لئے قوم میں بدنام ہو رہا ہوں اور تو مجھے جہنمی اور مشرک بتاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے تیری کچھ ضرورت نہیں۔ میرا خدا خود نگہبان ہے۔

اب سولے خدا کے کوئی چارہ گز رہا۔ اور قریش نے میلان صاف پایا۔ اور انواع و اقسام کی مصائب کی رفتار پہلے سے بھی تیز کر دی۔ انجام کار حبیب کفار کی سنگدلی اور برہمنی حد سے تجاوز کر گئی۔ تو آپ زید بن حارثہ کو ہمراہ لے کر بنی بکر اور بنی قحطان کے قبائل کو دعوت اسلام کرتے ہوئے طائف میں پہنچے۔ مگر افسوس قریش نے وہاں بھی اپنے آدمی بھیج کر (معاذ اللہ) ساحر اور کذاب کے الفاظ سے مشہور کر دیا۔ اور ان قبائل میں سے بھی کوئی راہ راست پر نہ آیا۔ اور انہیں اس قدر تشدد کیا کہ مکہ کے تشدد سے بھی گونے سبقت لے گئے۔ چتھروں سے آپ کے جسم کو زخمی کیا۔ لڑکوں بالوں کو آپکے پیچھے لگا کر دیوانہ بنایا۔ غرضیکہ کوئی دقیقہ ایذا ہی اور بدنامی کا فرو گذاشت نہیں کیا۔ زید بن حارثہ سے جہاں تک ہو سکتا۔ آپ کی حفاظت و حمایت کرتا۔ اور مکہ کے مسلمانوں کو آپ کی عدم موجودگی میں مصیبت کا سامنا پڑا۔ اور جانوں کے لالے پڑ گئے۔ آخر آپ نے والپی کا ارادہ کیا۔ راستے میں ایک جنگل میں شام کو قیام کیا۔ اور بارگاہ الہی میں عرض کی کہ یا اللہ العزیز یا ارحم الراحمین تو دانا و بینا ہے۔ کہ تیرے بندوں نے تیرا پیغام پہنچانے پر انواع و اقسام کے مظالم توڑے اور مصیبتوں میں بھینسا دیا ہے۔ تو ہی ان کے دلوں کے قفل کو کھول۔ تو ہی سب جناب الدعوات ہے۔ تو ہی حل مشکلات ہے۔ میں ان کے واسطے تجھ سے ہدایت طلب کرتا ہوں۔ اسی اثنا میں ایک شخص مسیحی عدا سے جو کہ طائف کا رہنے والا تھا۔ آپ کی خدمت میں آیا۔ اور آپ سے جملہ حالات حسب و نسب اور نام و مقام کی نسبت اقصافاً کیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں مکہ کا رہنے والا ہوں۔ محمد بن عبد اللہ میرا نام ہے۔

عرا اس آپ کی خوش کلامی پر عاشق ہو گیا۔ آپ نے اس کو اسلام کی طرف رغبت دلائی۔ تو بدل و جان فوراً کلمہ شہادت پڑھ کر زمرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔

جب آپ کے اصحابوں کو جو کہ مکہ مکرمہ میں تھے۔ یہ خبر ملی کہ آپ واپس کیے تشریف لانے والے ہیں۔ تو انہوں نے کھلا بھیجا کہ ابھی قریش کا ناسرہ غضب اُسی مقام پر موجود ہے۔ فی الحال ارادہ کو ترک کر دیں۔ قریش کو بھی اس امر کی اطلاع ملی۔ تو انہوں نے تمام مکہ میں مشترک کر دیا کہ کوئی شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو شہر میں داخل نہ ہونے دے۔ ادھر یہ اشتہار پھیر رہا ہے۔ ادھر آپ مختلف قبائل عرب میں گشت لگا رہے ہیں۔ مگر کوئی راہ راست پر آتا نظر نہیں آتا۔ کیونکہ قریش کے اشتہار ہر خاص و عام جگہ پر پہنچ چکے تھے۔ اسی قیل و قال میں بطن نجد میں ایک دن آپ شام کی نماز میں مصروف تھے۔ زید بن حارثہ بھی ہمراہ تھا۔ کہ کسی طرف سے دس بارہ جن اس جگہ آگئے۔ جو کہ کسی تلاش میں پھر رہے تھے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو جنوں نے آپ سے مقام حب و نسب وغیرہ کے متعلق سوال کئے۔ آپ نے سب کا جواب دینے کے بعد ان کو بھی اسلام کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا۔ تو جنوں نے کہا۔ اگر آپ ہمارے ایک سوال کا جواب دے دیں تو ہم بصدق دل مسلمان ہو جائیں گے۔ آپ نے سوال پوچھا۔ تو جنوں نے عرض کیا کہ پہلے ہم جہاں چاہتے تھے عالم بالا میں سیر کرتے مگر تقریباً پچاس سال کا عرصہ ہوا۔ جب آسمانوں پر پہنچتے ہیں۔ تو دروازہ بند ملتا ہے۔ اور ایک قسم کا آگ کا شعلہ ہماری طرف حملہ کرتا ہے۔ جس سے ڈر کر ہم واپس زمین پر آ جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں بیشک ٹھیک ہے۔ مجھ سے پہلے آسمان کے دروازے کھلے تھے۔ اور عالم بالا کے اخبار جنوں وغیرہ پر ظاہر ہو جاتے تھے۔ مگر اب وہ اخبار ملنے بند ہو گئے ہیں۔ کیونکہ خاتم الرسالت

دنیا میں پیدا ہو گیا ہے۔ اور تم بھی اسی تلاش میں نکلے ہو۔ کہ سبب معلوم کریں اس کے بعد انہوں نے اسلام قبول کیا۔ اور واپس جا کر جنوں کو بھی اسلام میں داخل کیا۔ (دوسرے جنوں کے گروہ کے آئینہ ذکر اگلی عبارت میں آویگا) چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے (پ ۲۹ - س الجن) بِسْمِ اللّٰهِ اَنْزَلْنَاهُ بِالْحَقِّ جِئْتُكُمْ بِالْحَقِّ قُلْ اَوْحٰی اِلٰیَّ اَنْتَ اَسْمِعْ لِقَوْمٍ لِّجِنٍّ فَقَالُوا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا یَّجِدُنٰی اِلٰی الرَّشْدِ فَامْتٰنٰیہ۔ وَلَنْ نُشْرَكَ بِرَبِّنَا اَحَدًا وَّاَنْتَ ثَقَلَتْ عَلَیْہِمْ اَنْزَلْنَاهُ مَا اتَّخَذَ صَاحِبَیۡہٗ وَلَا وِلَدًا۔ وَّاَنْتَ كَانَ یَقُولُ سَفِیْمًا عَلٰی اللّٰہِ شَطَطًا وَاَنَا ظَنُّنَا اَنْ لَّنْ تَقُولَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا وَاَنْتَ کَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ یَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَرَاوُوْهُمْ هَکَآذَا اَتٰہُمْ ظَنُّوْا کَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ یَّبْعَثَ اللّٰہُ اَحَدًا۔ وَاَنَا لَمُسْمَا الْبَشَآءِ فَوَجَدْنَا مُؤٰثِرَتُہٗمْ حُرُوسًا یُّسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ اللّٰہِ اَزْکٰرًا لَّا تَقَعْدُ مِنْہَا۔ مَقَاعِدٌ لِلسُّمُوْعِ وَفَمَنْ یَّشْمِمْ اِلَّا اَنْ یَّجِدَ لَہٗ شَہَابًا رَّصَدًا ترجمہ۔

شروع اللہ کے نام سے جو بہت مہربان ہے رحم والا۔ (اے پیغمبر ان لوگوں سے کہہ دو جو خدا کی طرف سے) وحی آئی ہے کہ جہات میں سے چند قصوں نے (قرآن مجید سے) سنا چھ (وہ اپنے لوگوں کے پاس لوٹ گئے اور) کہنے لگے ہم نے ایک عجیب قرآن سنا جو پھر اس قدر بتاتا ہے۔ ہم تو اس پر ایمان لائے۔ اور ہم ہرگز کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں گے اور ہمارے مالک کی شان بلند ہے۔ وہ نہ جوہر رکھتا ہے نہ از لاو۔ اور ہم اس سے کوئی بیوقوف نہ تھا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ لگاتا تھا۔ اور ہم یہ سمجھتے تھے کہ آدمی اور جن بھلا اللہ تعالیٰ ہر کیوں جھوٹ باندھنے لگے۔ اور (ہوایہ کہ) بعض آدم نادانگ بھیجنے جن لوگوں کی پناہ لیتے تھے۔ اس سے ان کا دماغ اور چڑھ گیا۔ اور آدمی بھی جیسے تم سمجھتے تھے یہ سمجھنے

لے بھی جن تھے جو کہ تلاش میں نکلے تھے کہ آسمان پر جانا کیوں بند ہو گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے جن مشرک ہی تھے ۱۵ ابیس سے مراد ہے ۱۶ مگر انہوں نے جھوٹ بولا ظاہر ہے کہ وہ جھوٹے تھے یعنی اہل اہل اور اسکے جہاں ۱۷ عرب کے بعض مشرکوں کا قاعدہ تھا کہ جب سفر کی حالت کسی شخص کا مقام پر آتے تو پکار کر کہتے کہ یہاں اس مقام کے یہ جانا ہے آتے ہیں صراحت مراد میں کی جلتے تھے پہلے میں وہ ان کی پناہ لیتی مشرکوں کی تھی پھر ان کے پیچھے آتے تھے کہ اسلام کے زمانہ میں مذکور پناہ لینے لگے ۱۸ وہ جن تھے کہ ہم آدمیوں کے بھی سوا۔

لگے کہ اللہ تعالیٰ (مرنے کے بعد) کسی کو (جلا کر) نہیں اُٹھائے گا اور ہم نے آسمان کو (جا کر) مٹوا تو دیکھا کہ وہ زبردست پہروں اور (آگ کے) شعلوں سے بھرا ہوا ہے۔ اور پہلے تو یہ تھا کہ (فرشتوں کی باتیں) سُنے کیواسطے ہم آسمان میں کئی جگہوں پر بیٹھ کر تے تھے۔ اب تو جو کوئی سُنے جائے۔ ایک شعلہ اپنے واسطے تیار پائے۔“

القصر بموجب اپنے اصحابوں کے کہنے کے کچھ عرصہ حوالی مکہ میں پھرتے رہے۔ ہر چہ کوئی موقعہ شہر میں داخل ہونے کا ڈھونڈتے مگر نہ ملتا۔ آخر آپ کے گرد و نواح مکہ میں آجانے کی خبر گرم ہوئی۔ تو منکر ہتھیار پہن کر آپ کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ جب آپ کے اصحابوں نے یہ حال دیکھا تو خدا سے دعا مانگنے لگے قریش سانا سارا ون باہر آپ کو ڈھونڈتے۔ اور آپ اپنے ملنے تو بے نیل مرام واپس شہر میں آتے۔ آخر خداوند کریم نے ایک شخص مسمیٰ مطعم کے دل میں رحم ڈالا۔ اس نے اپنے شتر کو تیار کر کے قریش سے کہا کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امان میں لیتا ہوں۔ میں دیکھتا ہوں کہ کون مجھے روکتا ہے۔ یہ بھی کوئی انصاف ہے کہ ایک شخص کو صرف اس وجہ سے جلا وطن کیا جائے کہ وہ خدا کی عبادت کرتا ہے۔ یہ کہا۔ اور جنگل میں سے تلاش کر کے آپ کو شہر میں لے آیا۔ ابھی آپ کو ایک دو دن ہی شہر میں آئے ہوئے گذرے تھے۔ کہ قریش مطعم کو بُرا بھلا کہنے لگے۔ تو آپ مطعم کے پاس تشریف لے گئے۔ اور فرمایا کہ بہتر ہے مجھے اپنی امان سے نکال دو۔ کیونکہ میری وجہ سے تمہیں ہور و وطن نہ ہونا پڑے۔ آخر کار مطعم نے عسنا تو اول اصرار کیا۔ آخر مجبور ہو کر اعلان کر دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میری امان سے نکل گیا ہے۔

۱؎ فرشتے کثرت سے ہرادے رہے ہیں آگ کے شعلے ہم پر مارنے کے لئے مجید تیار مجھ سے ہیں غرض وہاں نیا انتظام ہوا ہے۔ اور جو کہی ہر کیا بندوبست ہو گیا ہے۔ جیسا کہ چاہا۔ تو ان کی کوئی دھم کوئی دھم نہ ہو گی۔ ۲؎ عرب میں قاعدہ تھا کہ جو شخص کسی کی مخالفت میں ہوتا۔ اس کو کچھ نہ کہتے۔ مگر حافظہ پر سختی کرتے۔

اس کے مختوڑا عرصہ بعد وہ جن جو کہ بطن نخلہ میں مشرف باسلام ہوئے پشت
وہ اپنے تمام جنوں کو ہمراہ لے کر مکہ میں آئے۔ اور مشرف باسلام
ہوئے۔ چنانچہ اس واقعہ کا تذکرہ خداوند کریم نے اسی سورۃ الجن میں کیا ہے
(پ ۲۹ س الجن۔ رکوع پہلے کی آخری آیت) وَ اِنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبۡدُ اللّٰہِ
بِلَا عُوۡدٍ کَاۡدُوۡا لَیۡکُوۡفُوۡنَ ترجمہ یہ اور جس وقت اللہ تعالیٰ کا بندہ (محمد صلعم)
اس کی عبادت میں کھڑا تھا۔ توجنات (چاروں طرف سے گھیر کر) اسے چٹنے ہی کو تھے۔
اس دفعہ بارہ ہزار جن آپ کی خدمت میں آئے تھے۔ آپ اس وقت نماز
پڑھ رہے تھے کہ ایک جن آدمی کی صورت میں آیا۔ مگر جب آپ اس کے
بلانے پر نہ بولے تو اس نے دوسروں کو اطلاع دی۔ اور سارے آکر آپ کو
بلانے کے خواہشمند ہوئے۔ اور چاہتے تھے کہ آپ کا شانہ مبارک ہلا کر آپ کو
بلایا جائے کہ اتنے میں آپ نماز سے فارغ ہو گئے۔ اور ان کے ساتھ جہاں
وہ فروکش تھے۔ (جوں قبرستان مکہ میں اترے تھے) گئے۔ ایک شخص کو اپنے
ہمراہ لے گئے تھے۔ اور ایک لکیر کھینچ کر اس کے اندر اپنے اصحاب کو بٹھلایا۔
اود کہا کہ اس لکیر سے باہر نہ ہونا۔ ورنہ نقصان اٹھاؤ گے آخر کار آپ ان سب
کو اسلام کی تعلیم دے کر واپس چلے آئے۔

اس عرصے میں حج کا وقت آیا تو جس طرح قریش پہلے کہتے آتے تھے کہ یہ
کذاب ہے۔ مفتری ہے۔ ساحر ہے۔ اسی طرح اب کے بھی مکار اپنے بدکردار سے نہ
چو کہے۔ اسی حج میں ایک شخص مسیحی طفیل دوسی نے جو کہ اپنے قبیلے کا سردار
تھا۔ دل میں سوچا کہ کیوں یمنع کرتے ہیں۔ ضرور اس میں کوئی راز ہوگا پس
اس نے کانوں سے روئی نکالی۔ (پہر آدمی کان میں روئی دیکر آپ کے پاس سے
گزرتا تھا کہ کہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شیریں کلامی سُن کر اپنے دین سے
بے دین نہ ہو جائیں) اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت شام
کی نماز پڑھ رہے تھے۔ تو طفیل چپ چاپ آکر بیٹھ گیا جب آپ نماز سے

لگے کجائے۔ تو طفیل کے منہ سے کوئی بات ہی نہ نکلتی تھی۔ کیونکہ وہ قرآن شریف کو سن کر بہوت و ششدر ہو گیا تھا۔ آخر آپ کے سچے سچے پیچھے روانہ ہوا۔ جب آپ گھر میں داخل ہوئے۔ تو طفیل نے بھی اجازت مانگی۔ آپ باہر تشریف لائے اور اس سے پوچھا۔ تو طفیل نے جو کچھ قریش سے سنا تھا۔ عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ جہالت اور بُت پرستی میں اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ جس کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ خداوند کریم نے مجھے ان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے پیغمبر کر کے بھیجا ہے۔ مگر یہ لوگ کفر و شرک کو نہیں چھوڑتے۔ اور مخالفت میں بہت بڑھ گئی ہیں۔ اب میں تجھے اسلام کی طرف بلاتا ہوں۔ طفیل نے اُسی وقت اسلام قبول کیا۔ اور گھر جا کر اپنے ماں باپ زن و فرزند اور قبیلہ کے دوسرے لوگوں کو بھی اسلام قبول کرنے کی نسبت کہا جن میں سے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا اور بعض بدبختوں نے انکار کیا۔ اس طرح اسلام باہر پھیلنا شروع ہوا۔

اگلے سال جبکہ نبوت کا دسواں سال شروع ہوا۔ آپ نے ارمہ شوال کو حضرت عائشہ صدیقہؓ سے جو کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دختر نیک اختر تھی شادی کی۔ اور اس کے تھوڑے دنوں بعد سودہ خاتون سے جو کہ چند روز ہوئے مسلمان ہوئی تھی نکاح کیا۔

قریش نے دیکھا کہ دین اسلام اب باہر بھی پھیلنے لگ گیا ہے۔ تو ان کے دلوں میں بڑا بھاری خطرہ پڑ گیا۔ تو ہشام۔ ابو جہل۔ ابولہب۔ امیہ۔ ابوسفیان۔ عتہ اور صفوان وغیرہ بڑے بڑے سربراہ اور جمع ہوئے۔ اور صلاح مشورہ کر کے آپ کو بلایا۔ اور کہا کہ ہم پھر تجھے کہتے ہیں۔ اگر کسی قسم کا خلل دماغ ہے۔ تو کسی حافظ حکیم کو بلا کر علاج کر داتے ہیں۔ اگر مال و دولت یا شادی کی حرص ہے تو ہم پورا کر۔ نے کو تیار ہیں۔ مگر ہمارے خداؤں کی توہین چھوڑ دو۔ آپ نے فرمایا مجھے مال و دولت کا طمع ہے۔ نہ سرداری کی حرص۔ نہ کوئی خلل دماغ ہے۔ اگر کوئی مطلب ہے تو میری رسالت کا اقرار کرو۔ اور بتوں کو پوہنا چھوڑ دو۔ اتنے میں ایک

شریہ بولا۔ اور کہا ہم تیری رسالت کا تب اقرار کرتے ہیں۔ اگر ہمارے پشت در پشت کے فوت شدہ آدمی قبروں سے اٹھ کر تیری رسالت کا اقرار کریں یا یہ نزدیک کے پہاڑ اکھڑ کر دور چلے جائیں یا نزدیک آجائیں تو آپ نے جواب دیا کہ میں ان کاموں کی واسطے نہیں آیا ہوں۔ کہ قبروں سے مڑے زندہ کروں یا پہاڑ اکھڑوں۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے (پس ۴۷) وَلَئِنْ قُرْآنًا سَرِيتْ بِهِ الْجِبَالُ أَوْ قُطِعَتْ بِهِ الْأَرْضُ أَوْ كَلِمَةً بِهِ الْمَوْتُ۔ بَلْ لِلَّهِ الْأَشْهُدُ جَمِيعُهُ ترجمہ: اور اگر کوئی ایسا قرآن ہوتا جس سے پہاڑ سرک جاتے یا زمین پھٹ جاتی (یا اس کی مسافت طے ہو جاتی) یا مڑے بات کرنے لگتے (کمدے اسے پیغمبر) یہ سب اختیار اللہ کا ہے۔

دوسرا العین بیدین بولا کہ یہ بھی کوئی پیغمبر ہے جو کہ ہماری طرح کھانا پیتا ہے بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ اگر خدا نے ایسا ہی پیغمبر بھیجنا تھا جو کہ ہماری طرح کھاتا پیتا۔ تو اس کے پاس ایک فرشتہ چاہیے تھا جو ہمیں کہتا کہ یہ سچا پیغمبر ہے۔ مان لو۔ غریب یہ ہے۔ خدا کو چاہیے تھا کہ اس کو کوئی خزانہ دے دیتا۔ خداوند تعالیٰ نے اسی وقت آیت نازل فرمائی (پس الفرقان ع) وَقَالُوا مَالِ هَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ لَوْلَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُونُ مَعَهُ نَذِيرًا۔ وَلْيَقُلْ إِلَيْهِ كُنُزًا وَكَوْنُ لَهُ جَنَّةٌ يَأْكُلُ مِنْهَا۔ وَقَالَ الظَّالِمُونَ إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَشْهُورًا۔ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا۔ تَبَارَكَ الَّذِي إِنْ شَاءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِمَّنْ ذَاكَ جَنَّاتٍ مَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَيَجْعَلُ لَكَ قُصُورًا۔

ترجمہ:۔ اور کہتے ہیں یہ کیا پیغمبر ہے۔ کھانا وہ کھاتا ہے اور بازاروں میں وہ پڑھتا ہے بھلا اس پر ایک فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا۔ وہ بھی اس کے ساتھ ساتھ لوگوں کو ڈراتا رہتا یا ایک خزانہ اس پر کیوں نہیں ڈال دیا گیا۔ یا ایک باغ تو اس کا ہوتا جس میں سے

کھا تارتا۔ اور یہ ظالم کہتے ہیں کہ تم تو ایسے شخص کے تابع دار بن گئے ہو جس پر کسی نے
 جادو کر دیا ہے۔ (اے پیغمبر) دیکھ وہ تیرے حق میں کیا کیا باتیں بناتے ہیں۔ تو وہ گمراہ
 ہو گئے۔ اب راد پر نہیں آسکتے۔ وہ بڑی برکت والا ہے۔ اگر وہ خدا چاہے تو دریاغ، محل
 یا خزانہ کی کیا حقیقت ہے۔ وہ تجھ کو اس سے بڑھ کر عنایت فرمائے۔ ایسے ایسے باغ
 دے جن کے تھے نہریں پڑی بہری ہوں۔ اور کئی محل تیرے لئے بنائے۔

حدیث میں ہے کہ خداوند تعالیٰ نے آپؐ سے دریافت کیا کہ اگر وہ دو لقمہ
 ہونا چاہتا ہے تو میں حرب منشا دولت دیتا ہوں۔ مگر آپؐ انکار کر دیا۔

ایک مہوار بدکردار اس سے بھی بڑھ گیا۔ اور کہا کہ انسان بھی کبھی پیغمبر ہو
 سکتے ہیں، کوئی فرشتہ یا جن پیغمبر ہونا چاہیے۔ تو خداوند تعالیٰ نے فرمایا۔

(پ ۱۵ اس بخا اسرائیل - ج ۱ شروع) وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمْ
 بِالْبَيِّنَاتِ - إِلَّا أَنْ قَالُوا بَعَثَ اللَّهُ لِبَشَرٍ أَرْسُولًا - قُلْ لَوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ
 مَلَائِكَةٌ يُمَكِّنُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَسُولًا -

ترجمہ :- اور جب لوگوں کے پاس ہدایت آگئی (یعنی قرآن) تو ان کو ایمان لانے سے
 اس بات نے روکا کہ وہ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو پیغمبر بنا کر بھیجا (اے پیغمبر
 ان کا شبہ دور کرنے کے لئے) کہدے۔ اگر زمین میں فرشتے بستے ہوتے تو بے شک ہم
 (ان کی ہدایت کیلئے) آسمان سے ایک فرشتہ کو پیغمبر بنا کر ان پر اتارتے۔

بیوقوف اس قدر نہ سمجھ سکے کہ

کندہجنس باہم جنس پرواز چہ کبوتر با کتویر باز با باز۔

القصد انہوں نے کہدیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ہم تیری رسالت
 پر یقین نہیں کر سکتے۔ بس آج سے سمجھ لے کہ جو کچھ بھی بُرا بھلا تمہارے حق میں
 ہم سے ہو سکے گا۔ درگزر نہ کریں گے۔ اور اگر موقع مل گیا تو تمہارے قتل سے
 بھی نہ چوکیں گے۔

آپؐ واپس چلے آئے اور اپنے کام میں مشغول رہے۔ اور قریش بھی اپنی

طرف سے کوئی دقیقہ فرو گناشت نہ کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ابو جہل نے پھر ایک دفعہ آپ کے قتل کے واسطے انعام مشترک کیا۔ جب کسی کی حرات نہ ہو سکی کہ علانیہ یا خفیہ کسی طرح سے بھی قتل کر سکے۔ تو اس لعین نے ایک اور کھیل کھیلی۔ یعنی جس راستے سے آپ نصف رات کے وقت اٹھ کر مسجد میں تشریف لے جاتے تھے۔ اُس راستے پر ایک کنواں کھدوایا۔ اور پتلی پتلی لکڑیاں (جو کہ انسان کا بوجھ نہ سہاڑ سکیں) دے کر معمولی سی ڈال دی۔ کہ زمین ہی معلوم ہو اور کنوئیں کے ارد گرد اتنی دور کہ جس فاصلے سے کسی کے کنوئیں میں گرنے کی آواز سُنی جاسکے۔ پتھر دے کر آدمیوں کو بٹھلا دیا اور کہا جو کوئی گویے اس پر پتھروں کی بوچھاڑ کرو۔ اور خواہ وہ کتنی ہی گریہ زاری اور صنت عاجزی کیوں نہ کرے ایک نہ سننی اور پتھروں کی بوچھاڑ کو ہرگز بند نہ کرنا۔ حاصل کلام جب آپ صبح معمول نصف رات کے وقت اُٹھے۔ اور مسجد کا راستہ لیا۔ جس وقت آپ عین اُس مقام پر پہنچے کہ اگر قدم اٹھائیں تو دھم۔ سے کوئیں میں گریں۔ خداوند کریم نے جھٹ جبرائیل علیہ السلام کو بھیج دیا اور مطلع کر دیا۔ اور اُٹھا کر کوئیں سے پار کر دیا۔ اب حکمت ربانی بموجب مثل چاہ کندہ را چاہ در پیش۔ نصف رات کے ہی وقت ابو جہل کو جاگ آئی۔ اور اُٹھ کر اسی راستہ پر چلا جس پر کنواں کھدوایا تھا۔ مگر ابو جہل کو یاد نہ رہا۔ کہ میں نے فلاں کار روائی کی ہوئی ہے۔ حتیٰ کہ ٹھلٹھا ٹھلٹھا چپکے سے جھٹ کوئیں میں گر پڑا۔ اب کیا تھا۔ حسب الحکم تجھروں کی بوچھاڑ شروع ہوئی۔ ہر چند ابو جہل نپکارا۔ چیخا چلایا۔ مگر کسی نے ایک نہ سُنی۔ اور مارا مارا اودھ مٹا کر دیا۔ جب صبح ہوئی۔ تو دیکھا ابو جہل لعین ہی اودھ مٹا سسکا رہا ہے۔ اب تو افسوس پیدا ہوا۔ اور نکالنے کی کوشش شروع ہوئی۔ ہر چند لمبے سے لمبے رستے اور دو دو تین تین رستے باندھ کر ڈالے گئے۔ مگر کنوئیں کی تہ تک نہ پہنچا تھا۔ آخر کار ابو جہل بولا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بلاؤ وہی مجھے نکالے گا۔ جب آپ تشریف لائے تو ابو جہل نے کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)!

میں تجھ پر اور تیرے خدا پر ایمان لے آیا ہوں۔ مگر اب مجھے مصیبت سے نجات
 دلو ایسے۔ آپ نے اپنا دست مبارک کوئیں میں ڈالا۔ اور ابو جہل کو اوپر ہاتھ اٹھانیکے
 واسطے کہا۔ جب ابو جہل نے کھڑے ہو کر ہاتھ اوپر کیا۔ تو آپ نے پکڑ کر باہر نکال
 لیا۔ جب ابو جہل باہر نکلا تو درود و اکراہ کی حالت میں (جو پتھروں کی چوٹوں سے
 ہو گئی تھی) کہنے لگا۔ ہر چند لمبے لمبے رے ڈالے گئے۔ مگر مجھ تک نہ پہنچتے تھے۔ تعجب
 ہے کہ آپ نے مجھے ہاتھ لمبا کر کے باہر نکال لیا۔ میں یقین نہیں کر سکتا۔ اور کستا ہوں
 مَا هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ (یہ جادو ہے ظاہر)

آپ اس سخن کے سُننے ہی دُعاے خیر دیتے ہوئے تشریف لے گئے۔ اس
 واقعہ سے قریش کے رہے سے اوسان بھی خطا ہوئے۔ اور اسلام نہایت سرعت
 سے ترقی کرنے لگا۔ اب قریش کو ہاتھ اٹھانے کا تو حوصلہ نہ رہا۔ مگر منسی محول
 پر اُتر آئے۔ خداوند کریم نے ان کے حق میں مختلف اوقات میں آیتیں سوتیں
 نازل فرمائیں۔ اسی طرح بفضل خدا آپ کا سنِ مثریت پورے پچاس سال کا
 ہو گیا۔ چنانچہ ۵۱ سال کا واقعہ ہے۔ قریش کے چند آدمی مثلاً عاص بن وائل۔

ولید بن مغیرہ وغیرہ ایک بُت کو اٹھا کر آپ کے پاس آئے۔ اور کہا۔ اے محمد صلیم
 ہم تم صلیع کر لیں۔ تم ہمارے خدا کی عبادت کرو اور ہم تمہارے خدا کی عبادت کرتے
 ہیں یعنی ایک سال ہم ہمارے خدا کی عبادت کرو۔ ایک سال ہم تمہارے خدا کی
 عبادت کیا کریں گے۔ اسی طرح سے رد و بدل کر کام کرنے سے ہمارے۔ اور
 تمہارے درمیان لڑائی اور خصومت نہ رہے گی۔ اسی وقت یہ حکم نازل ہوا۔

(س۔ الکافرون) قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ
 وَلَا أَنْتُمْ عِبُدُوا مَا أَعْبُدُ۔ وَلَا أَتَّعِبِدُ مَا عِبُدْتُمْ۔ وَلَا أَنْتُمْ
 عِبِدُوا مَا أَعْبُدُ لَكُمْ دِينُكُمْ دِينِي دِينُكُمْ (ترجمہ) (اے کفار کافروں)

کہہ دے۔ کافروں! ان (بتوں) کو نہیں پوجتا جن کو تم پوجتے ہو۔ اور میں جس (خدا) کو پوجتا
 ہوں اس کو تم پوجتے ہو۔ اور میں آئندہ ان بتوں کو پوجوں گا۔ جن کو تم نے پوجا۔ اور نہ تم

اس خدا کو پوج گئے جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ تم کو تمہارا دین (مبارک) مجھ کو میرا دین (مبارک) اب کے حج میں بھی بنفسل خدا خاصی کامیابی ہوئی باوجودیکہ قریش جنالکیش اپنی طرف سے بدنام کرتے۔ لوگوں کو آپ کی کلام سننے سے منع کرتے رہے مگر اسی سال میں مدینہ منورہ کے چھ آدمی مشرف باسلام ہوئے۔

گیارہواں سال نبوت

اب وہ مبارک وقت آیا کہ طالب و مطلوب ایک جگہ میٹھا راز و نیاز کی گفتگو کریں۔ یعنی معراج ہوا۔ آپ نے ہفت افلاک چھوڑ جہاں کائنات کی سیر کی۔ شعر رہے ہنتم فلک تک بلکہ اکثر انبیاء لیکن بہ گذر کر عرش و کرسی سے محمد مصطفیٰ پھیرے اس سے پہلے کہ معراج میں عالم بالا کا احوال تحریر کیا جائے۔ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ یہ لکھا جائے کہ معراج کیوں ہوا تھا؟

جب خداوند تعالیٰ نے جلا راض و سما کو پیدا کیا۔ تو آسمان اور زمین کے درمیان تنازعہ پیدا ہوا۔ آسمان اپنی بلندی اور چاند سورج۔ ستاروں۔ عرش و کرسی۔ ملائکہ وغیرہ کے ہونے سے اپنے آپ کو بڑا بتانا تھا۔ زمین اپنی خاکساری عاجزی سے انسانوں کے رہنے کی جگہ اور مختلف قسم کے پھل پھولوں اور اجناس کا ذکر جو کہ انسانوں کو فائدہ دے کر بڑی بننا چاہتی تھی۔ اس جھگڑے میں آخر آسمان جیت گیا۔ اور زمین بچاری خاموش ہو گئی۔ آخر کار جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے۔ تو زمین فرط خوشی سے رُکارا بھئی کہ اے آسمان اب بتا۔ تو کتنا تھا کہ بھشت۔ رضوان۔ آفتاب و مہتاب اور جمیع ملائکہ آسمان میں رہتے ہیں۔ اس واسطے میرا متبہ بلند ہے۔ مگر سید انس و جان باعث کون و مکان جس کی خاطر یہ سب چیزیں معرض وجود میں آئیں۔ مجھ میں ہے یا تجھ میں۔ آسمان یہ سنتے ہی سجدہ میں گیا۔ اور زار زار رو کر خدا سے التجا کی۔ کہ یا اَلّٰہی اپنے محبوب کے قدم مبارک سے ایک دفعہ

میرے مشرف و ممتاز کردہ آخریہ دعا قبول ہوئی۔ اور آپ کو عرش پر بلایا گیا۔ تاکہ
سمان بھی آپ کے نور سے منور ہو۔

دعا کے منظور ہوتے ہی دست قدرت نے آسمانوں میں آرائش کی۔ اور
جبرائیل علیہ السلام کو براق لے کر آپ کے در دولت پر حاضر ہونے کا حکم دیا۔ حضرت
جبرائیل امین بہشت میں گئے۔ تو جملہ براق نہایت آن بان سے کئے لگے کہ مجھے
لے چلو۔ مجھے لے چلو۔ میں چلتا ہوں۔ ہر کوئی اپنے ہی آپ کو تیز رفتار جتلا کر بڑا
نبٹا تھا۔ جبرائیل نے دیکھا۔ کہ ایک براق نہایت لاغر و نحیف چپ چاپ کھڑا ہے
اور آنسو بہا رہا ہے۔ جبرائیل نے اس سے صورت حال پوچھی۔ تو اس نے کہا
کہ جب سے میں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی سنا ہے۔ اس کے دیدار کے
شوق میں آنسو بہا رہا ہوں۔ چرنا چنگ نہایت سے چھوڑا ہوا ہے۔ یہ سنتے ہی جبرائیل
علیہ السلام نے اُسی براق کو انتخاب کیا۔ براق فوراً فرط شوق سے ایسا موٹا تازہ
و تیز رفتار ہو گیا کہ کوئی اس کا ثانی نہ رہا۔ جبرائیل امین فوراً براق لے کر آپ کے
دولت خانہ پر حاضر ہوا۔ اس وقت آپ خواب تازیں تھے۔ جبرائیل علیہ السلام
آپ کے پاؤں کے تلواروں کو مل کر کہتے تھے:

نظم

جان و دل آپ پہ دونو کئے قرباں جاگو	اے میرے رشکِ قمریے ماہِ تاباں جاگو
خاتمِ جملہ نبی سید و سلطان جاگو	اے شبہ کون و مکانِ فخرِ سولاں جاگو
ناسخِ جملہ مل مالکِ قسرات جاگو	محبطِ روح امیں سرورِ ذیباں جاگو
حامیِ دین متین ساءِ رحماں جاگو	شافعِ روز جزا احمد ذی شاں جاگو
رہبرِ راہِ خدا ناسخِ ادیاں جاگو	شبِ معراج ہے یہ اے میرے سلطان جاگو
لایا در پر ہے براقی کیا دریاں جاگو	وہوم ہے عرش سے نافرست تیری آمد کی
جاگو اے فخرِ زماں رحمتِ یزدوں جاگو	منتظر آگیا ہے خالقِ اکبر شاہ۔

لے پہلے تارے تھوڑے تھے پھر زیادہ کر دیئے۔

جاگو محبوب خدا نرگسی آنکھیں کھولو
 دیتے جبرائیل امیں تھے یہ صدائیں بہیم
 اُٹھ پیغام خدا میرے پیغمبر سن لو
 عرش پہ آپ کو خالق نے بلا بھیجا ہے
 اب توقف نہ کرو ساقی کو شر اُٹھو
 اے امیں لب پہ تھا جبرائیل کو معراجی شب
 جاگو مطلوب خدا شاہد سبحان جاگو
 جب آپ خواب ناز سے بیدار ہوئے تو جبرائیل علیہ السلام نے مسرت
 راز کو آشکار کیا۔ اور کہا کہ در دولت پر براق حاضر ہے۔ اور خداوند تعالیٰ
 کے علاوہ جملہ ملائکہ آپ کے دیدار فرحت آثار کے منتظر کھڑے ہیں۔ آپ نے
 وضو کیا۔ اور گھر سے نکلے۔ جب آپ نے براق کو دیکھا تو رو پڑے۔ حکم
 خداوندی اسی وقت پہنچا۔ کہ اے محبوب یہ وقت شادمانی اور کامرانی کا ہے
 گر یہ کیا باعث ہے۔ آپ نے عرض کیا کہ اے اللہ العالمین آج تو نے
 میرے واسطے براق بھیجا ہے۔ مگر کل کو میری عاصی عاجز و ناتواں امت
 اس بال سے باریک اور تلوار سے تیز تر پُل صراط پر سے جو کہ دوزخ پہنچا
 ہو گا۔ کس طرح گزرے گی۔ یہ فرمایا۔ اور فوراً سب سے میں چلے گئے۔ اُسی
 وقت حکم عالمی پہنچا۔ اے میرے محبوب جس طرح آج آپ کے در دولت پر
 براق بھیجا ہے۔ اسی طرح جب تیری امت قبروں سے نکلیں گی۔ تو قبروں پر
 ایک ایک براق بھیجوں گا۔ آپ اس امر کے سنتے ہی شادمان ہو کر براق
 پر سوار ہوئے۔ براق نے فوراً خدا سے التجا کی۔ شعر
 براق شاہ نے معراج میں یہ کی دعا حق سے عطا کروہ قدم آواز پہنچے ہیں جو فر فرے
 اس کے بعد آپ مع جبرائیل علیہ السلام کے بیت المقدس کی طرف
 تشریف لے گئے۔ وہاں لانا تھا ملائکہ نے آپ کا استقبال کرتے ہوئے
 مبارک دے دی پھر دو رکعت نماز پڑھ کر آسمانِ رفیع روانہ ہوئے۔ راستے

میں جو کوئی ملنا۔ مبارک باد عرض کرتا ہوا ہمارے کاب ہوتا۔ اور ساکنان عرش
و جہیں اگر پڑھتے تھے۔ نظم

شب معراج میں آتی تھی فلک سے یہ ندا دیکھو آتا ہے زمیں سے عجب اک نور خدا
شعلہ نور ہے ایسا کہ نہ دیکھا نہ سنا جس نے دیکھا وہیں طورِ منط ہو کے جلا
حسن معنی میں وہ ایسا ہے کہ حاشا کلا حسنِ یوسف بھی حیا سے نہیں دیکھے ہو ذرا
دروِ یوار سے پڑھتے ہیں یہ بوجھ کے فدا جس طرف دیکھو اُدھر سے ہی آتی ہو صدا

مرحبا سید کی مدنی العزنی

دل و جان با فدائیت چہ عجب خوش بقی

عرش پہ وہ صوم ہوئی آتا ہے وہ شاہنشاہ جسکے خدام ڈانگیں نہ ہے شوکت و جاہ
دیکھو حسنِ خدا داد پہ کرنا نہ رنگا ہ ورنہ جل جادو کے جس طرح جلتی ہے گیاہ
کیونکہ یہ نور ہے جس کو کہیں نورِ خدا مقبس جس کا ہر ایک نبی تھے شام و پگاہ
لبِ جان بخش پہ پڑتے ہی نگاہ کو ناگاہ ہو کے بے تاب یہ عیسے نے کہا کھنجر کو آہ

مرحبا سید کی مدنی العزنی

دل و جان با فدائیت چہ عجب خوش بقی

حوریں بکلی قص کنان یعنی تھیں گو شاہ نام دید تیری نہیں دید خدا سے کچھ کم
وہی جاوہ ہے وہی نور ہے وہی فیض اتم بے منبر یہ تیرے نور سے سارا عالم
آپ تشریف جو لایا کریں یاں پر پہ ہم قرش آنکھوں کا بچھایا کریں ہم سب ہام
اس پہ بھٹلایا کریں آپ کو اور چوں قدم روبرو آپ کے پڑھیں با شوق اتم

مرحبا سید کی مدنی العزنی

دل و جان با فدائیت چہ عجب خوش بقی

کہیں آدم کہیں گئیں ستھ اسیر ایش مئے وحدت کی لگاتے تھے کہیں خضر بیل
کہیں کرتی تھیں قادیوسی کو حیرتِ عجیل کہیں پڑھتے تھے کھڑے صل علی اسمعیل
کہیں یوسف کہیں امین کہیں عزرا ایش کہیں منشاں کھڑے دید کے روتے تھے خلیل

و جدیں آکے لگے کہنے وہاں جبرائیل پھونکے وصو میں اس بیت کو اے اسرائیل

مرحبا سید کی مدنی العربی

دل و جان باد فدایت چہ عجیب ش لقی

آپسے ہو کے جدا جب وہ جلیے بہر وصال نور وحدت سے صدا آئی کہ آئیے جلال

انبیائے کب کے یہ کہنے لگے اخی ظل جلال عقدہ یہ ہم پہ کھلا جزیرے سب ہم و خیال

خضر سہری دانا سے تو مشرف کمال غور کر دیکھا نہیں تیرا کوئی مثل و مثال

عاجزا غیر سے کرا میں تو بحث جدال روز و شب دل سے پڑھا کر اسے بے قبل و قال

مرحبا سید کی مدنی العربی

دل و جان باد فدایت چہ عجیب ش لقی

آپ ہفت آسمان کی سیر کرتے ہوئے اور جملہ انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ

سے تعارف کر کے سدرۃ المنتہی پر پہنچے اس جگہ دو رکعت نماز ادا کی جب

آگے چلنے کی واسطے تیار ہوئے۔ تو جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی یا رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری طاقت نہیں کہ آگے ایک قدم بھی دہر سکوں

اگر ایک سرموئے برتر پر دم ۛ فروغ تجلی بسوزد پر دم

یہ کہنا تھا کہ میکائیل علیہ السلام آگئے۔ اور آپ کو ہمراہ لے کر نہراہ پر چلے

سے گزر گئے۔ لکھا ہے کہ ہر پردے کے درمیان پانچ سو سالہ راہ تھی۔ اور

ہر پردہ پانچ سو سالہ راہ کی موٹائی میں تھا۔ انجام کار میکائیل علیہ السلام

نے بھی ساتھ چھوڑا۔ تو اسرافیل علیہ السلام آپ کے ہمراہ کاب ہوئے۔ اور

میکائیل کی طرح بہت سا فاصلہ طے کر لینے کے بعد اسرافیل نے بھی آگے

قدم رکھنے سے اپنی عاجزی بیان کی۔ آپ آپ تن تنہا رہ گئے۔ کچھ فاصلہ

براق نے طے کیا تھا کہ براق نے بھی ساتھ چھوڑا۔ ابھی براق کا جانا ہی تھا کہ

رفوف آ موجود ہوئی۔ کئی ہزار ظلماتی و نورانی پردوں اور دیانے گذار عرض کی

ۛ جبرائیل علیہ السلام کا مقام ۛ ۛ ہوا کا تختہ ۛ

یا حضرت آگے دم مارنے کی تاب نہیں ہے۔ اب پیدل روانہ ہوئے اور پرودہ ہیبت اور جبروت گذر گئے۔ بعد ازیں ایک کرسی ملی اس پر آپ بیٹھ گئے۔ تو یکایک کسی آواز کے پیدا ہونے سے آپ بیہوش ہو گئے۔ ابھی کرسی پر سے اترنے کو ہی تھے کہ ایک پانی کا قطرہ آپ کے دہن مبارک میں آکر گرا۔ فوراً ہوش آگئی اور تمام علم اس قطرے کے گرنے سے پیش نظر ہو گئے پھر اٹھ کر آپ روانہ ہوئے۔ جب عرش اعظم کے پاس پہنچے تو آواز آئی۔

شعر

پہنچا محبوب تو مشاطہ رحمت نے کہا خلوتِ راز میں اے ناز کے پالے آجا ہم نے خوش ہو کے تجھے ساری خدائی بخشی اپنے بندوں کو کیا تیرے حوالے آجا رنگِ وحشت یہاں غنچِ خلوت ہو یہاں اے گلِ گلشن لولاک لہلہ آجا
السلام علیک یا ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ نے فوراً جواب دیا السلام علیک وعلی عباد اللہ الصالحین۔ جب یہ جواب سلام انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ کے کان میں پہنچا تو کیا ربول اُٹھے اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد عبدا ورسولہ۔ (شعر)

عظمتِ بارگاہِ احمد مرسل کو دیکھ انبیاء خوف سے اللہ غنی کہتے ہیں پھر نہ آئی کہ یا محمد اخرجت جبرائیل من تیشار وانت یدخل اہتک فی سترنا۔ ترجمہ :- اے محمد (ص) اللہ علیہ وسلم ہم تو جبرائیل کو اپنے بھید میں شام نہیں کرتے اور آپ اپنی امت کو شال کر رہے ہیں۔

پھر نہ آئی کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر تم نے ہمارے سلام سے اپنی امت کو بھی حصہ دیا ہے۔ تو ہم بھی ایک رحمت نازل کرتے ہیں۔ یعنی ہر سال میں ایک آج کی رات کو تمام راتوں سے افضل کرتے ہیں۔ (لیلۃ القدر)

سہ قدر گئی طہ پر علم ہوا۔ اسی کو علم لدنی کہتے ہیں۔

چنانچہ خداوند کریم فرماتا ہے:

لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ - ترجمہ: شب قدر بھی ہزار مہینوں
اور تیری خاطر تیری امت پر سلام کہتے ہیں۔ سلام بھی حتیٰ مطلع الفجر
بعد ازین راز و نیاز کی گفتگو شروع ہوئی جس کی نسبت خداوند تعالیٰ نے
فاوسی ابی ماعبد مادی فرما کر ان باتوں پر پردہ ڈالا۔ اور ان باتوں کو
ظاہر نہ کیا۔ کیونکہ دودوستوں کے درمیان راز ضرور ہوتا ہے۔ جیسے کسی
فارسی شاعر نے کہا ہے:-

در میان عاشق و معشوق نصرت گراما کاتیں راز و خبر نیست
یعنی عاشق و معشوق کے درمیان ایسا راز ہوتا ہے کہ گراما کاتیں کو بھی اس
راز سے واقفیت نہیں ہوتی۔ آپ کے درجے اور رتبے کی نسبت خدا نے
یہی فرما کر قاب قوسین اودادی پر داہنی ڈالا ہے۔ اور مشاہدہ و سفر نامہ کی
نسبت اذینشے السدرۃ ما یغشے فرما کر راز و جاری کا ثبوت دیا ہے۔

بعد ازین خداوند کریم نے فرمایا کہ اے میرے محبوب تو میرے لئے کیا تحفہ
لایا ہے۔ آپ نے عرض کیا کہ الہی تو دانا و بینا ہے۔ تو سب کچھ جانتا ہے
پھر مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ پھر خداوند کریم نے فرمایا کہ اچھا
ہماری طرف سے اپنی امت کے واسطے پچاس نمازوں ایک دن میں اور
چھ ماہ روزے ایک سال میں کا تحفہ لے جاؤ۔ آپ نے منظور فرمایا۔ اور
پھر واپسی کے وقت پہلے بہشت میں پہنچے۔ حوروں۔ اور غلمانوں نے معہ
رضوان کے آپ کا استقبال کیا۔

جو وہ جنت سے نکل پڑتی ہیں اللہ کے خوشی جبکہ رضوان یہ سناتے ہیں کہ وہ آتے ہیں۔

۱۵ پارہ نبیوں سورۃ واقدر بہ ۱۵ آدمیوں کے اعمال لکھنے والے فرشتے۔ دن کے
وقت اور فرشتے ہوتے ہیں جو عصر کے وقت سے چلے جاتے ہیں اور رات کے فرشتے آ
جاتے ہیں صبح اور عصر کا وقت اسی لئے مقبول ہوتا ہے بہ نسبت دوسرے اوقات کے

بہشت کا سیر کر کے دوزخ کی طرف تشریف لائے اور دوزخ میں ہی اپنے ماں باپ کو دیکھا۔ جب یہ ساخہ ہوش ربا دیکھا تو رو پڑے۔ اسی وقت حکم الہی نازل ہوا۔ کہ اے حبیب یا امت کو لے اور ماں باپ کو چھوڑ۔ یا ماں باپ کو لے اور امت کو چھوڑ۔ آپ نے کچھ تامل کر کے فرمایا کہ میں امت کو نہیں چھوڑ سکتا۔

پھر آپ نے واپسی کا ارادہ کیا۔ تو راستے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہوں نے پوچھا کہ کتنی عبادت فرض ہوئی ہے۔ آپ نے بتایا۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے واپس بھیجا کہ یہ عبادت بہت ہے۔ آپ نے پھر جا کر عرض کی تو نصف عبادت منسوخ ہو گئی اور ۲۵ نمازیں اور ۳ ماہ روزے منظور ہوئے۔ جب پھر موسیٰ علیہ السلام سے آکرئے تو موسیٰ علیہ السلام نے مکر واپس کیا تو ۲۰ نمازیں اور ۴ روزے مقرر ہوئے۔ جب دوسری دفعہ آکر موسیٰ علیہ السلام سے حال بتلایا تو موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کی یا رسول اللہ ابھی عبادت بہت ہے۔ آپ تیسری دفعہ دربار الہی میں حاضر ہوئے۔ تو پانچ نمازیں اور ایک ماہ کے روزے فرض ہوئے۔ باقی منسوخ ہو گئے۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے یہ عبادت سنی۔ تو پھر واپس جانے کی نسبت عرض کی۔ مگر آپ نے فرمایا۔ اب مجھے بار بار جاتے مٹرم آتی ہے میں نہیں جاتا۔ تو خداوند تعالیٰ نے حکم بھیجا کہ قسم ہے اپنی عزت اور جلال کی جو شخص پانچ نمازیں روزانہ اور ایک ماہ روزے سالانہ ادا کرے گا۔ اس کو پچاس نماز روزانہ اور چھ ماہ سالانہ روزوں کا ثواب عطا کرونگا۔ یہ حکم سنتے ہی آپ واپس تشریف لے آئے۔ جس وقت آپ اپنے مکان میں تشریف لائے تو ابھی ہلکا گرم تھا۔ اور وہ وضو کا پانی جو کہ جاتے وقت کیا تھا ابھی زمین پر حرکت کر رہا تھا۔ رات اتنی ہی تھی جتنی چھوڑ کر عالم بالا میں تشریف لے گئے تھے۔ سبحان اللہ

ناظرین کو یاد رکھنا چاہیے کہ چپاس نمازوں اور چھ ماہ کے روزوں کا رسول صلی
 اللہ علیہ وسلم بار بار گھٹ گھٹا کر موجودہ مقدار پر آ رہنے کی روایت جو اوپر لکھی گئی ہے
 بالکل غلط ہے کیونکہ نماز اور روزے تو معراج سے پہلے ہی فرض ہو چکے تھے جو کہ یہ روایت
 دیہاتی جہلا میں چند ایک بے بنیاد سنجابی قصویٰ و تہمت بکثرت مروی ہے۔ اس لئے
 اس ساری روایت کو بیان کرنے کے بعد اس کی تردید کو مناسب سمجھا گیا۔ شاید
 کوئی اعتراض کرے کہ پہلے نمازوں کی مقدار مقرر نہ تھی۔ تو اس کے جواب میں سورہ طہ
 کی یہ آیت کافی ہے۔ جو ابتدائے اسلام میں نازل ہو چکی تھی۔ جس میں پانچوں
 نمازوں کا ذکر ہے: وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا وَمِنْ
 آفَاقِ الْمِيلِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضَىٰ ترجمہ: اور سورج نکلنے سے پہلے اور
 لگاتار پانچوں کی طرح نماز پڑھ اور سورج ڈوبنے سے پہلے (عصر کی نماز) اور رات کی پانچوں بھی اللہ
 تعالیٰ کی پاکی بیان کر (مغرب، عشا) اور دن کے کناروں میں بھی (ظہر) اس لئے کہ تو آخرت میں
 اس کا ثواب پا کر خوش ہو۔

جب معراج کی خبر کہ معظوظ گرم ہوئی۔ تو آپ کے تابعین نے تسلیم فرم
 کیا۔ مگر منکرین نے اس واقعہ کو غلط مانا۔ اور صفت کے اعتراض کرنے لگے
 چنانچہ خداوند تعالیٰ اپنی کلام پاک میں فرماتا ہے: (چپاس بنی اسرائیل ع ۱۰)
 وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فَأَبَى الْكَاذِبُ
 إِلَّا كُفُورًا وَقَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ بِكَ حَتَّىٰ تُنْزِلَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُتُونَ
 أَوْ يَكُونُ لَكَ جَنَّةٌ مِنْ خَيْبٍ وَغَيْبٍ فَهَٰذَا إِلَّا نَسْأَرُ خِلَافًا يَجْهَرُونَ
 أَوْ تُسْقِطُ السَّمَاءَ كَمَا زُحُمَتْ عَلَيْهَا كِسْفًا أَوْ تَأْتِي بِلُحَاهٍ وَالْمَلَائِكَةُ
 قِيلَاءٌ أَوْ يَكُونُ لَكَ بَيْتٌ مِنْ زُخْرٍ أَوْ تَرْقَىٰ فِي السَّمَاءِ وَلَنْ
 نُؤْمِنَ بِرُفْقِكَ حَتَّىٰ تُنْزِلَ عَلَيْنَا لَبًّا لَقُرْؤًا قُلْ سُبْحَانَ
 رَبِّي هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا مِثْلُ سُوْلَاہ ترجمہ:۔ اور ہم نے تو اس قرآن میں
 ہر ایک مطلب مثال کی طرح لوگوں کے (سمجھانے کے لئے) پھر پھر کر بیان کیا ہے
 اس پر بھی اکثر لوگ انکار کے سوا کچھ نہیں مانتے۔ اور کہتے کیا ہیں۔ ہم تو بھی تیری بات

ماننے والے نہیں۔ جب تک تو ہمارے لئے ایک چمٹہ پانی کا زین سے پہنچا ہے۔ یا تیرا ایک باغ (لگ جائے) کھجور اور انگور کا۔ اور اس کے بیج میں تو پانی بھر پور نہیں بہا دے یا جیسا تو کہا کرتا ہے ہم پر آسمان ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دے۔ یا اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کھڑا کر (یعنی ہم خود آنکھ سے دیکھیں) یا تیرا ایک گھر ہو سونے (طلای) کا یا تو آسمان میں چڑھ جائے۔ اور صرف چڑھ جانے سے ہم ماننے والے نہیں۔ جب تک ہم پر ایک کتاب نہ اُتار لا دے جس کو ہم خود پڑھ لیں۔ (اسے پیغمبران کے جواب میں) کہہ دے۔ سبحان اللہ میں ہوں کیا۔ ایک بندہ ہوں (اللہ تعالیٰ کا) پیغام پہنچا نوا لا۔ جب اُن کے ایسے سوالات کا جواب خود اللہ تعالیٰ نے دیا تو پھر دوسری طرز پر اُتر آئے یعنی آپ کا امتحان لیا گیا۔ آپ کبھی شہر و مشق میں تو کئے ہی نہ تھے۔ سو اس واسطے آج کے اس واسطے انہوں نے بیت المقدس کنشانیہ پوچھیں۔ جو کہ آپ نے ٹھیک ٹھیک بتا میں۔ کیونکہ آپ بیت المقدس میں دو رکعت نماز پڑھ کر عالم بالا میں تشریف لے گئے تھے۔ پھر منکرین نے کہا کہ ہم اسے قافلے اسی طرف تجارت کی غرض سے گئے ہوئے ہیں۔ اُن کا کچھ حال بتاؤ۔ آپ نے راستے میں چلتے ہوئے قافلے کا جو حال دیکھا تھا۔ بتا دیا۔ یہ قافلے والے شہر مکہ میں پہنچے تو ان سے وہ حال جو کہ آپ نے بتایا تھا۔ پوچھا تو انہوں نے کہا۔ ہاں یہ ٹھیک ہے۔ تو کفار اشارہ جھٹ بول اُٹھے ماہذا الا سمحکم صبیح (یہ جادو ہے ظاہر)۔ مگر جب قافلے والوں کو اصل حالات سے آگاہی ہوئی۔ تو انہوں نے اسی وقت دین اسلام اختیار کیا۔

معراج عالم سید الہی میں بموجب بعض اقوال، ارشاد ربیع الاول اور یا ۲۷ رجب کو ہوا۔ مگر ٹھیک ماہ رمضان میں معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ جب آپ نے خداوند کریم کے سلام کے جواب میں اپنی امت عاصی کو بھی شریک کیا۔ تو خداوند نے فرمایا کہ اگر آپ نے اپنی امت کو بھی شریک کیا ہے۔ تو ہم اپنی رحمت سے آج آپ نے فرمایا تھا کہ قیامت کو زمین اور آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیگے۔ بلکہ بیت المقدس شہر و مشق میں

کی رات ان کے لئے مخصوص کرتے ہیں یہ رات ہزار مہینوں سے اچھی ہوگی۔ تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ معراج ماہ رمضان میں لیلة القدر کی رات کو ہوا۔ اس وقت آپ کا سن بشریت پچاس برس سے زیادہ تھا۔ باقی گیارہواں سال اسی حیثیت بحث میں گذر گیا۔

بارہویں سال نبوت میں جبکہ آپ کی عمر کا باونواں برس شروع ہوا۔ سوائے اس کے اور کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں کہ اس سال حج کے موقعہ پر مدینہ منورہ کے چند آدمی اور آئے اور مشرف باسلام ہو کر یہ خواہش کی کہ یا تو جناب خود ہمارے شہر میں تشریف لے چلیں یا ہمارے ساتھ فی الحال کوئی آدمی بھیج دیں۔ آپ نے مصعب بن عمیر کو ان کے ساتھ مدینہ کی طرف بھیج دیا۔ چنانچہ مدینہ سکینہ میں اسلام کی خاطر خواہ ترقی ہوئی۔ گو اول اول اہل مدینہ نے کچھ انحراف کیا۔ مگر جب انہوں نے قرآن مجید کو بغور سنا۔ تو دل نرم ہو گئے۔ اور داخل اسلام ہونے لگے۔

اب زمانے نے ایک اور پلٹا کھا کر گذشتہ افسانے کا خاتمہ کر دیا۔ اس وقت آپ کی نبوت کا تیرہواں سال شروع ہے۔ حج کے دن ہیں۔ گرد و نواح سے زائران نہایت شوق کے ساتھ لبیک لبیک کہتے ہوئے قدم بڑھاتے چلے آ رہے ہیں۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس موقع کو غنیمت جان کر حاجیوں کے درمیان اشاعت اسلام کر رہے ہیں۔ آپ کے دیگر صحاب کبار بھی کفار و کفار کے مقابلہ میں آپ کا ساتھ دے رہے ہیں۔ ادھر قریش جفاکیش بھی آپ کو مختلف ہتھکنڈوں سے منسوب کر کے اپنی جاہلیت کا پورا پورا ثبوت دے رہے ہیں۔ اسی اثنا میں ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا۔ اور چلے چلے کچھ عرض کی۔ آپ سنتے ہی اس آدمی کے ہمراہ باہر تشریف لے گئے۔ کہہ دیتے ہیں کہ اہل لیان مدینہ منورہ کا ایک گروہ آپ کے انتظار میں جاں بلب ہو رہا ہے اور زبان حال سے نکلا رہا ہے۔

لایۃ تشریف میں رضوں کو تسلی ہو جائے جان و دل سے ہیں طلبگار رسول عربیؐ

جب آپ اُس گروہ کے پاس پہنچے تو سرفرد تعظیم کیواسطے کھڑے ہو گئے۔ اور بصد
 اوب التجا کی کہ اسلام ہم پر عرض کریں۔ اتفاق سے دوسری طرف دشمنوں کو بھی
 پتہ چل گیا۔ اور ایک اچھا خاصہ گروہ مسلم ہو کر دریافت حال کے لئے آیا۔ جب
 اہالیان مدینہ نے اس منظر کو دیکھا تو بے باعث غیر مسلح ہونے کے خوف زدہ
 ہو گئے۔ اور روانہ ہو گئے۔ جاتے ہوئے کہہ گئے کہ یا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 ہم کل رات کو فلاں مقام پر حاضر ہو جائیں گے۔ آپ تشریف لے آویں۔ اس
 وقت دشمن تیز رفتاری سے آ رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دشمن کے
 گروہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اور اسی طرح اسلام کے متعلق دعوت کرنے
 لگے۔ قریش کے دلوں کو یہ بات ناگوار تو ہوئی۔ مگر حافظ حقیقی نے ان کے دلوں پر
 اس قدر رعب ڈال دیا کہ بلا چون و چرا چپکے سے چلے گئے۔

جب رات کا وقت ہوا تو اہالیان مدینہ کے آدمی ایک ایک کر کے مقام مہود
 پر پہنچ گئے۔ اور آپ بھی اپنے چچا عباس (عباس ابھی تک مسلمان نہیں ہوا تھا۔ مگر
 خیر خواہ ضرور تھا) کو ہمراہ لے کر پہنچے۔ بعد از مشرف باسلام ہونے کے انہوں نے
 خواہش ظاہر کی کہ براہ صربانی آپ مدینہ میں تشریف لے چلیں۔ تو ہر طرح سے
 آپ کی حفاظت و حمایت کی جائے گی۔ اور ہماری بھی عزت ہو گی۔ آپ نے فرمایا
 کہ میری حفاظت خداوند کریم ہر جگہ کرتا ہے۔ تمہاری حفاظت کی ضرورت نہیں ہے
 اگر خدا نے حکم دیا کہ ہجرت کر جاؤ۔ تو ضرور مدینہ میں آ جاؤں گا۔ بعد ازیں آپ نے
 ان میں چند آدمیوں کو افسر مقرر کر دیا۔ اور قافلہ روانہ ہو گیا۔ کفار کے جاسوسوں نے
 اس امر کی اطلاع قریش کو دی۔ تو مسلح ہو کر اس قافلہ کے پیچھے روانہ ہوئے۔ کہ ان کو
 قراہ واقعی سزا دیں۔ جب مقابلہ ہوا تو اہل مدینہ بے باعث نہ ہوئے ہتھیاروں کے زور
 ہو گئے۔ اور ان کے بڑے سردار سعد بن عبادہ کو گرفتار کر لائے۔ کہیں آ کر اُس پر
 بڑا تذکرہ کر رہے تھے کہ اتنے میں حارث بن ابیہ نے آ کر چھوڑا دیا۔ کیونکہ سعد کا
 حارث کے ہاتھ بہت سنا تجارنی تعلق تھا۔ جب سعد بن عبادہ رہا ہو کر مدینہ کی جانب

روانہ ہوا۔ تو راستے میں اہل مدینہ جو مسلح ہو کر قریش مکہ سے جنگ کی خاطر آ رہے تھے ملاقات ہوئی۔ سعد بن عبادہ ان کو واپس لے گیا۔

اس واقعہ سے قریش اور بھی بہت سائنسدہ کرنے لگے۔ تو بموجب حکم الہی آپ نے اپنے صحابہ کو ہجرت کا حکم دے دیا۔ چنانچہ ایک ایک دو دو ہو کر مدینہ کی طرف چل دیئے۔ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ہجرت کا سامان لیس کیا تو تیار ہو کر کعبہ میں آئے۔ اور قریش کو پکار کر کہا کہ تم اور شخصوں کے ساتھ ہجرت کرنے سے الجھ رہے تھے۔ جو شخص اپنی عورت کو یا وہ اور اپنی اولاد کو یتیم کرنا چاہتا ہے۔ وہ میرے مقابلے پر آئے۔ مگر یہ بات سن کر کسی کو حوصلہ نہ پڑا۔ اور وہ بخود ہو کر گھروں میں جا دیئے۔ یہ حال دیکھ کر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ عازم مدینہ ہوئے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ہجرت کے چند روز بعد آپ نے بھی ہجرت کی۔ مکہ میں سوائے حضرت ابوبکر صدیق اور علی رضی اللہ عنہ کے سوا اور کوئی بھی نہ رہ گیا۔

انصار نے ہاجرین کو اچھے اچھے مکانوں میں اتارا۔ دل کھول کر خاطر تواضع کی۔ اور جو کوئی حاجر مدینہ میں پہنچتا۔ اُسی سے دریافت کرتے کہ آنحضرت صائم کب تشریف لاویں گے۔ انتظار ہی میں تمام تمام نوجھتوں پر چڑھ چڑھ کر راہ دیکھتے بلکہ رات کو بھی اکثر اوقات راہ دیکھتے۔

جب قریش نے مکرر شہر کو اجاڑ ہوتے دیکھا تو ان گلیاں کاٹنے لگے اور اپنی پہلی ناکامی کا خیال کر کے نہایت ہی طیش میں آئے۔ آخر کار سب دارالامارت میں جمع ہوئے۔ اور قسم کھائی کہ آج ہی جو فیصلہ کرنا ہو کر لیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہجرت کر جائے۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے ہلا گیا تو غضب ہو جائے گا۔ کیونکہ اس کی زبان میں وہ فصاحت و بلاغت ہے۔ کہ

۱۔ جو لوگ ملک حبشہ میں ہجرت کر گئے تھے۔ اور بخاشی نے ان کو واپس بھیجنے سے انکار کر دیا تھا۔ جب کہ قریش نے اپنی آدمی بخاشی کے پاس بھیجے تھے۔ وہ حضرت ان کے دل میں بھیجے

کچھ بیان نہیں ہو سکتا۔ اسی اثنا میں شیطان لعین ایک نہایت ضعیف العزم شخص کی صورت میں بطور ناصح کے مجلس میں آیا۔ اور کہا کہ میں نجد کے علاقے کا رہنوا والا ہوں میں نے اس جگہ کے تمام حالات سنے ہیں۔ درحقیقت تمہیں اس امر کا انتظام ضروری کرنا چاہیئے۔ جب قریش نے اس لعین کو اپنا شفیق و رفیق پایا۔ تو بڑی خاطر تواضع سے پیش آئے۔ اور اپنے مشورہ میں شریک کر لیا۔ ہشام بن عمرو اٹھا۔ اور کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قید کر کے ایک مکان میں ڈال دیں تو مجھ کو پیاسہ جان بخت ہو گا۔ شیطان مردود جو کہ ایک شخص وجود بے سود میں بطور ناصح کے آیا تھا۔ کہا کہ یہ تجویز ناقص ہے۔ اغلب ہے کہ بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب اور دیگر مسلمان برسر پیکار ہو جائیں۔ اور اس کو نکال لیوں۔ بعد ازیں ابو جہل علیہ لعنتہ اٹھا اور کہا کہ میری صلاح یہ ہے کہ ہر ایک قبیلے کا ایک ایک جوان شمشیر آبدار ہاتھ میں لیکر رات کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مکان کو گھسیڑیں۔ اور سب مل کر ایک لخت اپنا اپنا وار کریں۔ اس طریقے سے یہ فائدہ ہو گا کہ اصل قاتل معلوم نہ ہو سکے گا۔ اور بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب سارے قبائل سے عہدہ برا نہیں ہو سکتے اور ہم ہمیشہ کے واسطے مخلصی حاصل کرینگے۔ اور بے گھٹنے اپنے معبود و ٹکی عبادت کریں گے۔ اس تجویز کے سنتے ہی یہ ذات یہ اوقات لعین خوشی سے کود پڑے اور واہیات مفرخانات کہنے لگے۔ اور تجویز کو جہاں تک ہو سکے گا سراہا۔ آخر یہی رائے منظور ہوئی۔ اور وہ جوان منتخب کر کے جو کہ رات کو آپ کے مکان کا محاصرہ کرینگے مجلس کو برخواست کیا۔ اور اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہوئے۔ خداوند تعالیٰ نے فوراً اپنے محبوب کو کفار و خو خوار کے بد منصوبے سے ذیل کا حکم بھیج کر مطلع کیا۔ اور جو جو لعین اس جلسے میں شامل ہوئے تھے۔ اور جس جس قسم کی صلاحیں ہوئی تھیں معہ نتیجہ کے بتلا دیا۔ چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی کلام پاک میں۔ پ۔ ۹۔ س۔ ۱۰۔ لا نفال ع۔ ۴۔ آیت ۲) وَاذْكُرْ لِكَ الْوَدَيْنِ كَفَرُوا الْيَتْمُونَكَ اَوْ لَيْسَتُ لَكَ اَوْ يُخْرِجُوكَ وَذِكْرُكَ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَا كَرِيْنِ

ترجمہ :- اور اسے پیغمبرِ حب کا فرداؤ کرنے لگے کہ تجھ کو قید کریں یا قتل کریں۔ یا خارج البلد کریں۔ اور اپنا داؤ کر رہے تھے۔ تو اللہ (پناہ) داؤ کر رہا تھا۔ اور اللہ سب داؤں کرنے والوں میں بہتر داؤ کرنے والا ہے ۛ

نظم

توین تضحیک بُتاں سے جبکہ سب اہلِ طیش
بنگئے خوں کے پیاسے تھا منقض انکا عیش
ہو گئے بیت الحرم میں جمع سارے حبش حبش
اور لگے کرنے صلاح یوں لگے لائے اہلِ طیش
پتھروں سے روز و شب خوں میں نہلاتے ہیں جسے

پردہ دنیا سے کر دیں نیست و نابود اُسے

تھا مہر کوئی جلا وطنی پہ ظالم بر ملا - مشورۂ قتل محمدؐ کا کسی نے تھا دیا
کوئی کہتا تھا کہ دو جس دوا می کی سزا - آخرش بولا ابو جہل لعین بے حیا
فرد واحد نے محمدؐ پر اٹھایا ہاتھ اگر -

آل ہاشم کمر باندھے بالیقین قصاص ہو

ہے یہی بہتر کہ تم عمل اس پر دو سوتو - تیغیں کھینچو اور در احمدؐ کو جا کر گھیر لو۔
وہ لڑے یا نہ لڑے لیکن جب آئے رو برو - دفعۃً تم مل کے سب سینے میں خنجر کھنپ دو۔

اس طرح سے ہو گئے تم مقصد میں اپنے شاد کام

آل ہاشم کو بھی ہو گا لینا مشکل انتقام

سُن کے اس تدبیر کو کرنے لگے سب واہوا - داد عقل ابو جہل ہر بے حیا دینے لگا۔
جھوم کر فرط خوشی سے کہ رہے تھے ہلا - سب سے بہتر یہی تدبیر قتل مصطفیٰ

فرد واحد پر نہیں الزام آتا اس طرح۔

آل ہاشم کس سے لیگی انتقام اور کس طرح

دشمنوں کا ہو چکا جب ارادہ استوار - اور در اقدس پائے لیکے خنجر آبدار
تاکہ جب بہتر تجر گھر سے نکلیں نالدار - خرخشہ سارا مٹا دیں کر کے حملہ ایکبار

ناگماں جبریل لائے حکم رب ذوالجلال

ہدیہ صلوٰۃ دے کر یوں وہ بولے باکمال

یا محمد مصطفیٰ محبوب رب ذوالمنن ام خالق ہے کہ چھوڑیں آپ ایک وطن

جائیے سوئے مدینہ زود تر اے جان من منتظر ہیں دیکے مشتاق و اس سب مردوزن

یا حبیب کبریا صدیق مظلوم ہمراہ لو۔

اور بستر پر علی اللہ حوالے پھوڑ دو۔ (مؤلف)

باب چہارم

ہجرت

اس حکم بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بہتر ہے کہ ہم بھی مدینہ کی طرف چلیں۔ آپ نے فرمایا حکم کا منتظر ہوں۔ جس وقت

حکم پہنچ گیا، چل پڑیں گے۔ یہ جواب سنتے ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے زادراہ

کا انتظام کیا۔ اور دو اونٹوں کا انتظام کر لیا۔ ابھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس

انتظام سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ مردار بدکردار مثلاً امیہ۔ ابو جہل۔ ابو لہب۔

نضرو عتبہ وغیرہم سب تلواریں علم کر کے آپ کے دروازے پر آ موجود ہوئے۔

اُسی وقت جبرائیل علیہ السلام ہجرت کا حکم لے کر آئے۔

وَقُلْ رَبِّ اَدْخُلْنِيْ مَدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مَخْرَجَ صِدْقٍ وَجْعَلْنِيْ مِنْ

لَدُنْكَ سُلْطٰنًا نّٰصِرًا۔

اور یہ بھی عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ

کو سوتے چھوڑ جانا۔ اور مدینہ کی طرف رجوع کرنا۔ جب کچھ رات گئی۔ تو آپ نے

اپنی جگہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو لٹایا۔ اور دعا لے خیر الہی۔ اور فرمایا کہ خدا شہ دشمنان

تمہیں نجات دے گا۔ جب آپ دروازہ سے نکلے تو سورہ یس۔
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ یٰسَیِّدُ الْاَرْضِ ۝ اِنَّا نَحْنُ الْحٰکِمِیْنَ ۝ اِنَّا نَحْنُ الْمُسْلِمِیْنَ
 عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ تَنْزِیْلُ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ۝ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّا اُنْذِرَ اَبَاؤُهُمْ
 فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ۝ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰی اَکْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝ اِنَّا جَعَلْنَا
 فِیْ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلَالًا فَهٰی اِلَی الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ۝ وَجَعَلْنَا مِنْ بَیْنِ
 اَیْدِیْهِمْ سَدًّا وَّ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا اَفَاَعْمٰیۤیٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ۝

ترجمہ :- شروع ساتھ نام اللہ کے جو کہ بہت مہربان رحم والا حکمت والے قرآن کی قسم
 بے شک تو پیغمبروں میں سے ایک (پیغمبر ہے) سید :- سے پر یہ قرآن زبردست رحم والے
 کا اتارا ہوا ہے۔ اس لئے کہ تو ان لوگوں کو ڈرائے جن کے باپ دادا سے نہیں ڈرائے گئے۔
 اور وہ غافل ہیں۔ ان پر اللہ تعالیٰ کا فرمانا پورا ہو چکا ہے۔ تو وہ ایمان نہ لائیں گے۔ ہم نے ان کی
 گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں۔ وہ تھوڑیوں تک (پھنسے ہوئے ہیں) تو وہ اپنا سر اٹھائے
 ہوئے ہیں۔ اور ہم نے ان کے سامنے آڑ کر دی ہے۔ اور ان کے پیچھے آڑ کر دی ہے۔ اور اوپر
 سے ان کو ڈھانک دیا ہے۔ تو وہ دیکھ ہی نہیں سکتے +

فَعَمَّ لَا یُبْصِرُوْنَ تک پڑھی۔ اور ایک مٹھی سٹی کی اٹھا کر ان آدمیوں کی طرف پھینک
 دی۔ جو کہ دروازے کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ مٹی کا ڈالنا تھا کہ نظریں بند ہو گئیں
 اور دکھائی کچھ نہ دیا۔ آپ صاف نکل گئے۔ اور سیدھے حضرت ابوبکر صدیق رضی
 اللہ عنہ کے گھر پہنچے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تو پہلے ہی تیار بیٹھے تھے۔ فوراً روانہ ہونے
 کے واسطے ایک اونٹ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ مگر اپنے فرمایا کہ میں اس اونٹ پر
 تب سوار ہوں گا۔ اگر تمہیں لے لو تو۔ ہر چند ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ انکار کیا۔ مگر آپ اصرار
 کرتے رہے۔ آخر کار اٹھ ہزار روہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا۔ اور اونٹ
 پر سوار ہو گئے۔ اور مدینہ کی راہ لی۔ صبح ہونے کے وقت آپ ایک غار المعروف
 ثور کے کنارے پہنچے۔ پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غار کے اندر جا کر
 سلام فرما دیا کہ میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بدلہ اُتار دیا۔ جو کہ انہوں نے آپ کی بیٹی ثویبہ کے وقت کیا تھا۔

غار کو اچھی طرح سے صاف کیا۔ اور تمام سوراخوں میں اپنا کپڑا بچھاڑ کر دے دیا ایک سوراخ باقی رہ گیا۔ اس کے واسطے کپڑا نہ ملا۔ اونٹ توجدھر کے تھے اُدھر گوروانہ کر دیئے۔ اور تیسرے دن کو غار پر پھپھڑا جانے کیواسطے کہہ دیا۔ جب غار کے اندر داخل ہوئے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس خالی سوراخ پر اپنی ایڑی دبا کر دیدی۔ اُسی وقت بحکم خدا ایک کڑی نے آکر غار کے منہ پر جالائن دیا اور ایک طرف کبوتروں نے انڈے دے دیئے۔

اب دوسری طرف کی سنئے! کفار مردار شمشیر ابدار ہاتھ میں لئے ہوئے آپ کے آستان عالی کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ جب آپ کو اتنی دیر گھر سے نکلے ہوئے ہو گئی کہ قریش کی زد سے باہر نکل گئے ہوں گے۔ تو ایک شخص اندر سے نکلا۔ اور دروازہ پر آدمیوں کا ہجوم دیکھ کر دریافت کیا کہ تم یہاں کیوں جمع ہو۔ اُن کمینوں نے اپنے مطلب کو ظاہر کیا۔ تو وہ آدمی بولا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو یہاں ہیں ہی نہیں۔ وہ تو مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ یہ سن کر قریش بد اندیش نے دروازوں کی آڑوں میں سے جھانکنا شروع کیا۔ تو کہنے لگے وہ دیکھو اپنی چار پائی پر سو رہا ہے۔ یہ کہہ کر وہ آدمی اندر داخل ہوئے اور اُس آدمی نے (جو کہ درحقیقت جبرائیل علیہ السلام تھا) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جگا دیا۔ کہ ایسا نہ ہو بے خبری میں تلوار کا وارکروں۔ جب قریش نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دیکھا تو جبران رہ گئے۔ اور پوچھا کہ محمد (صلعم) کہاں ہے۔ حضرت امیر المؤمنین نے جواب دیا کہ میں تمہارا کوئی نوکر تھا۔ کہ تم مجھ سے پوچھ رہے ہو۔ کیا تم نے مجھے اس کی نگہبانی پر مقرر کیا تھا۔ کہ اب ان کو نہ پا کر دریا کر رہے ہو۔ مجھے کیا خبر ہے کہ وہ کہاں ہیں۔ یہ سن کر کفار شرار مذمت اٹھا کر واپس چلے گئے۔

صبح اٹھ کر ابو بکر بنی نین نے انعام مشتہر کیا۔ کہ جو شخص محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو کپڑا دیگا یا اس کو قتل کرے اس کا سر میرے پاس لایا گیا۔ وہ سوا اونٹ سُرُخ خالہ حلوں کے علاوہ اور بہت ساز نقد پایا گیا۔ یہ خبر دو روز تک ہر جا پہنچ گئی اور

آپ کی تلاش شروع ہوئی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے بھی دریافت کیا کہ تمہارا باپ کہاں ہیں۔ مگر اس نے انکار کر دیا۔ کہ مجھے کوئی علم نہیں۔ ہر چار اطراف میں بڑے بڑے تیز رفتار اونٹ و گھوڑے دوڑا چکے۔ مگر بفضلِ خدا سید ابراہیم رضی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سراغ نہ مل سکا۔ آخر ایک شخص پاؤں کے نشان دیکھتا ہوا اُس غار کے منہ پر پہنچا جس میں آپ تشریف فرما تھے۔ کہنے لگا کہ تمہارا مطلوب اس غار سے آگے نہیں گیا۔ کفار نے ابو کیڈر کو مکرڑی کار پڑانا جالتا ہوا اور کوڑا کرکٹ بوسیدہ اور کبوتر کے انڈے دیکھ کر بہت سی لعنت ملامت کی۔ اور کہا کہ تو ہمارے ساتھ تسخیر کرتا ہے۔ دیکھتا نہیں کہ میرے باپ کے وقت سے بھی پہلے کا جالتا ہوا ہے۔ اگر کوئی آدمی اس غار میں ہوتا تو جالا کیوں سلامت رہتا۔ ایک حضرت ایسے نکلے کہ اسی غصے میں آکر ابو کیڈر کا سر بچھنے کی طرح اُڑا دیا۔ اور نانا امید ہو کر غار سے پلٹ آئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (پ ۱۰ اس التوبہ ۶۴) اَلَا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ اِذَا خَرَجْتُمْ اِلَيْهِمْ لَقَرُوْا ثِيَابًا اُنْتَبِذَتْ اِذْ هَمَّ اِيَّاكَ الْغَادِرُ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ ترجمہ: اگر تم پیغمبر کی مدد نہ کرو (تو اللہ کو کچھ پرواہ نہیں) اللہ تعالیٰ اس کی مدد کر چکا ہے۔ جب کہ تم کافروں نے اسے نکال دیا۔ صرف دو دم (محمد صلعم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ) جب دونوں غائب (چھپے ہوئے) تھے۔ جب پیغمبر اپنے ساتھی (ابو بکر) سے کہہ رہا تھا غم مت کھا۔ بے شک اللہ کی مدد ہمارے ساتھ ہے + (نوٹ:۔ یہ اس وقت کا ذکر ہے۔ جبکہ بعض منافق جہاد کی واسطے ساتھ شریک ہونے سے کتراتے تھے)

آپ کے رفیق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فرزند عبد اللہ غار میں روزانہ رات کے وقت کتے کے جملہ حالات سے آگاہی دے جاتا۔

غار میں تین دن رات رہے۔ اسی اثنا میں اُس سوراخ سے سپر حضرت ابو بکر نے ایڑی دی ہوئی تھی۔ ایک سانپ نکلا۔ ہر چند سانپ نکلنے کا رستہ ڈھونڈتا۔ مگر

سراخ رساں کا نام ہے۔ جو کہ نشان دیکھتا ہوا غار پر پہنچا تھا

پاؤں نہ ہٹایا۔ آخر کار سانپ نے کاٹ دیا۔ اُس وقت آپ غایں سو رہے تھے زخم کے لگتے ہی ہر چند امیر المؤمنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے درود تکلیف کو ضبط کرنا چاہا۔ مگر زہر کے کافی طور پر اثر کر جانے سے ضبط نہ ہو سکا۔ اور آنسو جاری ہو گئے۔ جب آپ کی آنکھ کھلی تو ابو بکر کوروتے دیکھ کر یا غث پوچھا۔ تو ابو بکر نے سارا ماجرا سنا دیا۔ آپ نے فوراً زخم پر اپنا لعاب مبارک لگا دیا۔ تو فوراً درد جاتا رہا اور شفایابی حاصل ہو گئی۔

حاصل کلام تیسرے دن جبکہ عبداللہ اور عامر بن فیہرہ دو اونٹ لے کر مکہ جن کا انتظام پہلے سے کیا ہوا تھا۔ آئے۔ تو ایک پر آپ مع اپنے رفیق صدیق رضی اللہ عنہ اور دوسرے پر عبداللہ اور عامر سوار ہو کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے دن چڑھتے تک دشمنوں کی زد سے پورے طور پر محفوظ ہو گئے۔ چلتے چلتے راستے میں ایک شخص مسمی سراقہ آپ کے سامنے آیا۔ اور حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ ابھی تیرکمان سے نکلنے ہی کو تھا کہ کھوڑے پر سے زمین پر گر پڑا۔ اور کمان چھوٹ گئی۔ اور خود بھی زراؤنک زمین میں دھس گیا۔ سراقہ نے نہایت عاجز ہو کر آپ سے التجا کی کہ آپ ہی کے تیردعا کا اثر ہے۔ میرے حال پر رحم فرمائیے میں پھر کبھی ایسے مخوس ارادے کو دل میں جگہ نہ دوں گا۔ آپ نے خدا سے دعا کی تو زمین کے پنجے سے چھٹ گیا۔ اور سلام کر کے چلتے بنا۔ جو کوئی راستے میں ملتا۔ اور آپ کی نسبت استفسار کرتا تو سراقہ کہتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف گئے ہی نہیں۔ یہ شخص بعد از جنگ حبشہ کے مسلمان ہوا۔

سراقہ کے واقعہ کے بعد تھوڑی ہی دیر میں ایک جھینپڑی پر پہنچے۔ جو کہ عین مکہ اور مدینہ کے راہ پر تھی۔ اس جگہ سے مسافروں کی سہولت کا سامان بخوبی قیمتا مل سکتا تھا۔ ایک بڑا بیابان تھیں۔ اُس سے دودھ طلب کیا۔ تو اس نے کہا کہ ایک تو آج کل بعامت بارش نہ ہونے کے پہلے ہی مشکل ہو رہی ہے۔ دوسرے جو بکریاں دودھ دینے والی ہیں۔ ان کو میرا لڑکا ابو سعید چرانے کے واسطے باہر لے گیا ہوگا۔

صرف ایک بکری اس جگہ موجود ہے۔ جو کہ دودھ اس قدر بھی نہیں دے سکتی کہ ایک بچے کا ہی کا گزارہ ہو سکے۔ وہ بھی اس وجہ سے اس جگہ ہے کہ ریوڑ کے ساتھ نہیں چل سکتی۔ آنحضرت ۴ نے بسم اللہ پڑھ کر اسی کو وہنا شروع کیا۔ بہ طفیل دست مبارک محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس افراط ہے دودھ دیا کہ علاوہ ان چاروں آدمیوں کے سیر ہو کر پی لینے کے بہت سا دودھ بچ رہا۔ آپ آرام لینے کے بعد معہ اپنے ہمراہیوں کے چلے گئے، شام کے وقت جب ابو معبد گھر میں آیا تو اپنی والدہ سے حیران ہو کر پوچھا۔ کہ اس قدر دودھ کہاں سے آگیا ابو معبد کی والدہ نے سارا واقعہ من و عن سنایا۔ پس یہ سنا تھا کہ ابو معبد بھی بڑی میزری کے ساتھ روانہ ہوا۔ اور راستے میں ہی آپ سے شرف ملاقات حاصل کر کے مشرف باسلام ہوا۔ اور خوشی خوشی گھر کی طرف واپس آیا۔

چونکہ شقی ازل ابو جہل مردود کے انعام کا اشتہار تمام عرب کے ملک میں مشہور ہو گیا تھا۔ اس واسطے کئی لالچی ادھر ادھر تلاش کر رہے تھے۔ کہ جس طرح ہو سکے انعام حاصل کریں۔ کیونکہ قریش مکہ خانہ کدہ کے ستوی ہونے کے باعث تمام عرب میں ممتاز اور شرف سمجھے جاتے تھے۔ اس واسطے جمیع قبائل قریش مکہ کی خوشنودی اور ان کے احکام کی تعمیل کو فرض ادے سمجھتے تھے۔

انہی لالچیوں میں سے ایک شخص مسمیٰ بریدہ بن خضیب جو کہ قبیلہ بنی سلیم کا حاکم تھا۔ ستر آدمیوں کے ساتھ اپنے علاقے میں گشت نگار رہا تھا۔ کہ جہاں کہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملے۔ فوراً گرفتار کر کے انعام حاصل کر دے۔ چل کلام بریدہ معہ اپنے ہمراہیوں کے آپ سے دوچار ہوا۔ اول ہی اول آپ نے بریدہ سے مختلف قسم کے سوال کئے۔ جب بریدہ جواب دے چکا تو بریدہ نے سوال کرنے شروع کئے۔ جن کا جواب آپ نے باحسن وجوہ دیا۔ جب آپ نے سوالات کے جوابات سے فرصت پائی تو جھٹ بریدہ کو اسلام کی طرف بلایا۔ بریدہ فی الفور ہتھیار پھینک معافی کا طلب گار ہوا۔ اور حلقہ بگوشان اسلام میں داخل ہوا۔ اور

اور بعد ازاں آپ کو اپنے قبیلے میں لایا۔ اور جملہ لوگوں کو مشرف باسلام کرایا۔ ابھی آپ قبیلہ بنی سلیم میں ہی فروکش تھے کہ ایک شخص سسی ابولیلہ مدینہ سے آیا۔ ابولیلہ کہتے ہیں آپ نے سوال کیا کہ تو ابولیلہ ہے۔ اور تبع کی چھٹی تیرے پاس ہے ابولیلہ نے حیران ہو کر جواب دیا من انت قالت اعرف وجهك اثر السحر۔ یعنی تو کون ہے کہ اثر سحر تو تیرے چہرے سے ظاہر نہیں ہوتا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ انت محمد بن عبد اللہ ہات الکتاب۔ تبع کی چھٹی جو تمہارے پاس ہے۔ لاؤ۔ وہ چھٹی میری ہی طرف لکھی گئی ہے۔ میں ہی وہ پیغمبر آخر الزمان ہوں۔ ابولیلہ فرط خوشی سے جامہ میں پھولانہ سما یا۔ اور آداب بجالا کر چھٹی آپ کے پیش کی اور کہا مرحبا یا خالصا لم بعد اس کے ابولیلہ آپ کے مدینہ میں تشریف لانے کی خوشخبری لے کر گیا۔ اور اہل مدینہ منورہ کو کہا :-

ما زاع کا کجوا نین بھرے والشمس کا بٹنہ مکھ پہلے
ہے میم کا گھونگٹ سہرے تلے وہ رکاب سنوارا آوتے ہیں
ایس کی چمک ہے دانتوں میں طہ کا کرشمہ ہے آنکھوں میں

والفجر کا جلوہ گالوں پہ وہ عرش کا تارا آوت ہے
بعد ابریدہ بن خضیب بھی آپ کے ہمراہ عازم مدینہ ہوا۔

ادھر یثرب والوں نے جب آپ کی آمد آمد سنی تو نہایت شادان و فرحان صبح کے وقت رستے پر بیٹھ جاتے۔ اور کچھ رات گئے واپس گھروں کو جاتے۔ رات کو بھی نرگس کی طرح انتظار میں رہتے۔ غرضیکہ اہل یثرب کا حال جو آپ کی مفارقت اور آمد آمد کی انتظار میں تھا۔ قابلِ شرح نہیں ہے۔

آشفہ راگواہ بنا شد بجا شقی ۛ رنگ خزش ز رو بہیں بدانکہ ہست
اسی حال میں ایک دن کوئی یہودی کسی کام کی غرض سے کوٹھے پر چڑھا۔ اور کہہ
کر مہ کی طرف جو موٹھ کہا تو دیکھتے ہی پکار اٹھا۔ اسے اہل مدینہ وہ شہنشاہ عالیجاہ۔

عہ بنائے تھے کئی ماہ گزر چکا ہے جو کہ ابویہ انصاری بولن بدیع بن جوشا بن علی ہے ساتویں پشت پر تعالیٰ اور اس نے اپنے
فرزند میں دسے کر آپ کی خدمت میں روانہ کی ہے

وہ سردار نامدار وہ محبوب مرغوب و مطلوب و خوش اسلوب وہ سیکون و مکان
ناسخ ادیان وہ منبع ہدایت وہ خاتم الرسالت جس کے انتظار میں ہم نے چشمِ فرس کو
بھی گرد کر دیا ہے۔ آہنچا۔ وہ تشنہ لبان کا آرام جان آہنچا۔ یہ خبر آنا فائز سلسلے
شہر میں پھیل گئی کہ رسول اکرم محبوبِ ارحم ہمارے شہر کو اپنے قدمِ ہیبتِ لزوم
سے مشرف و ممتاز کرنے والا ہے کیا چھوٹے کیا بڑے کیا مرد کیا عورتیں کیا
بچے کیا بوڑھے سب عالم شوق میں آپ کے استقبال کی خاطر یہ شعر پڑھتے ہو
آنا تیرا مبارک اے جاہ و شان والے * خوشیاں منا رہے ہیں سارے جہان والے
بے تحاشہ دوڑے اور کئی فرطِ خوشی سے یہ گانے لگے۔

نظم

جوشِ شوقِ نغمہ بہجت ہے دل میں اسقدر رشاکِ تار ساز ہے ہر اک نفس کا آج
بیگیاں جوشِ مسرت سے ہے گویا ہو گیا غنچہ تصویر بھی جو غنچہ منتِ آج
یک بیکِ ظلمت کو بس کا فوجِ جے کر دیا ہم میں ہے روشن ہوئی وہ شمعِ پُرانا آج
بے گماں ہر اک مکان ہے منزلِ عشرتِ نا منظرِ فحشِ فزا ہے ہر دور و دیوار آج
شادمانی کے ترانے اُڑ رہے ہیں ہر طرف شادیاں بچ رہے ہیں کوچہ و بازار آج
ذوقِ نصیبِ سخی میں ہیں محوِ مرغانِ چمن جھومتے ہیں وجد میں نخل اور اشجار آج
آسمانِ قرباں ہوا ہے زین پر گھوم گھوم ہے خرامِ ناز میں خود گردش ادوار آج
الغرض آپ برد و دو شنبہ بارھویں ربیع الاول کو مدینہ منورہ میں تشریف
آؤ ہوئے۔ ہر کوئی یہی چاہتا تھا کہ مبنِ خیر و برکت۔ چشمہٴ فضل و حمیت یعنی حضرت
محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ہی مکان پر نزول فرمائیں۔ مگر آپؐ فرمایا کہ میرا
شتر مامور ہے۔ جہاں دوزانو ہو گا۔ وہاں ہی نزول ہو گا۔ آخر کار آپؐ کا شتر حضرت
ایوب انصاریؑ کے محلے میں انہی کے گھر کے پاس جا کر ٹیٹھ گیا۔

سہ اہلِ مدینہ نے اپنی اپنی مقدور کے موافق اپنے اپنے مکانوں کی آرائش کی مگر ایوب انصاریؑ نے اس خیال سے کہ میں
غریب ہوں میرے مکان پر حضرت نزول فرمائینگے کوئی آرائش نہ کی۔ خداوندِ کریم کو عافری تواضع پسند ہو اسکو برکت تو انہی کو پہنچا

زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے
 سبحان اللہ زمانہ بھی کیسے کیسے رنگ بدلتا ہے۔ اور کیا کیا منظر بدلتا ہے۔
 کبھی دن ہے کبھی رات۔ کبھی صبح کبھی شام۔ کبھی اندھیرا کبھی اُجالا۔ کبھی باد خزاں
 کا دور دورہ ہے۔ تو بہار کی سلطنت آجاتی ہے اور خزاں کا ظالم بادشاہ اپنا بورلیہ تہتر
 باندھ نہایت حسرت و یاس سے چلا جاتا ہے۔ جیسی حسرت اور مایوسی خزاں کے بادشاہ
 نے چمن میں آکر کی تھی۔ ویسا ہی نتیجہ اُٹھایا۔ اور خود حسرت کا شکار ہو کر بھل دیا۔ اور بہار
 نے تمام عالم کو سرسبز و شاداب کر دیا۔ رنگارنگ کے پھول کھلے ہیں۔ پھولوں کی کثرت
 ہے۔ ہر ایک شجر غرضیکہ ساری زمین جو بن پر نظر آتی ہے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی نسیم سحری
 پتھر مردہ دلوں سے مسحاتی کرتی ہے۔ جب گرمی آکر زور ڈالتی ہے۔ اور چیزوں کو بھرم
 کر دیتی ہے۔ تو برسات جان میں جان ڈالتی ہے۔ غرضیکہ یہی چکر لگا رہتا ہے۔
 اگر پہلے قریش کی تکلیف وہی سے تمام اصحاب جاں لب تھے۔ تو اب وہ وقت
 آگیا کہ اسلام اظہر من الشمس ہو۔ اور ہر ایک حلقہ گبو شان اسلام میں داخل ہونے کی
 خواہش کرے۔

اب آپ کی نبوت کا چودہواں سال شروع ہوا ہے۔ اسی سال سے یہی مسلمانوں
 کے سنہ ہجری کا آغاز ہوتا ہے۔ کچھ دن سفر کی کلفت کے باعث سوائے اپنے
 مواضع حسنہ سے لوگوں کو مستفید کرنے کے اور کچھ نہ کر سکے۔ بعد ازاں آپ نے
 مسجد اور مکان تعمیر کرنے کا حکم دیا جس میں آپ بھی کافی امداد دیتے رہے جس جگہ
 مکان اور مسجد تعمیر کی گئی۔ وہ پہل اور سیل دو تینوں کی جگہ تھی جس کو ان کی مرضی
 سے خرید کر دست کیا گیا۔ گواہ اول اول ان یتیموں نے قیمت لینے سے انکار کیا۔ مگر
 آپ کے اصرار سے ان کو قیمت لینی پڑی۔ جب مکان اور مسجد باحسن وجہ تیار ہو
 گئے تو آپ نے اپنے قبائل کو اور دیگر مسلمان مستورات کو مدینہ میں بلوایا۔ اب
 نونہال اسلام دن و رات جو گنی ترقی کرنے لگا۔ اہل مدینہ آپ کے اور اسلام
 کے غلام بیدام بن گئے۔ لیکن فرقہ یہود نے اسلام کو اختیار نہ کیا۔ مگر انہوں نے

اہل اسلام سے ایک عہد نامہ کیا کہ ہم اپنے ہی دین پر رہیں گے۔ اور ہمیں اہل اسلام کو کسی قسم کی عداوت نہ ہوگی۔ بلکہ اسی طرح دوستانہ تعلقات رہیں گے۔ اور ایک دوسرے کے ہر حال میں مدد و معاون رہیں گے۔

اسی سال میں فارس کا ایک شخص بنام سلمان جو کہ عرصہ سے آپ کا عاشق ہو کر قبائل عرب کی غلامی کر رہا تھا۔ آپ کی خدمت میں آیا۔ اور بصدق دل مسلمان ہوا۔ جب مکہ پہنچا تو بعض یہودیوں سے سوچنے لگے کہ مسلمان ہمارے مذہب کی تو مخالفت کرتے ہیں۔ مگر ہمارے ہی قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ آپ نے دعا مانگی کہ یا اکی بہتر ہو کہ بیت المقدس کی بجائے خانہ کعبہ کو قیدہ قرار دیا جائے۔ آپ کی

دعائے شرف اجابت حاصل کیا۔ آپ ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے کہ دوران نماز میں حکم خداوندی آگیا۔ (پ ۲ - س البقرہ - ع ۱۴) قَدْ خَرَجْنَا لَكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُكَيِّدَنَّكَ قَبْلَةَ تَرْوَهَا قَوْلٌ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَاكُونُوا حُجَّوْهُمْ شَطْرَهُ وَإِنَّ الْأَلَمِينَ أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّهُ لَخَبِيرٌ مِنَ رَبِّهِمْ وَأَنَّ اللَّهَ بَغَافِلٌ عَمَّا يَعْمَلُونَ - ترجمہ: (اے پیغمبر) ہم تیرا منہ بار بار آسمان کی طرف کرنا دیکھ رہے ہیں جو قبلہ تو پسند کرتا ہے۔ وہی ہم تجھ کو دیکھ رہے ہیں۔ اپنا منہ مسجد حرام (کعبہ) کی طرف پھیر لو۔ اور (مسلمانوں) تم جہاں کہیں ہو (نماز میں) اُسی طرف اپنا منہ کیا کرو۔ بے شک اہل کتاب (یہود وغیرہ) جانتے ہیں کہ کعبہ کی طرف قبلہ ہونا حق ہے۔ ان کے مالک کی طرف سے۔ اور اللہ ان کے کاموں کی طرف سے بے خبر نہیں ہے۔

آپ نے حکم کے پہنچتے ہی کعبہ کی طرف کو رخ کر لیا۔ اور مسلمانوں نے بھی آپ کی پیروی کی۔ ابھی آپ پرانہ ہونے لگے کہ ایک دن سلمان نے کسی عیسائی سے پیغمبرؐ کو خزانہ کے اوصاف سنے تھے اسی دن سب کام کاج چھوڑ عرب میں آگیا۔ جب آپ مدینہ میں ہجرت کر کے آئے تو سلمان کو پتہ لگا۔ کہ وہ پیغمبرؐ کی تلاش میں سرگرداں و حیران پھر رہا تھا۔ مدینہ میں آگیا ہے۔ فوراً حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا۔ ۵۷ اہل کتاب

یعنی وہ لوگ جو تورات یا انجیل یا زبور کے پابند ہیں۔ انہی کتابوں میں درج ہے کہ نبی آخر الزمان عرب میں پیدا ہوگا۔ اور ملت ابراہیم کو از سر نو زندہ کرے گا۔ اور خانہ کعبہ کو قبلہ بنائے گا۔

۵۷ اہل کتاب

۵۷ اہل کتاب

۵۷ اہل کتاب

اس حال کے دیکھتے ہی یہود پھر چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ سچ ہے۔

ہر کس بنجیال خویش خبطے دارد

پھر حکم الہی نازل ہوا۔ (دوسرا بارہ کی پہلی آیت) سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَهُمْ عَن قِبَلِهِمُ اتِّبَاعُ كَاذِبٍ أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ أَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ آيَاتُ مَا بَدَأُوا مِنْ قَبْلُ بَلْ عَمُوا أَصْغَارًا تَتَرَفَعُونَ فِي الْمُشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا تَعْلَمُونَ مَنْ يَشِيعُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ۔ ترجمہ :- اب قریب ہے کہ بیوقوف لوگ کہیں گے مسلمانوں کا جو قبلہ پہلے تھا۔ اس سے پھر جانے کی کیا وجہ ہوئی۔ (۱) اے پھنبر! کدے پورب اور چچم دونوں اللہ ہی کے ہیں جس کو وہ چاہتا ہے سیدھی راہ پر لگا دیتا ہے ۛ

تبدل قبلہ کے متعلق ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ قریش بیت المقدس کی عظمت کے قائل نہ تھے۔

نیز چونکہ کعبہ میں قریش نے بُت رکھے ہوئے تھے۔ اس لئے جب تک آپ مکہ میں رہے خدا نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ تاکہ کفار یہ نہ سمجھ لیں کہ مسلمان بھی ہمارے ہی بتوں کو سجدہ کرتے ہیں۔ اس لئے بغض تمیز بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جاتی تھی۔

مدینہ میں چونکہ یہود و نصاریٰ آباد تھے جو بیت المقدس کی عظمت کے قائل تھے اور مسلمانوں پر بیت المقدس کی طرف منہ کرنے سے انہوں نے طعنہ دیا۔ کہ مسلمان ہمارے ادیان کو تو منسوخ سمجھتے ہیں۔ لیکن پھر بھی ہمارے ہی قبلہ کی طرف موٹھ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ چنانچہ آپ کو یہود و نصاریٰ کا یہ طعنہ ناگوار گذرا۔ اور چونکہ آپ ملت خلیلی کو لے کر دنیا میں آئے تھے۔ اس لئے آپ نے بارگاہ الہی میں بیت الحرام کو قبلہ قرار دیئے جانے کی دعا کی۔ جو مقبول ہوئی۔ اور بیت الحرام کو ہمیشہ کے لئے بسبب اس کی عظمت اور دنیا میں پہلا معبد ہونے کے لحاظ سے۔ نیز سنت ابراہیمی کو ازمنہ زندہ کرنے کے واسطے قبلہ قرار دیا گیا ۛ

اسی سال میں حضرت علی کرم اللہ وجہ کی شادی خانہ آبادی آنحضرت صلعم کی دختر نیک اختر خاتون جنت سیدۃ النساء فی بی فاطمہ رض سے ہوئی۔ ابھی آپ نے

مہم شادی سے فراغت حاصل ہی کی تھی کہ حکم خداوندی آگیا۔ (پس الحج ۶)

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتِلُونَ بَانِصِمِهِمْ أَنْ يَكْفُرُوا بِاللَّهِ عَلَىٰ نَفْسِهِمْ لَقَدْ جِئُوا

ترجمہ: اب جن مسلمانوں سے کافر لڑتے ہیں۔ ان کو بھی لڑنے کی اجازت ہے۔ کیونکہ ان پر ظلم ہو رہا ہے۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔

اس حکم کے آتے ہی آپ نے عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کو ساٹھ آدمیوں کی سرکردگی میں باہر اشاعت اسلام کے واسطے روانہ کیا۔ اور حکم دیا کہ ادلّ تین دفعہ اسلام قبول کرنے کی نسبت کہو۔ اگر اسلام قبول نہ کریں تو پھر جزیہ کی نسبت کہنا اگر یہ بھی نہ مانیں۔ تو جنگ کا پیغام دو۔ اگر وہ لڑنے کے لئے تیار ہوں تو لڑائی کرو خداوند تعالیٰ ہماری مدد پر ہے۔ اس اسلامی لشکر میں انصار و مجاہد و نو شامل تھے پہلے پہل ان کا مقابلہ قریش مکہ کے ایک قافلے کے ساتھ ہوا۔ جو کہ بعزم تجارت شام کی طرف جا رہا تھا۔ عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ نے اپنا ایک آدمی قافلے میں بھیجا۔ اور دین اسلام قبول کرنے کی نسبت کہا۔ مگر انہوں نے فوراً قاصد کو گرفتار کر کے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ انجام کا ان کو بھی ہتھیار اٹھانے پڑے۔ جب مسلمانوں کی شمشیر آبداریم سے نکلی تو قریش مکہ نے ہزیمت کو غنیمت جان کر فرار کا راستہ اختیار کیا۔ اور مکہ میں ہی جا کر دم لیا۔ عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ منظر و منصور اشاعت اسلام کرتا ہوا مدینہ میں آیا۔

غزوہ بدر

قریش مکہ کا ایک قافلہ بسرکردگی ابوسفیان بعزم تجارت شام کی طرف گیا تھا۔ ادھر آپ بھی مع اپنے اصحابوں کے اشاعت اسلام کے واسطے گشت لگا رہے تھے۔ کہ کوئی شخص بنام ضمضم قافلے میں پہنچا۔ اور کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

غزوہ اس لڑائی کو کہتے ہیں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ نفس نفیس شامل رہے اور سر یہ اس لڑائی کو کہتے ہیں جس میں آپ کے اصحاب شامل ہوں خود نہ شامل ہوئے ہوں۔

تمہارے قافلے کو تاحت و تاراج کرنے کی غرض سے راستے میں تیار بیٹھا ہے۔ ابوسفیانؑ
یہ سنتے ہی صمضم کو ہی ایک چٹھی دیکر ابو جہل کی طرف روانہ کیا۔ اور ابو جہل مرو و ویہ سنتے
ہی لشکر تیار کر کے عازم جنگ ہوا۔ وہ تو چاہتا ہی یہی تھا، یا وجوہ کہ بعض قریش نے منہ
بھی کیا، مگر وہ اپنی ضد سے باز نہ آیا۔ انہی دنوں میں عاتکہ بنت عبد المطلب کو ایک
خواب آیا۔ جو کہ ابو جہل کی شکست اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فتح پر دل تھا۔
جس وقت ابو جہل نے یہ سنا تو تسخرانہ کہنے لگا۔ شاید بنی عبد المطلب سارے ہی سپہ
ہو گئے ہیں۔ ابھی لشکر تھوڑی ہی دور کہ سے نکلا تھا کہ دو شخص مع اپنے قبیلوں
کے عاتکہ بنت عبد المطلب کے خواب سے خوف زدہ ہو کر واپس ہو جانا چاہتے تھے کہ
ابو جہل کو خبر ملی۔ تو اتے ہی کہا۔ اے عتبہ اور اے شیبہ کیا تم خود نامروسی کر کے اپنے
قبائل کو بھی نامرد مشہور کرنا چاہتے ہو۔ حاصل کلام ہر طرح سمجھا بچھا کر ان کے
اس ارادے کو جنگ کے ارادے سے پلٹ دیا۔ ادھر آپ کو بھی اس امر کا پتہ
چلا۔ تو فوراً اُسی جگہ سے انہی اصحابوں کے ساتھ جن میں کچھ بے ہتھیار اور کچھ مسلح
تھے۔ اور سب کی تعداد تین سو تیرہ تھی۔ ابو جہل کی طرف روانہ ہوئے۔ جس رات
کہ دونوں لشکر مقابل ہونے والے تھے۔ اس دن قافلہ بدر کے مقام پر تھا۔ ابو جہل
کے ہمراہیوں نے پہلے آکر تمام پانی وغیرہ پر قبضہ کر لیا۔ اور آپ کے اصحابوں کو
خشک رگیستان اور بڑی خراب جگہ پر مقام کرنا پڑا جس سے اکثر بظن ہو گئے۔ چنانچہ
اللہ تعالیٰ اپنی کلام میں فرماتا ہے: (آپ ۹ س الانفال ۱۷) اذ تستغيثون ربكم
فاستجاب لكم انى ممدكم بالعين من ملائكة مردفين۔ ما جعله الله الا
لبشر لى ولتطمئن به قلوبكم۔ وما النصر الا من عند الله۔ ان الله عزيز
حكيم۔ اذ يغشيكم النعاس امنه منه وينزل عليكم من السماء ماء
ليطمركم به وينصر عنكم رجز الشيطان وليرابط على قلوبكم
ويثبت به الاقدام۔ ترجمہ: جب تم اپنے مالک سے فریاد کرتے تھے۔ اس نے
تمہاری فریاد سن لی۔ (اور فرمایا) کہیں تمہاری ایک ہزار فرشتوں سے مدد کر دے گا۔ ان کے پیچھے اور

فرشتے ہوں گے۔ اور یہ فرشتوں کی مدد جو اللہ نے بھیجی۔ تو صرف تمہارے طوش کرنے کیلئے اور تمہارے دلوں کو اطمینان دینے کے لئے۔ ورنہ (درحقیقت) اللہ کے سوا اور کوئی مدد نہیں دے سکتا۔ بے شک اللہ زبردست ہے حکمت والا۔ خدا نے بے ڈر بنانے کے لئے تم پر قید ڈال دی۔ اور آسمان سے تم پر پانی برسایا۔ تم کو پاک کرنے کے لئے۔ شیطان کا وسوسہ دور کرنے کے لئے۔ اور تمہارے دلوں پر صبر اور یقین کی گڑباندھنے کے لئے اور تمہارے پاؤں جمانے کے لئے۔

انجام کار قافلہ تورات ہی رات میں چوری چوری چل دیا۔ جب ابوسفیان نے دیکھا کہ اب ہمارا مال اسباب زد سے باہر ہے۔ تو قافلے کے مسلح آدمی لے کر اپنی فوج میں آشریک ہوا۔ اور غیر مسلح مال اسباب لیکر مکہ کی طرف چلے گئے۔

صبح کے وقت جب بعض قریش نے دیکھا کہ قافلہ صحیح و سلامت نکل گیا۔ تو نبی عدی اور بنی کعب باوجود ابو جہل مردود کے بہت سا سمجھانے کے واپس چلے گئے۔ اور کہنے لگے کہ ہمارا مقصود تھا کہ قافلہ صحیح و سلامت نکل آئے۔ سو وہ پورا ہو گیا۔ ہر چند انہوں نے باقی لشکر کو بھی واپس ہونے کی ترغیب دی۔ مگر ابو جہل کے منتر کے سامنے پیش نہ چلی۔

قصہ کو تاہ دو نو لشکر آئے سامنے ہوئے۔ مسلمان دشمن کی کثرت دیکھ کر سہم گئے۔ بعض کمزور دل مسلمانوں نے کہہ دیا کہ ہم نہیں لڑتے۔ جب ان آدمیوں نے یہ الفاظ کہہ کر ہمت ہار دی۔ تو بعض وفادار مہاجر اور انصار اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے۔ یا رسول اللہ ہم وہ نہیں ہیں کہ موٹے کی فوج کی طرح کہیں فا ذہب انت ربک فقاتلا! نا صھنا قاعدون۔ اے موٹے تو لڑ یا تیرا خدا لڑے بلکہ ہم ان کے برخلاف یہ کہتے ہیں۔ اذہب انت وربک فقاتلا! انا معکم فقاتلون انصار اور مہاجر کے یہ الفاظ کہتے ہی کمزوروں کے دل میں توانائی آگئی۔ اور جنگ شروع ہوا۔ سب سے پہلے کفار کی طرف سے عتبہ اور شیبہ اور ولید میدان میں آکر مبارز طلب کرنے لگے۔ اہل اسلام میں سے معاذ۔ معوذ اور عوف بن الحارث

انصاری میدان میں گئے۔ وہ مردود پلیدان کو دیکھ کر کہنے لگے کہ ہمیں مہاجرین کے ساتھ لڑنے کی خواہش ہے۔ تم پلٹ جاؤ۔ یہ سُن کر تینوں بھائی پلٹ آئے۔ اور اگر آپ کی خدمت میں عرض کی تو آپ نے حمزہؑ علیؑ عبیدہؑ کو بھیجا۔ ان تینوں بہادروں نے ایک ایک کو لے لیا جن میں سے حمزہ اور علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دشمنوں کو تو ایک ہی وار میں واصل جہنم کیا۔ مگر عبیدہ رضی اللہ عنہ کے زخم کاری لگا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب یہ حال دیکھا تو جھپٹ کر ولید پلید کا بھی ستیاناز کیا۔ اس حالت کے ہوتے ہی آتش حرب بہت زور سے مشتعل ہو گئی۔ اور دیکھا کہ اہل اسلام کے پاؤں اکھڑنے والے ہیں۔ تو آپؐ نے علیہؑ ہو کر سر نیا زخا کی درگاہ میں جھکایا۔ اسی وقت جبرائیل علیہ السلام لشکر فرشتگان کا مژدہ لے کر آئے۔ آپؐ نے اُنھ کو لشکر کا دل بڑھایا۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ اس واقعہ کا ذکر قرآن شریف میں یوں کرتا ہے۔ (پ ۳۳ آل عمران ۱۳۷) اذ تقول للمومنین امن یکفیکم ان یمدکم ربکم بثلثة الاف من ملائکة منزلین۔ ترجمہ: جب کہ مسلمانوں سے کہہ رہا تھا۔ کیا تم کو بس نہیں اللہ تعالیٰ نے تین ہزار فرشتوں کو تماری امداد کی اسطے بھیج دے۔ اور وہ آسمان سے اتریں۔

اس سے پہلے شیطان لشکر کفار کا دل بڑھا رہا تھا۔ مگر جب اس نے افواج ملائکہ کو دیکھا۔ تو سوائے فرار کے اور کوئی چارہ نہ رہا۔ اسی اثنا میں آپؐ نے ایک مٹھی کنکریوں کی ۳۱ زور سے ماری کہ جس جس کے وہ کنکری لگی وہیں واصل جہنم ہو گیا۔ یہ دیکھ کر مسلمانوں نے یحیٰی کی حمد کرو یا۔ جو بڑے بڑے سردار تھے مثلاً ابوجہل۔ عاصم بن عوف۔ امیہ بن خلف۔ نوفل بن خولید۔ عقبہ بن ابی معیط۔ وغیرہ وغیرہ قعر جہنم میں داخل ہوئے۔ اور یہی بہت سے قتل ہوئے۔ اور ستر کے قریب شعیب بن عباس بن عبد المطلب۔ عقیل بن ابی طالب۔ ابوالعاص بن ربیع۔ وہب بن عمیر۔ وہب بن محجب بن نصر بن الحارث (یہ سب سے بڑھ کر آپؐ کا دشمن تھا) ابو عزیٰ بن عمر سہیل بن عمرو وغیرہ گرفتار ہوئے۔ مسلمان ابھی کسی دشمن کے مارنے کا ارادہ ہی کرنا تھا۔

کہ فرشتہ جھٹ گردن کے بوجھ کو دشمن کے تن ناپاک سے اُتار دیتا۔ آخر کار اہل اسلام کی کامل فتح ہوئی۔ اور کفار نے فرار کا راستہ اختیار کیا۔ چند آدمی زندہ بچ کر گئے بہت سال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ اس کے بعد زید بن حارثہ کو آپ نے فتح کی خوشخبری دے کر مدینہ کی جانب روانہ کیا۔ اور آپ بھی ہم اپنی مختصر فتح ظفر موج کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے۔ راستے میں مسلمان اپنی فتح کا فخر کرتے جاتے تھے کہ کیا ایک حکم خداوندی (پس الانفال ع ۲ کی آخری تین آیتیں) فلم تقتلوہم ولكن الله قتلہم ومارمیت اذ رمیت ولكن الله رمی ولیبلی المؤمنین منہ بلاء حسن ان الله سمیع علیم۔ ذالکم وان الله موہن کید الکفرین۔ ان تستفتحو فقد جاءکم الفتح۔ وان تنتھوا فهو خیر لکم وان تقوحو انعد ولن تقنی عنکم فتکلم شیئا ولو کثرت۔ ان الله مع المؤمنین۔

ترجمہ: ہم نے کافروں کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کیا۔ اور (اے پیغمبر) تو نے وہ (مٹھی کنکریوں کی) نہیں پھینکی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے نہ پھینکی۔ اور مسلمانوں پر اپنی طرف سے بڑا بھاری احسان کرے۔ بے شک اللہ سنا ہے۔ جانتا ہے۔ یہ احسان تو تھا ہی۔ اور (دوسری بات یہ تھی کہ) اللہ تعالیٰ کافروں کے منصوبے کو خراب کرنا چاہتا تھا۔ (منسوم یہ کیا تھا کہ مسلمانوں کا زور قورویں گے اور بالکل نیست و نابود کر دیں گے) (تم سحرانہ طوطی پر اسے قریش کے کافروں) اگر تم فتح چاہتے تھے۔ تو فتح تمہارے پاس آ موجود ہوئی (جب قریش بدکیش مسلمانوں سے لڑنے کا ارادہ کر کے چلنے لگے تو کعبہ کے پردوں سے لٹک لٹک کر ناری سے کہتے تھے کہ اے اللہ دو نو فوجوں میں جو فوج تیرے نزدیک سچی اور ہدایت پر ہے اس کو فتح دے اب خداوند کریم تم سحرانہ کتاب ہے کہ اے کافروں تو تمہیں حاصل ہوئی (م) اور اگر (اب) تم (شرک اور مسلمانوں کی مخالفت سے) باز آؤ گے تو تمہارے واسطے بہتر ہو گا۔ اور اگر تم پھر کر دو گے تو ہم بھی مسلمانوں کی مدد کریں گے اور تمہارا گروہ خواہ کتنا ہی کیوں نہ ہو گا۔ تمہارے کچھ کام نہ آئے گا اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے ساتھ تھا۔

صلیٰ یعنی مسلمانوں کا سامان اور فوج کافروں کے مقابلے میں بے حقیقت تھا۔ مگر فتح دیکھا احسان کیا۔

جب فتح کی خبر مدینہ میں پہنچی تو بعض نے ٹھیک جانا اور بعض منکرین نے غلط سمجھا اور کہنے لگے کہ ہم نہیں خیال کر سکتے کہ ایک ہزار سے زیادہ باسامان فوج مسلمانوں کی بے سامان اور وہ بھی تہائی سے بھی کم فوج سے شکست کھا جائے۔ خیر دوسرے دن آپ بھی قیدیوں کو لے کر مدینہ میں داخل ہوئے۔ تو منکرین نے حیران و پریشان ہو کر اور تابعین نے خوشی سے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مبارک دی۔

ادھر جب مکہ والوں کو شکست کی خبر ملی تو انہوں نے بھی اول اول غلط جانا مگر جب دوسرے تیسرے دن فرار شدہ چند آدمی جو بچکر نکل آئے تھے، تباہ و خستہ حال مکہ میں پہنچے تو انھیں کھلیں اور تدارک کے واسطے صلاح و مشورہ کرنے لگے۔ آخر کار ایک شخص عمیر بن وہب اٹھا۔ (اس کا لڑکا میدان بدر میں گرفتار ہو گیا تھا اور کہا اگر کوئی شخص میرے اہل و عیال کا متکفل ہو سکے تو میں محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو قتل کر سکتا ہوں۔ کیونکہ وہ مدینہ کی گلیوں میں بار اکیلا پھرتا نظر آتا ہے صفوں نے کہا کہ میں تیرے اہل و عیال کی حفاظت کرونگا۔ اور تیری عدم موجودگی میں ان کے خرچ کا ذمہ اٹھاتا ہوں۔ یہ سنتے ہی عمیر قول و قرار کر کے شمشیر آبدار کو اپنے لبادہ میں چھپا کر مدینہ منورہ کی طرف چلا۔ بعد قطع منازل جب عمیر مدینہ میں پہنچا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس کو دیکھا کہ شہزاد آئینہ تبسم اس کے چہرے سے ظاہر ہوتا ہے۔ فی الفور گرفتار کر کے آپ کی خدمت میں حاضر کیا۔ آپ نے عمیر سے پوچھا کہ کس طرح آئے ہو۔ تو عمیر نے جواب دیا کہ اپنے بیٹے کو چھوڑنے کی عرض سے آیا ہوں۔ اگر چھوڑ دو تو مہربانی ہوگی۔ ہر چند آپ نے اصرار کیا کہ تو جھوٹ بول رہا ہے۔ مگر عمیر اپنی زبان سے نہ پھرا۔ آخر کار آپ نے فرمایا کہ صفوان بن امیہ کے ساتھ کعبہ میں کیا عہد کر کے آیا ہے۔ عمیر یہ سنتے ہی نادام ہوا اور معافی چاہی۔ اور جھٹ کلمہ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ پڑھا۔ اور بصدق دل مسلمان ہوا جو قیدی آپ کے ساتھ جنگ بدر میں قید ہوئے تھے۔ ان میں سے جنہوں نے دین اسلام اختیار کیا

اُن کو یونہی اور جہنوں نے دین اسلام اختیار نہ کیا۔ ان کو زرفدیہ لے کر رہا کر دیا۔ آپ کا بیچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ انہی قیدیوں میں تھا۔ اس نے بھی دین اسلام اختیار کیا۔

اسی سال میں آپ کی دختر بی رقیہ زوجہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے انتقال کیا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

جب خداوند کریم نے آپ کو غزوہ بدر میں مظفر و منصور کیا تو بنی قیقاع کے یہود کہنے لگے کہ مسلمان ہمارے ساتھ لڑیں تو پتہ لگے کہ مکہ کے وحشیوں کے ساتھ ہی لڑائی کی ہے جو کہ فنون حرب میں ہمارے سامنے طفل کتب کی بھی حیثیت نہیں رکھتی اسی وقت حکم خداوندی نازل ہوا۔ (پ ۳۔ س آل عمران۔ ع ۲۷) قل للذین کفروا ستغلیبون و تحشرون الی جہنم و یبئس المصاہر قد کان لکم ایتہ فی فتنہ البقیۃ فیئۃ تقاتل فی سبیل اللہ و اخری کا فرقہ بدو نہد مثلیہم رای العین و ترجمہ (اسے پیہر کا فروں سے کہہ دے۔ اب کوئی دن میں تم بھی مغلوب ہوتے ہو۔ اور (قیامت کے دن) دوزخ کی طرف ہائے جاؤ گے۔ اور وہ بُری جگہ ہے۔ تمہارے سمجھنے کے لئے ایک بُری نشانی (خدا کی قدرت کی) ان دونوں فوجوں میں ہو چکی ہے۔ جو (بد کے دن) بھڑ گئی تھیں۔ ایک فوج تو اللہ کی راہ میں لڑتی تھی۔ اور دوسری منکروں کی تھی۔ وہ آنکھوں سے ان کو اپنے سے (یا ان سے) دُکنا دیکھتے تھے۔

اس حکم کے سنتے ہی یہودیوں نے سوچا کہ کوئی ایسا طریقہ نکالا جائے کہ ہمارے ساتھ جنگ ہو تو ہم مزاحم چکھا دیں۔ آخر ان بے حیا یہودوں نے ایک مسلمان عورت کو بے عزت کیا۔ مسلمانوں نے یہودیوں کے بڑے سردار کو طلب کر کے صورت واقعہ سے اطلاع دی۔ مگر اُس نے کچھ نہ سنا۔ اور عزرا فات بکٹا ہوا چلا گیا۔ فوراً جبرائیل علیہ السلام و ما انا خاخن من قوم خیانتہ فانہ الیہم علی السواء کا حکم لے کر آئے۔ آپ نے فی النور لشکر کو آراستہ کیا۔ اور بنی قیقاع کا محاصرہ کر لیا۔ ہندہ دن تک محاصرہ کئے پڑے رہے۔ اور دعوت اسلام کرتے رہے۔ انہوں

نے اسلام قبول کیا۔ اور نہ ہی جنگ کیواسطے باہر نکلے۔ آخر انہوں نے امان طلب کی۔ اور جزیہ دینا منظور کیا۔ اور ایک عہد نامہ مرتب کر کے مظفر و منصور واپس مدینہ آئے۔

غزوہ تبوک چونکہ میدان بدر سے ابوسفیان مع اپنے ہمراہیوں کے فرار ہو گیا تھا اور قریش کی شکست اور اپنے فرزند حنظلہ کے قتل کے باعث دل نہایت پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ آخر نہ رہ سکا۔ اور دوسو آدمیوں کی جمعیت لیکر مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انتقام لے۔ جب گرد و نواں شرب میں پہنچا۔ تو حوصلہ نہ پڑا۔ کہ کچھ بہادری کے جوہر دکھلائے۔ ناچار ایک کاشتکار معبد بن عدس ساکن مدینہ کو جو کہ اپنی کھیتی میں کام کر رہا تھا قتل کر اور کھیتی کو ادھاڑ فرار کار رتنا اختیار کیا۔ جب یہ خبر آپ کو ملی۔ تو آپ اپنے صحابہ کو ہمراہ لے کر ابوسفیان کے تعاقب میں گئے۔ مگر ابوسفیان اس خبر کے سنتے ہی تمام مال و اسباب سبوق میں پھوڑ کر کی طرف بھاگ گیا۔ مال مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

سلسلہ اس سال میں آپ کی ہوتی لڑکی بی بی ام کلثوم رض کا نکاح حضرت عثمان بن عفان کے ساتھ کیا گیا۔ اور اسی سال آپ نے بی بی حفصہ رض و خنصر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے شادی کی۔

اس کے بعد غزوہ انصار۔ غزوہ قرقرۃ الکدر۔ قتل کعب بن اشرف اور قتل ابو رافع ظہور میں آئے جن کی وجہ غزوہ بنی قینقاع تھی۔ چونکہ یہ واقعات کچھ بڑی اہمیت نہیں رکھتے۔ اس وجہ سے ان کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اگر ہر ایک واقعہ بہ تفصیل لکھا جائے تو کتاب کی ضخامت کے بڑھ جانیکا احتمال ہے۔

غزوہ احد

گذشتہ واقعات کے ختم ہوتے ہی جنگ احد وقوع میں آیا۔ جس کی وجہ قریش کے دوا میں ان کے معبودوں کی توہین اور نہرلمیت بد تھی۔ آتش انتقام بری طرح سے

سُلوگ رہی تھی۔ صلاح مشورہ کر کے عمرو بن عاص ہبیرہ بن ابی وہب عبد اللہ بن ربیعہ۔ ابو عزة شاعر مجبجی کو اطراف و کثافات میں فراہمی لشکر کے واسطے روانہ کیا۔ جب لشکر ہر طرح سے آراستہ و پیراستہ ہو گیا۔ تو چلتے وقت صفوان بن امیہ نے کہا کہ اپنی اپنی مستورات کو بھی ہمراہ لے جانا واجب ہے۔ گوئی اس رائے کے مخالف ہو۔ کوئی مطالب نہ کیا۔ نہ چار صلاح پس قرار پائی کہ عورات کو ہمراہ لیجانا چاہئے۔ جب قریش کا لشکر مقام الیوا پر پہنچا۔ تو کئی شخصوں نے کہا کہ اس جنگ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی والدہ کی قبر ہے۔ قبر کو اکھاڑ کر اس کی والدہ کی ہڈیاں اپنی عورات کو دے دو۔ اگر ہمیں شکست ہوئی اور مستورات پیچھے رہ گئیں۔ تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی والدہ کی ہڈیاں دیکھ کر مستورات کو رہائی دے دیگا۔ یہ سنتے ہی بنو بکر اور خزاعہ نے کہا کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس امر کا پتہ مل گیا۔ تو وہ ہمارے تمام مڑوں کی ہڈیاں نکال کر چورا چور کر دیگا۔ غرض ان کے سمجھانے سے اس بے حیائی کے کام سے درگزر نہ کئے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سچو کہ بعد دین اسلام اختیار کرنے کے مکہ میں چلے آئے تھے۔ ایک چٹھی لکھ کر ایک آدمی کے ہاتھ آپ کی خدمت میں روانہ کی جب وہ چٹھی آپ کے پاس پہنچی۔ تو بعد فراغت نماز جمعہ لشکر کو تیاری کا حکم دیا جب لشکر ہر طرح تیار ہو گیا۔ تو آپ نے بھی ہتھیار پہنے۔ (یہ پہنا موقع ہے۔ کہ آپ نے ہتھیار زیب بدن کئے) غرضیکہ نو سو پچاس آدمیوں کی جمعیت سے سورخہ، شوال سلسلہ کو میدان اندیس دشمن کے مقابلے کے لئے روانہ ہوئے ابھی آپ مدینہ سے رخصت ہی ہوئے تھے کہ عبد اللہ بن ابی سادل جو کہ اول درجے کا منافق تھا۔ تھوڑی دیر ساتھ آکر واپس لوٹ گیا۔ اس کے لوٹنے کی دیر تھی۔ کہ قبیلہ بنی خزاعہ اور قبیلہ اوس میں سے چار آدمی پلٹے آئے۔ مگر پھر خداوند کریم نے ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا۔ اور لشکر کے ساتھ ہی رہے۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ اس واقعہ کو قرآن شریف میں بیان کرتا ہے۔ (پہم۔ من آل عمران۔ ع ۱۳)

اذھمت طائفۃ منکم ان تفسلوا اللہ ولیمھما وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون۔ ولقد نصرکم اللہ بیدر و انتم اذلتم فالتقوا اللہ لعلکم تَشکرون۔ ترجمہ: جب تم میں سے دو ٹکڑوں نے ہمت ہار دینا چاہی۔ اور اللہ ان کا مددگار تھا۔ اور مسلمانوں کو چاہئے اللہ پر بھروسہ رکھیں۔ اور البتہ اللہ تعالیٰ (ایک سال پہلے) بدر میں تمہاری مدد کر چکا تھا۔ اس وقت تم تھوڑے سے تھے۔ تو اللہ کا شکر گزار بننے کے لئے اُس سے ڈرو۔

حاصل کلام یہ: روزِ شنبہ مورخہ ۱۱ شوال ۱۱۳۵ھ کو لڑائی شروع ہوئی۔ آپ نے عبداللہ بن جبیر کو پچاس آدمیوں کی جمیعت سے ایک نزدیک کی غار کے دہانے پر بھیج دیا۔ اور فرمایا کسی حال میں بھی غار کو نہ چھوڑنا۔ ایسا نہ ہو کہ مخالفین پشت پر سے غار کو خالی دیکھ کر حملہ کریں۔ قریش کی طرف تین ہزار اور مسلمانوں کے کل نو سو پچاس آدمی تھے جن میں سے پچاس آدمی غار پر چلے گئے۔ پہلے پہل ابو عامر عرف قاسم معہ اپنے ہمراہیوں کے میدان میں آیا۔ مگر باران تیر سے راہ فرار غنیمت سمجھی۔ جب طلحہ بن ابوطلحہ نے بنی ہوازن کو منہزم دیکھا۔ تو چھٹ میدان میں آکر مبارز طلب کیا۔ ادھر سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اجازت لے کر گئے۔ اور دشمن کو داخل سجنین کیا۔ غرضیکہ اسی طرح ایک ایک آہٹا رہا۔ اور پروانہ راہدار بنی لے کر اس طرف سے اہل اسلام نے بھی اللہ اکبر کے نعروں سے میدان اُٹھ کر گونج پیدا کر دی۔ اور کفار اشرار کے پاس سے ثبات لرا اٹھ کر دیا۔ اور شکست کو غنیمت جان کر کفار نے بھاگنا شروع کیا۔ جب عبداللہ بن جبیر کے ہمراہیوں نے لشکر کفار کو منہزم دیکھا۔ تو اپنے لشکر کی طرف دوڑے۔ ہر چند عبداللہ نے منع کیا۔ مگر انہوں نے ایک نہ سنی۔ خالد بن ولید نے جب غار کو خالی دیکھا۔ تو پھپھکی طرف سے لشکر اسلام پر حملہ کر دیا۔ اب کیا تھا بھاگنے والے شیر پر لہجہ غار پر کھڑا تھا۔

ٹھہر گئے۔ اور پلٹ کر حکم کر دیا۔ اور مسلمانوں کو خوف و ہراس نے آدوایا۔ اور فرار کو غنیمت سمجھا۔ ادھر سے شیطان لعین نے الان محمد اقد قتل۔ یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قتل ہو گیا ہے۔ کا آوازہ دے دیا۔ اس کے سنتے ہی مسلمانوں کے رہے سہے ہوش بھی اُڑ گئے۔ اور بے تماشاً بھاگنا شروع کیا۔ جہڑ آپ نے آوازیں دیں یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم قد وعدنی النصر فانی ابن النضر۔ مگر کسی نے نہ سنا۔ صرف چند کس آپ کے پاس آ کر جہنوں نے پائے ثبات کو نہ چھوڑا۔ ان کے نام یہ ہیں:-

حضرت ابو بکر صدیق۔ عمر بن الخطاب۔ علی ابن ابی طالب۔ عبد الرحمن بن عوف۔ سعد بن ابی وقاص۔ زبیر بن العوام۔ طلحہ بن عبد اللہ۔ ابو عبیدہ بن الجراح۔ خباب بن المنذر۔ ابو دجانہ۔ عاصم بن ثابت۔ حارث بن جحیم۔ سہیل بن حنیف۔ اسید بن الحضیر۔ سمید بن معاذ۔ رضی اللہ عنہم علیہم اجمعین۔

یہ حال دیکھ کر مشرکوں کے کئی گروہوں نے آپ کی طرف رخ کیا۔ مگر صحابہ کی بے پناہ تلوار کے سامنے یا راہ فرار یا پروانہ دار القرار لیکر چلتے بنے۔ ایک لعین عبد اللہ بن قتیبہ نے آپ کی طرف ایک پتھر چلایا۔ جس سے آپ کی جمین مبارک خون آلود ہو گئی۔ دوسرے بد بخت عتبہ بن وقاص نے بھی پتھر مارا۔ جس سے آپ کا زیرین لب مبارک زخمی ہو گیا۔ اور ایک دانت مبارک بھی شہید ہو گیا۔ چنانچہ اس واقعہ کو ایک شاعر نے اس طرح بیان کیا ہے:-

سے لی امت کے گناہوں کی آحد نے قیمت
دے دیا جنگ اُحد میں دُر ونداں تو نے

جس وقت آپ کے پتھر لگا تو آپ نے زبان مبارک سے فرمایا: اللہم اھدنا قومی فانہم لا یعلمون۔

وہ دونوں بد بخت ایک اصحاب ابو دجانہؓ کی تلوار سے فوراً واصل جہنم ہوئے۔ آپ زخم لگتے ہی ایک غار میں ہو گئے۔ اور خون پونچھنا شروع کیا۔ فرار شدہ

صحابہ کرام میں سے ایک اصحاب بنام کعب کا گذر اس غار پر سے ہوا۔ اور آپ کو زندہ و سلامت دیکھ کر فکر الکی بجالایا۔ اور دوسروں کو جا کر خوشخبری سنائی۔ پھر ایک ایک کر کے جمع ہو گئے۔ پہاڑ کے دوسری طرف کفار کا لشکر دیر سے ڈالے پڑا تھا۔ اور ابوسفیان بڑے جوش اور خوشی میں پکار رہا تھا کہ ہم نے آج اپنے تمام دشمنوں کو مار لیا ہے۔ اور ہمیشہ کا جھگڑا پاک کیا ہے۔ یہ آواز سننے ہی عمر بن الخطاب سے نہ رہا گیا۔ اور فوراً بلند آواز سے کفار کو متنبہ کیا۔ کہ جس کی نسبت تم کہہ رہے ہو۔ وہ بفضل خدا سب زندہ و سلامت ہیں۔ اس جواب کے سنتے ہی کفار کے دلوں پر مہیت طاری ہو گئی۔ اور ایک دم کے واسطے بھی میدان میں ٹھیرنا مناسب نہ سمجھ کر کم کی طرف چل دیئے۔ اس جنگ میں ستر مسلمان شہید ہوئے۔ آپ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی شہید ہو گئے اور ایک ہزار کے قریب کفار واصل جہنم ہوئے۔ بعد ازاں آپ جلد صحابہ کو پھر لے کر اور شہداء کو مدفن کر کے عازم مدینہ ہوئے۔ خداوند کریم جنگ احد کے بعد جبکہ مسلمانوں کو شکست ہوئی اس طرح تسلی دیتا ہے :-

اب ہم میں آل عمران ۱۶۱

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْفِرِينَ هَٰذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ هَٰ لَا تَقْنُؤُوا دَاخِرُوا وَأَنْتُمْ الْأَغْلُونَ إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ هَٰ إِن يَنْسِفْكُمْ قَوْمٌ مِّنَ الْقَوْمِ قَرِيعٌ مِّثْلَهُ هَٰ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذُ مِنكُمْ شُهَدَاءَ هَٰ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ وَلِيُخَيِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيُخَيِّصَ الْكَافِرِينَ هَٰ أَمْ حَسِبْتُمْ أَنَّ نَدَا خُلُوعِهَا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنكُمْ وَلَعَلَّ الصَّاعِرِينَ هَٰ وَلَقَدْ كُذِّبْتُمْ مِّنَ الْقَوْمِ مِن قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَاسِمُوهُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ هَٰ وَمَا أَسْمَدُ إِلَّا رَسُولٌ هَٰ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ هَٰ أَفَأَنْ هَاتِ أَوْ قِيلَ أَتَأْتِبْتُمْ عَلَىٰ عَقَائِكُمْ هَٰ وَمَنْ يُّثْقَلِ عَلَىٰ عَوْقَبِيهِ فَلَنُيَصِّرَنَّ اللَّهُ

شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ
كُتِبَ عَلَيْهَا أَنْ تُؤَدِّيَ تِلْكَ الدَّيْنَ وَأَنْ تُؤْتِيَ نَفْسُهَا مِنْ يَدِ ذِي الْأَرْحَامِ
وَأَنْ تُؤْتِيَ نَفْسُهَا وَتَسْجُدَ لِلشَّاكِرِينَ وَكَأَيُّنَ مِنْ بَنِي قَتْلٍ مَعَهُ رَيْبُونَ كَثِيرٌ
فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا
وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ وَمَا كَانَ قَوْلُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا
ذُنُوبَنَا وَاسْرُفَاتِنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الْكَرِيمُ فَادْعَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ
فَاتَّخَذَهُمُ اللَّهُ تَوَابًا لِلدُّنْيَا وَجَسَّدَ تَوَابَ الْأَخِرَةِ وَوَاللَّهُ يُحِبُّ
الْحَسَنِينَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنِّي طَبِّعُوكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَإِيَّادُكُمْ عَلَى عَقَائِمِ
فَتَقَلَّبُوا خَصِرِينَ بَلِ اللَّهُ مَوْلَاكُمْ وَهُوَ خَيْرُ النَّاصِرِينَ سَأَلْتَنِي فِي
قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرَّعْبَ بِمَا أَتَتْهُمُ الْآيَاتُ وَاللَّهُ مَالَهُ يُنَزِّلُ بِهِ سُلْطَانًا
وَمَا لَهُمْ النَّارُ وَبَشَرِ الْمُتَكَلِّمِينَ وَلَقَدْ صَدَقَ قَوْلُ اللَّهِ وَعْدُهُ
إِذْ تَخَسَّوْهُمُ بِآيَاتِهِ حَتَّى إِذَا فَتِلْتَمَ وَتَنَارَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُمْ
مَنْ بَعْدَ مَا آرَاكُمْ مَا حَبُوبُونَ مِنْكُمْ مَنْ يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِيسِرَكُمْ
مَنْ يُرِيدُ الْأَخِرَةَ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ
وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ تَصَوَّدُونَ وَلَا تَلُونَ عَلَى أَحَدٍ
وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي أَحْسَنِ تَأْوِيلِهِ فَأَنْتُمْ عَنْهَا غَائِبُونَ كَيْلًا تَخْرُجُونَ عَلَى
مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَا أَصَابَكُمْ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ثُمَّ أَنْزَلَ
عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ أَمْنَةً نُعَاسًا يَتَغَشَّى طَائِفَةً مِنْكُمْ وَطَائِفَةٌ
قَدْ أَهَمَّتْهُمْ أَنْفُسُهُمْ يَظُنُّونَ يَا اللَّهُ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنُّ الْجَاهِلِيَّةِ
يَقُولُونَ هَلْ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ قُلْ إِنْ الْأَمْرُ كُلُّهُ لِلَّهِ يُخْفُونَ فِي
أَنْفُسِهِمْ مَا لَا يُبْدُونَ لَكَ يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَّا
قَتَلْنَا هَاهُنَا قُلْ لَوْ كُنْتُمْ فِي بَيِّتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ
إِلَى مَضَاجِعِهِمْ وَلِيَبْتَلِيَ اللَّهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ وَلِيُخْصِصَ مَا فِي قُلُوبِكُمْ

وَاللّٰهُ عَلَيْهِمْ ذَاتُ الصُّدُورِ هَـۤ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِمَّا كُنْتُمْ تُجَاهِلْنَ
اَنْتُمْ اَسْتَرْزَعُوْهُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ
اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

ترجمہ: تم سے پہلے بہت سے واقعات گزر چکے ہیں۔ تم زمین کی سیر کرو۔ دیکھو جھبلائے
دالوں کا کیا انجام ہوا۔ (عام لوگوں کے واسطے تو یہ ایک (تاریخی) بیان ہے۔ اور جو لوگ
اللہ سے ڈرتے ہیں ان کے لئے ایک ہدایت اور نصیحت بھی ہے۔ اور بہت مت ہارو۔ مٹاؤ وہ
جو اگر تم ایسا نڈا ہو۔ تو (آخر میں) تم ہی غالب ہو گے۔ اگر اس لڑائی میں تم زخمی ہوئے ہو۔ تو (بدیل
ست ہو) وہ لوگ (کافر) بھی ایسے ہی (جنگ بد میں) زخمی ہو چکے ہیں۔ یہ (دنیا کے) دن ہیں جن کو
ہم الٹ پلٹ کر لوگوں پر لاتے ہیں۔ اؤ (جو) کافروں کو اب کے فتح ہوئی) اس لئے کہ اللہ ایمان
والوں کو (اللہ کر کے) دیکھ لے۔ اور چند لوگوں کو تم میں سے شہادت کا درجہ عطا کرے۔ اور اللہ
غلاموں کو (کافروں کو) پسند نہیں کرتا۔ اور اس لئے کہ اللہ ایمان والوں کو پرکھ لے۔ اور کافروں
کو ستیا ناس کر دے۔ کیا تم یہ سمجھتے کہ جنت میں چل دو گے۔ اور ابھی اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں دیکھا کہ
کون تم میں سے جہاد کرتے ہیں۔ اور نہ یہ دیکھا کہ کون ثابت قدم رہتے ہیں۔ اور تم تو خود موت
آنے سے پیشتر اس کی آرزو کرتے تھے۔ اب تو تم نے آنکھوں سے اس کو دیکھ لیا۔ اور محمد
(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو صرف رسول ہیں۔ اس سے پہلے اور کئی رسول ہو گزرے ہیں۔ کیا اگر
وہ مر جائے یا مارا جائے تو تم اٹھ پھاؤں (اسلام سے کفر کی طرف) پھر جاؤ گے۔ اور جو کوئی
اٹھ پھاؤں (اسلام سے کفر کی طرف) پھر جائے گا۔ تو کچھ نہیں بگاڑے گا؟ اور اللہ شکر
کرنے والوں کو جلد بدلہ دے گا۔ اور کوئی شخص مر نہیں سکتا۔ جب تک خدا کا حکم نہ ہو۔ اس لئے
لکھ رکھا ہے۔ مقرر وقت پر۔ اور جو کوئی دنیا میں (اپنے نیک اعمال کا) بدلہ چاہے۔ تو ہم اس
میں سے اس کو دینگے۔ اور جو کوئی آخرت کا ثواب چاہے۔ تو اس کو اُسی میں سے دینگے۔ اور
اؤ (شکر کرنے والوں کو ہم جلد بدلہ دینگے۔ اور کئی پیغمبروں کے ساتھ ہو کر بہت سے اللہ والے
لڑے ہیں۔ اور پھر جو تکلیف ان کو اللہ کی راہ میں پہنچی۔ اس سے وہ بہت نہیں ہارے۔ نہ ست
ہوئے۔ نہ (اپنے دشمن سے) دب گئے۔ اور اللہ ثابت قدم رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اور

انہوں نے جب کہا یہی کہا۔ مالک ہمارے۔ ہمارے گناہ اور جو ہم سے زیادتی ہوئی ہمارے کام میں بخش دے۔ اور (دشمنوں کے مقابلے میں) ہمارے پاؤں جما دے۔ اور کافروں پر ہم کو فتح دے۔ پھر اللہ نے دنیا میں ان کا فائدہ کیا۔ اور آخرت میں اچھا خاصہ ثواب دیا۔ اور اللہ نیکوں سے محبت رکھتا ہے۔ مسلمانو اگر تم کافروں کا کہا مانو گے تو وہ تم کو اٹلے پاؤں (اسلام سے کفر کی طرف) پھیر دینگے۔ اور تم ٹھٹھے میں جا پڑو گے۔ اللہ تمہارا کارساز ہے۔ اور اس کی مدد سے بہتر ہے۔ اب ہم کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دینگے۔ کیونکہ انہوں نے یثرب کو اللہ کا شریک بنایا جس کی اس نے کوئی سند نہیں ہماری۔ اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اور ظالموں کا برا ٹھکانا ہے۔ اور اللہ نے تو اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔ جب تم اس کے حکم سے کافروں کو بیدم کر رہے تھے (یعنی کافروں کو قتل کر رہے تھے۔ کیونکہ شروع جنگ میں مسلمانوں کی فتح ہوئی تھی) جب تم نے ہوا بن کیا۔ اور حکم میں جھگڑا نکالا۔ اور نافرمانی کی (غار کو چھوڑ دیا۔ جس پر قائم رہنے کی ہدایت کی تھی) جو چاہتے تھے (یعنی فتح) اس کو دیکھ لینے کے بعد کوئی تو تم میں سے دنیا چاہتا تھا۔ (غار والے آدمیوں میں جھگڑا ہو گیا تھا۔ ایک گردہ کہتا تھا کہ کھڑے رہیں اور دوسرا گردہ کہتا تھا کہ لوٹ کا مال حاصل کریں) اور دوسرا آخرت کا طالب تھا پھر خدا نے تم کو آزمانے کے واسطے کافروں کی طرف سے پھیر دیا۔ اور البتہ تم کو معاف کر دیا (اور تم اس نافرمانی کا عذاب اُترتا) اور اللہ ایمان والوں پر فضل کرتا ہے۔ اس وقت جبکہ تم بھاگے چلے جاتے تھے۔ اور مگر کسی کو نہیں دیکھتے تھے۔ اور پیغمبر اکبر اچھے تم کو بلارہا تھا آخر خدا نے تم کو دھڑے غم میں مبتلا کیا۔ (۱) بھاگنے دار (۲) شکست کا (۳) دشمنوں کی فتح کا۔ (۴) نقصان مال (۵) زخم) (اس میں یہ حکمت تھی) کہ جو چیز یا حق سے جاتی رہے۔ اس پر نہ ہر نہ کر د اور نہ اس۔ سچو کہ تم کو پیش آئے۔ اور جو تم کو اللہ کو اس کی خبر ہے۔ پھر غم کے بعد اللہ تعالیٰ نے تم کو اطمینان دیا۔ تم میں سے بوسن کو اونگھ آنے لگی۔ اور بوسنوں کو جان کی فکر نہ گئی۔ وہ اللہ کی نسبت جھوٹے جاہلوں کے سے خیال کر رہے تھے۔ کہ رہے تھے۔ کہ کیا اب بھی کچھ ملو لٹا ہے (۱) پیغمبر اکرم کے کام سب اللہ کے احتیاج میں ہیں۔ اپنے دلوں میں وہ باتیں چھپائے

لے بہرہ و خوشنکست ہری کو نافرہود و نصاریٰ و غیرہ کہتے ہیں کہ اپنے آباء اجداد کے دین میں آجاء۔

ہوئے ہیں جن کو تجھ پر ظاہر نہیں کرتے۔ کہتے ہیں۔ اگر ہم کو کچھ ملنے والا ہوتا (جیسے پیغمبر نے وعدہ کیا کہ فتح ہوگی) تو ہم یہاں مارے کیوں جاتے۔ (اسے پیغمبر) کہہ دے اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہو۔ تے۔ تو جن کی قسمت میں مارا ہانا لکھا تھا۔ وہ اپنے گرنے کی جگہوں میں نکل کر آجاتے اور اس شکست میں ایک حکمت یہ تھی کہ اللہ جو کچھ تمہارے سینوں میں ہے اس کو (تمہارے دل کی باتوں کو) آزمائے۔ (مناہق اور دوسرے چھانٹ لے) اور تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے۔ اس کو صاف کر دے۔ (دوسو سو سے پاک کرے) اور اللہ کو تو دل کی سب باتیں معلوم ہیں جس دن (اُحد کے جنگ کا دن) دونوں فوجیں الجھ لیں۔ اس دن جو تم میں سے بھاگ نکلے ان کو شیطان نے کچھ ان کے کئے کی شامت میں بھر ڈال دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا۔ بے شک اللہ متعلیٰ والابخشنے والا ہے۔

نوٹ :- آگے بھی جنگ اُحد کا ہی ذکر درج ہے۔

میدان اُحد سے جب قریش مکہ میں پہنچے۔ تو ان کے دل میں ایک گوند رنج پیدا ہوا کہ افسوس ہم نے باوجود فتح کے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زندہ رہنے دیا۔ اس واسطے دو بار دلاؤ لشکر کے ساتھ صفوان بن امیہ کی سرکودگی میں روانہ ہوئے۔ کہ ادھر یہ خبر آپ کے سمع مبارک میں بھی پہنچی۔ تو آپ بھی روانہ ہوئے۔ کہ راستے میں ہی چل کر اُن کا ناظرہ بند کیا جائے۔ جب یہ خبر قریش کو ملی۔ تو ان کے دلوں میں اس قدر رعب پیدا ہوا کہ واپس ہونے کی ٹھان کر اُٹے پاؤں پھر گئے۔ جب یہ خبر آپ کو پہنچی۔ تو آپ بھی واپس چلے آئے۔

۱۔ جب صفوان بن امیہ مدینہ اپنی فوج کے راستے سے پلٹ گیا۔ تو اس نے باقی لوگوں سے صلاح مشورہ کر کے مکہ کے سات آدمیوں کو مدینہ میں آپ کی خدمت میں بھیجا۔ انہوں نے بموجب سبق اہل مکہ کے منافقانہ اسلام قبول کیا۔ اور کچھ دنوں مدینہ میں رہ کر جب چلنے کے واسطے تیار ہوئے۔ تو انہوں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کچھ آدمی خاکساران کے ہمراہ بھیج دیں۔ کیونکہ اہل مکہ اب ایمان لانے کے خواہشمند ہیں۔ آپ نے عاصم بن ثابت کو معہ اور نو

آدمیوں کے مکہ کی طرف روانہ کیا۔ جب مدینہ سے کچھ فاصلہ نکل گئے۔ تو سفیان بوجہ اپنے ساز باز کے کچھ آدمیوں کی جمعیت لے کر گردنواح میں خاک چھانٹا پھرتا تھا۔ جھٹ پٹ ان بچاؤں پر حملہ کر دیا۔ جب مسلمانوں نے دیکھا کہ ہمارے ساتھ دغا کیا گیا ہے۔ تو انہوں نے بھی تلوار نکالی۔ اور کئی کافروں کو داخل جہنم کر کے خود بھی جام شہادت نوش کیا۔ جب یہ خبر آپ کے گوش مبارک میں پہنچی۔ تو عبد اللہؓ نے اس عرض سے بھیجا کہ سفیان کو اس کی ظالمانہ حرکت کا اجر دے۔ عبد اللہ کچھ دن تو یونہی پھرتا رہا۔ جب دیکھا کہ سفیان اب زد پر ہے۔ تو جھٹ حماء لڑے اس کے تاپاک تن سے گردن کے بوجھ کو اتار کر آپ کی خدمت میں لے کر آیا۔ اور سفیان کا سر پیش کیا۔ اسی سال میں نے اپنے ابو سلمہ بن اسد کو بچاؤ آدمیوں کی ہمار ہی بنی اسد کے سرداروں کے مقابلے پر بھیجا۔ کیونکہ بوجہ ان کے پیغام کے جو کہ انہوں نے آپ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ معدوم ہوتا تھا کہ وہ مدینہ پر حملہ کر سنے والے ہیں۔ جب یہ مختصر سا لشکر ان کے مقابلے پر پہنچا۔ تو مخالفین نے شکست کھائی۔ اور کچھ گرفتار ہوئے۔ کچھ فرار ہو گئے۔ قیدیوں نے دین اسلام اختیار کیا۔ تو ان کو رہا کر دیا گیا۔ لشکر مظفر و منصور واپس مدینہ میں پہنچا۔

سر یہ پیر معونہ

ابھی ابو سلمہ مدینہ میں پہنچا ہی تھا کہ ایک شخص بنام ابویر بن عامر جو کہ اپنے آپ کو قبیلہ نجد میں سے بتلاتا تھا آیا۔ اور دین اسلام اختیار کیا۔ بعد میں چلتے وقت بموجب کہنے اس کے منذر بن عمرو کے ماتحت اپنے ستر آدمیوں کو روانہ کیا۔ کہ قبیلہ نجد میں بھی اشاعت اسلام کرو۔ اور گردنواح میں بھی گشت لگا کر کام سر انجام کرو۔ جب یہ لشکر پیر معونہ کے مقام پر پہنچا تو ان کے ساتھ بھی وہی سلوک ہوا جو کہ عاصم بن ثابت کے ساتھ ہوا تھا۔ چاروں طرف سے ہزاروں کی تعداد میں مخالفین نے آگھیرا۔ انجام کار بہت سے مرد و دواں کو داخل جہنم کرنے کے بعد

ایک ایک کر کے جام شہادت نوش کرتے گئے۔ انہوں نے ایک شخص عمر کو صرف اس واسطے قتل نہ کیا کہ یہ جا کر مدینہ میں حالات سے آگاہی کرے۔ ان واقعات کی وجہ سوائے مخالفت قریش مکہ کے اور کچھ نہ تھی۔ دوسرے جنگ بدر کی مشہوری و درندہ دیک تک پہنچ چکی تھی۔ اس واسطے لوگوں کے دلوں پر اسلام کا سکہ بیٹھتا جاتا تھا۔ کہ اگلے سال جنگ احد کی شکست ظاہر باہر ہوگئی اس وجہ سے تمام مخالفین جن کے دل خوف و ہراس سے سہمے ہوئے تھے۔ پھر دلیر ہو گئے۔ اور قریش مکہ اس پر اور بھی حاشیہ چڑھا چڑھا کر اہل اسلام کے مخالفت بھڑکاتے۔ اور جس طرح بھی بن پڑتا۔ نقصان پہنچانے سے نہ چوکتے۔

غزوہ بنی النضیر

جب عمرو نے آپ کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ تو آپ نے فی الفور لشکر کو تیاری کا حکم دیا۔ بعد از تیاری لشکر بنی النضیر کی طرف رُخ کیا۔ جب لشکر اسلامیہ بنی النضیر پہنچا تو انہوں نے فی الفور منافقانہ اسلام قبول کر لیا۔ اور آپ کو کمال ادب اور احترام سے ایک پاکیزہ مکان میں اُتارا۔ جیوقت آپ مکان کے اندر داخل ہو کر بیٹھ گئے تو یحییٰ بن اخطب یہودی نے کہا۔ اے معشر یہود کیا اس موقع سے بہتر موقعہ ملے گا۔ فی الفور محمدؐ کو شہید کر ڈالو۔ ابن معونہ لعین نے اس کام کو سر انجام کرنے کا عہد کیا۔ حق تعالیٰ نے فوراً اپنے حبیب کو ان کے مکرو فریب سے مطلع کیا آپ فی الفور اُٹھ کر چلے آئے۔ اور اپنے صحابہ کو بھی مطلع نہ کیا۔ جب کچھ عرصہ آپ تشریف لے گئے ہوئے مقتضی ہوا تو کنا نہ نام ایک یہودی نے کہا۔ کیا تم جانتے ہو کہ محمد (صلعم) کہاں ہے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ کنا نہ نے کہا کہ اس کو خداوند تعالیٰ نے ہمارے فریب سے مطلع کر دیا ہے۔ یقین کر لو کہ خاتم المرسلین یہی ہے۔ جس کا تذکرہ ہماری کتاب تواریخ تشریف میں درج ہے۔ اب دو کاموں میں سے

ایک کام کرو۔ اول تو یہ ہے کہ دین اسلام اختیار کر لو۔ اگر یہ نہیں تو اس ملک سے ہجرت کر جاؤ۔ سب نے کہا ہجرت بہتر ہے۔ ہمارا دل نہیں چاہتا۔ کہا ہے نبی کی تابعداری کو چھوڑ دیں۔

اتنے میں آپ کے صحابہ کرامؓ کو بھی ان کے فریب کا پتہ چلا۔ اول تو انہوں نے کہا بہتر ہے کہ دشمنوں کو ان کے فریب کا مزہ چکھاتے جائیں۔ مگر اس خیال سے کہ جب آپ چپ چاپ اٹھ کر چلے گئے ہیں۔ تو ہمیں لڑنا مٹنا سب نہیں ستام لشکر واپس مدینہ میں پہنچا۔ آپ نے مدینہ میں پہنچ کر بنی النصیر کی طرف پیغام بھیجا۔ یا دین اسلام اختیار کرو۔ اگر یہ نہیں تو جزیہ دو۔ اگر یہ بھی نہیں تو دس دن کے اندر اندر ہجرت کر جاؤ ورنہ بعد از گز نے میعاد کے جنگ تک نہ ہٹے گی۔

اس پیغام کے پہنچتے ہی انہوں نے ہجرت پر کمر باندھی۔ ایسی اپنا سامان تیار ہی کر رہے تھے کہ ایک آدمی ابوسلول منافی پہنچا۔ اس نے کہا کہ میں تمہیں دو ہزار آدمیوں کی مدد دیتا ہوں۔ تم ہجرت نہ کرو۔ اور اسلام کے ساتھ لڑائی کرو۔ اسلام اب مغلوب ہو چکا ہے۔ جنگ اُمد میں کافی ضربات پہنچ چکی ہیں اس واسطے اب کوئی شخص محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے لڑنے کی ہر بات نہ کریگا اگر کسی نے محمد کی مدد کی بھی تو مہاجرین کے سوا اور کوئی مدد نہ کرے گا۔ اور مہاجرین کی تعداد سو ڈیڑھ سو سے زیادہ نہیں ہے۔ اس بات کے سنتے ہی انہوں نے جواب بھیجا کہ ہم ان باتوں میں سے ایک بھی منظور نہیں کرتے۔ اگر زور ہے تو جنگ سے مٹا لو۔ اس پیغام کے پہنچتے ہی آپ نے لشکر لیکر بنی النصیر کا محاصرہ کر لیا۔ جس وقت بنی النصیر نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ انصار اور مہاجرین کا کافی لشکر دیکھا۔ تو ہاتھ پاؤں پڑ گئے۔ ابوسلول کو کہنے لگے۔ اب نہیں مدد دو۔ ابوسلول یہ سنتے ہی مدد کے بہانے سے باہر نکل گیا۔ اور واپس نہ آیا۔ رات کو یہود نے شیخون مارنا چاہا۔ مگر کچھ پیش نہ گئی۔ آخر کار انہوں نے آپ سے معافی

طلب کی۔ اور ہجرت پر کمر بستہ ہو گئے۔ چنانچہ خداوند کریم قرآن مجید میں فرماتا ہے:-
(پ ۲۸ س الحشر- ۱۶) مَسِيحٌ بَلَدِهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ هُوَ
الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ
دِيَارِهِمْ لِأَنَّ الْحَشْرَ مَا ظَنَنْتُمْ أَنْ يَخْرُجُوا وَظَنُّوْا أَنَّهُمْ مَأْنِعَتُهُمْ
حَصُونَتُهُمْ مِنَ اللَّهِ فَأَنَّهُمْ اللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا وَذَرَفَتْ
فِي قُلُوبِهِمُ الرُّغْبَ يُخْشَوْنَ بَيْوتَهُمْ يَأْتِيهِمْ وَآيِدِي الْمُؤْمِنِينَ
فَاغْتَبَرُوا يَكَادُ وَلِي الْأَبْصَارِ

ترجمہ:- جنی چیزیں آسمان میں اور جنی زمین میں۔ اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں۔ اور وہ زبردست
حکمت والا وہی خدا ہے جس نے اہل کتاب کے کافروں (بنی النضیر کے یہودیوں) کو پہلے
شہر کے وقت ان کے گھروں میں سے نکال باہر کیا۔ (مسلمانوں) تم تو یہ سمجھتے تھے کہ یہ نہیں
نکلینگے۔ (کہ بڑے زوردار ہیں) اور وہ بھی سمجھتے تھے کہ ان کے قلعے ان کو اللہ تعالیٰ کے (عذاب
سے بچالیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا حکم، ان پر ایسی جگہ سے آن پہنچا۔ جہاں سے ان کو گمان بھی
تھا۔ اور ان کے دلوں میں مسلمانوں کی دعا کا ڈال دی۔ یہ حال ہو گیا کہ اپنے گھروں کو خود اپنے
ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے اُجاڑنے لگے۔ تو (عقل کی آنکھ والو اس واقعہ سے)
برت لو۔ - اسی سورہ شریف میں اگلا بیان بھی بنی النضیر کے متعلق ہے۔

نیز بنی سلول منافق کا ذکر اسی سورہ کے دوسرے رکوع میں اس طرح پر آیا ہے:-

بنی النضیر یہودیوں کی ایک قوم تھی۔ جو مدینہ میں آن کر اس خیال سے آباد ہوئی کہ جب پیغمبر آخرا زمانہ ظاہر
ہوگا تو ان کے ساتھ ہو جائیں گے۔ ان کی قسمت میں اہل بیت تھا ان کے باپ دادا تو اسے امید سے اُٹے تھے۔ مگر ان کی اولاد نے جب پیغمبر
آخرا زمانہ ظاہر ہوئے تو مخالفت کی۔ کئی کئی آفر آپ نے اخراج اور جلا دینی کا حکم دیا۔ انہوں نے پوچھا کہ ہم کدھر
جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ عسکر کی زیریں طرف چلے گئے شام کے ملک میں جا رہے ہیں۔ مراد ہے کہ بنی النضیر کا یہ پہلا اخراج
تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوا۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے زمانہ میں ان کو دواں سے بھی
نکال دیا۔ یہ ان کے لئے دوسرا ہجرت ہو گیا۔ (علمائے سلف سے منقول ہے کہ عسکر شام میں ہو گا)

۳۔ کعب بن اشرف ان کا سردار تو پہلے ہی مر چکا تھا۔ اب ان کو یہ امید تھی کہ انصار مدونہ دیکھ کر

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَادَوْا يُقُوْلُوْنَ لَا خَواْنَهُمْ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ
لَيْنٌ اٰخِرٌ جِئْتُمْ مَعَكُمْ وَلَا نَطِيْعٌ فِیْكُمْ اَحَدٌ اَبَدًا وَاَنْتَ
تَوْتِلُمْ لِنَصْرَتِكُمْ وَاَلَلٰهُ يَشْهَدُ اَنْهُمْ لَكَذِبُوْنَ۔ لَئِنْ اٰخِرُ جِئُوا
لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ وَلَئِنْ تَوْتَلَوْا لَا يَنْصُرُوْهُمْ وَلَئِنْ نَصَرُوْهُمْ
لَيُوْلُوْنَ الْاَذْبَارَ ثُمَّ لَا يَنْصُرُوْنَ ہ ترجمہ :- اے پیغمبر کیا تو نے منافقوں
پر نظر نہیں ڈالی۔ وہ اپنے بھائیوں اہل کتاب کے کافروں سے کہتے ہیں اگر کس تم نکالے
گئے۔ تو ہم بھی ضرور تمہارے ساتھ نکل کھڑے ہوں گے۔ اور تمہارے باب میں تو ہم کئی بات
سننے والے نہیں۔ اور اگر کوئی تم سے لڑا۔ تو ضرور تمہاری مدد کریں گے۔ اللہ تعالیٰ گواہ ہے کہ
یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ اگر اہل کتاب کے یہ کافر نکالے جائیں گے۔ تو منافق اُن کے ساتھ نہیں
نکلے گے۔ اور اگر اُن سے لڑائی ہوگی تو منافق ان کی مدد نہیں کریں گے۔ اور جو مدد کی بھی تو کس
کام کی پیٹھ موڑ کر بھاگتے نظر آئیں گے۔ پھر کوئی ان کی بھی مدد نہیں کرنے کا۔

القصة بعض نے تو اسلام قبول کر لیا۔ اور باقی ہجرت کر گئے بہت سا مال مسلمانوں
کے ہاتھ آیا۔ جس کو آپ نے مہاجرین اور انصار میں تقسیم کیا۔ مگر انصار نے انکار
کر دیا۔ کہ ہم اپنے گھروں میں رہنے والے ہیں۔ ہمارے مہاجر بھائیوں کو جنہوں
نے گھر بار اور وطن چھوڑا ہے۔ مال دیا جائے۔ آپ اس ہمدردی سے بہت
خوش ہوئے۔ اور مال مہاجرین میں تقسیم کیا۔ اب باقی سال امن و آرام سے گزرا کوئی
واقعہ قابل تذکرہ نہیں ہوا۔

۵۔ اس سال میں سب سے غزوہ ذات الرقاع وقوع میں آیا جس
کی وجہ یہ ہے کہ ایک شخص مدینہ میں بغرض تجارت آیا۔ اور کہنے لگا کہ بنی انصار
اور بنی ثعلبہ لشکر جمع کر رہے ہیں۔ اور عنقریب ہی مدینہ کی جانب کوچ کریں گے۔
آپؐ بموجب "علمان واقعہ قبل از وقوع باید کرد"۔ کچھ لشکر بھیجی انہما اور ثعلبہ کا رخ کیا۔
بعد از قطع منازل جب وہاں پہنچے۔ تو نام و نشان بھی نہ پایا۔ لہذا واپس چلے
آئے۔

غزوہ دومۃ الجندل :- غزوہ ذات الرقاع کی طرح آپ نے سنا کہ شاہ دومۃ الجندل جو ایک نصرانی تھا۔ لشکر جمع کر رہا ہے۔ اور مدینہ پر حملہ کا ارادہ ہے۔ تو آپ بھی تیار ہو گئے۔ مگر وہاں کچھ بھی نہ پایا۔ ناچار ایک ماہ کے سفر کے بعد واپس چلے آئے۔

غزوہ بنی المصطلق

قریش مکہ کے اشتعال دلانے کے باعث بنی المصطلق نے حارث بن ابی ضرار کی سرکردگی میں بہت سا لشکر جملہ اطراف و جوانب سے جمع کیا۔ اور مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب آپ کے سہ ہمایوں میں یہ خبر پہنچی کہ غنیم بڑے لاؤ لشکر کے ساتھ آرہا ہے۔ تو فی الفور مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے۔ جب ہر دو لشکر سامنے ہوئے تو وہ آدمی جو کہ اہل اسلام کے گذشتہ واقعات سن چکے تھے۔ فی الفور فوج پر چکر ہو گئے اور باقی تقریباً دو ہزار کا لشکر حارث کے پاس رہ گیا۔ حضرت عمر فاروق اعظمؓ نے بلند آواز سے پکار کر غنیم کو اسلام کی طرف بلایا۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ آخر جب کسی شرط پر بھی اترتے نظر نہ آئے۔ تو مجبوراً جنگ شروع ہوئی جس میں کفار کو کامل شکست ہوئی۔ کل دس آدمی قتل ہوئے۔ بہت سے اسیر کر لئے گئے۔ اسیران نے دین اسلام اختیار کیا۔ تو ان کو واپس اپنے مقام پر بھیج دیا۔

غزوہ احزاب یا خندق

بنی النضیر اور بنی المصطلق کے چند آدمی بعد از فرار ہونے کے ابو عامر عت فاسق کے ہمراہ مکہ میں پہنچے۔ اور اپنا حال قریش کو سنایا۔ ان واقعات کے سننے سے قریش کے دلوں میں انتقام کی آگ جو کہ پہلے سے سناگ رہی تھی۔ بجھڑک اُٹھی۔ اور محفلت

دس ہزار کی جمعیت پہنچا اور خوب مسلح و تیار ہو کر قطعی طور پر اسلام کا قلع قمع کرنے کے
 واسطے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ بھمبر برحق نے آپ کو خبر دی سب نے بھی اپنے
 انصار اور مہاجر کو جمع کیا۔ اور شہر مدینہ کے قریب ہی مسلح پہاڑ پر ڈیرے ڈال دیئے
 اور حکم دیا کہ گرد و نواح میں خندق کھود دی جائے۔ ادھر کچھ آدمی خندق کھودنے
 میں مشغول ہوئے۔ اور کچھ زن و فرزند اور دیگر مسلمانوں کی حفاظت کا انتظام کرنے
 لگے۔ دشمن کی بڑے گرو فرسے آنے کی افواہیں مشہور ہو رہی تھیں۔ حاصل کلام
 اہل مدینہ نے اپنے تمام زن و فرزند کو محفوظ و مصنون قلعوں میں بند کر دیا۔ اور آپ
 ادھر خندق میں پہنچ گئے۔ یہ انتظام ابھی ختم ہی ہوا تھا کہ دشمن نے شہر کے نزدیک
 آ کر ڈیرے ڈال دیئے۔ جب انہوں نے جملہ انتظام کو دیکھا۔ تو ہوش اڑ گئے۔
 آخر کار تجویزیں کرتے کرتے یہ تجویز قرار پائی کہ کسی نہ کسی طرح شہر کے دروازوں
 کو کھلوایا جائے۔ اور ہماری فوج شہر میں داخل ہو کر قتل و غارت شروع کرے
 تو اسلامیہ لشکر خندق سے باہر نکلے گا۔ اور اس صورت میں اسلامیہ لشکر کے
 آنے سے پہلے پہلے ان کی اولاد عورتوں اور بچوں وغیرہ کا خاتمہ کر دیا جائے گا
 اور آئندہ کیواسطے ان کی نسل منقطع ہو جائے گی۔ پھر مہاجرین و انصار کا نام و
 نشان مٹا دینا کچھ مشکل نہ ہو گا یہ صلاح سوچ کر حنی بن اخطاب یہودی کو شہر کے
 یہودیوں (بنی قریظہ) کی طرف بھیجا۔ کہ کسی طرح عہد نامہ کو توڑا کر ہمیں شہر میں داخل
 ہونے کی اجازت مل جائے۔ اور بنی قریظہ شہر کے دروازے کھول دیں یہ صلاح
 کر کے حنی بن اخطاب شہر کی طرف آیا۔ اول اول تو یہودی انکار کرتے رہے۔ کہ ہم
 شہر کے دروازے نہیں کھول سکتے۔ مگر بد ذات حنی بن اخطاب نے جس طرح سو
 ہوسکا پھسلا کر شہر کا دروازہ کھلوایا۔ اور عہد نامہ کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عہد کیا ہوا تھا کہ ہم تمہاری مدد کریں گے۔
 ہمیں اپنے ہی دین پر رہنے دیا جائے۔ اس وقت شہر کے قلعوں میں یہودی ساکنان مدینہ
 ہی حفاظت کر رہے تھے۔

کے ساتھ کیلہ ہوا تھا۔ توڑ دیا۔ خداوند کریم نے جھٹ اپنے حبیب کو خبر دی۔ اس خبر کے سننے ہی آپ نے زبیر بن العوام کو دو سو آدمیوں کا افسر مقرر کر کے شہر کی حفاظت کے لئے بھیجا۔ اور فرمایا کہ یہودیوں کو ان کی عہد شکنی کے عوض فوراً گرفتار کر لو۔ اور شہر کے ہر دروازے جھٹ بند کر لو۔ ایسا نہ ہو کہ دشمن شہر میں داخل ہو جائے۔ زبیر بن العوام جھٹ شہر کی طرف دوڑا۔ دشمن شہر میں داخل ہونے والا ہی تھا۔ کہ زبیرؓ نے جھٹ دروازے بند کر دیئے۔ اب تو یہودیوں کو جان کے لالے پڑ گئے۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ فرمانا ہے :- (پ ۲۱ س احزاب - ع ۲ - آخری آیت) **وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ ظَاهَرُوْهُم مِّنْ اَهْلِ الْکُتُبِ مِنْ صِبْیَا صِبْیَہِمْ وَ قَذَفَ فِیْ قُلُوْبِہِمْ الرُّعْبَ فَرِیْقًا یَّقْتُلُوْنَ وَ تَاسِرُوْنَ فَرِیْقًا ۚ وَ اَوْرَثْکُمْ اَرْضَہُمْ وَ دِیَارَہُمْ وَ اَمْوَالَہُمْ وَ اَرْضًا لَّہُمْ تَطْوِہَا ۚ وَ کَانَ اللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرَہ**

ترجمہ :- اور اہل کتاب (بنی قریظہ کے یہودی) کو جنہوں نے عہد شکنی کر کے مشرکوں کی مدد کی تھی۔ ان کے قلعوں سے اتار لایا۔ اور ان کے دلوں میں (تمہاری) دھماک بٹھادی۔ تم ان میں سے بعضوں کو قتل کرنے لگے۔ اور بعضوں کو قید۔ اور اللہ تعالیٰ نے تم کو ان کی زمین۔ ان کے گھروں اور ان کے مالوں کا وارث کر دیا۔ اور نیکر مالِ خیر کا جہاں تم نے ابھی تک قدم ہی نہیں رکھا تھا۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

جب بنی قریظہ کی عہد شکنی کی خبر اہل یثرب کو ملی۔ تو نہایت تشویش پیدا ہوئی۔ کئی کمزور دل شہر میں پناہ گزین ہونے کے واسطے دوڑے۔ اس جنگ میں آپ کو نہایت ہی تکلیف اٹھانی پڑی۔ ایک قلعہ اجنباب۔ دو سرے کثرت اعداء تیسرے سدوی جو تھے تنگ دستی جس دن دشمن نے شہر مدینہ کے گرد ڈیرے ڈالے اس دن تیسرا دن تھا کہ آپ نے کچھ نہ کھایا پیا تھا۔ پانچویں یہودی منافقت کئی اشخاص نے صلح کر لینے کی نسبت کہا۔ مگر سچے مسلمان بڑے جوش سے اٹھے۔ اور کہا کہ تلوار فیصلہ کرانے لگی ہیں صلح کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ غرضیکہ بڑی اہتلا کا وقت تھا۔ شہر کی خبر مسلمانوں کو ملنی بند ہو چکی تھی۔ کیونکہ درمیان میں دشمن کا لشکر

موجود تھا۔ آپ نے ایسے وقت میں فرمایا۔ حَسْبُنَا اللہ نِعْمَ الْوَكِيل۔ آخر کاعرب کا ایک نامی گرمی پہلوان بنام عمرو دشمن کی طرف سے میدان میں آیا۔ اور بڑے زور شور سے پکار کر مبارز طلب کیا۔ اُس کے مقابلے پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ میدان میں نکلے۔ عمرو نے کہا۔ کہ تو ابھی بچہ معلوم ہوتا ہے۔ کسی اور کو میرے مقابلے پر آنا چاہیے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا۔ کہ تم پہلے بچوں کو مار لو۔ پھر بڑے کی باری آئے گی۔ تو ان سے سمجھ لینا۔ فی الحال تو میں تمہارے مقابلے پر آیا ہوں یہ بات سنتی تھی کہ اس مرد و دے نے بڑے زور شور سے گرز تلوار۔ اور نیزے کے حملے کئے۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ خدا کے فضل سے ہر طرح محفوظ و مصون رہے تو حیران و پریشان رہ گیا۔ اوجھا ہتا تھا کہ واپس بھاگ جائے۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے تلوار کی ایسی ضرب لگائی۔ کہ راکب و مرکب کے چار ٹکڑے کر دیئے۔ یہ معاملہ دیکھتے ہی ضرار بن خطاب اور ہیرہ میں آئے۔ ضرار توحید کرار کی صورت دیکھتے ہی ڈر ہو گیا۔ اور اس کی جگہ عکرمہ بن ابوجہل آیا۔ مگر اپنا وار کر کے فرار ہونے کی ٹھٹھائی۔ اور فوج میں جا کر دم لیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ واپس میدان سے آئے۔

دوسرے دن پچھرا عشر اکفار جمع ہو کر لڑنے کے واسطے آئے۔ بڑے گھمسان کی لڑائی پڑی۔ مسلمانوں کی خطر عصر۔ شام کی نمازیں قضا ہو گئیں۔ رات کو اہل سام نہایت خوفزدہ اور در ماندہ ہو رہے تھے۔ کہ خبر پہنچی۔ بنی نضیر کے یہودی معہ اور کفار کے شہر میں داخل ہو گئے ہیں۔ اور افراتفری مچا دی ہے۔ اس خبر سے اور بھی خوف و ہراس چھا گیا۔ اور ناامیدی مجسم صورت میں آکر کھڑی ہو گئی۔ درگاہ الہی میں سب سر بسجود ہوئے۔ خداوند تعالیٰ نے ان کی دعا کو مشرف اجابت بختار چنانچہ قہر ربانی سے اس قدر زور شور سے آندھی چلی کہ لشکر کفار تباہ و خستہ ہو گیا۔ خداوند کریم نے ملائکہ علیہم السلام کو بھیجا کہ ان کے خیموں کے دُورے توڑ دیئے جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ نہ مال رہ گیا۔ نہ خیمے رہے۔ تقریباً نصف لشکر مروی کے مارے و اہل جنم ہو گیا۔ تمام رات یہی منظر با صبح کے وقت اندھیری زائل ہوئی مطلع صاف نکل آیا

صبح کے وقت کفار پر ہارسا ڈیرہ ڈنڈا کھاڑا پس روانہ ہوئے۔ دو تہائی لشکر کا
ڈھیر اسی جگہ چھوڑ گئے۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ اس واقعہ کو اس طرح بیان فرماتا ہے
(پ ۲۱۔ س احزاب۔ ۲۶) **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ أَلَمْ تَوْهَّاءُ وَكَانَ اللَّهُ يَمِيعًا تَعْلُونَ بَصِيرًا - إِذْ جَاءَكُمْ**
مَنْ فَوْقَكُمْ وَمِنْ أَسْفَلٍ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَّغْتَ الْقُلُوبُ
الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونًا - هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا
لَا سُدِيدًا - وَإِذْ يَقُولُ الْمُنْفِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ مَّا وَعَدَنَا
اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا - وَإِذْ قَالَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ يَا أَهْلَ يَثْرِبَ
لَا مَقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا - وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ مِنَ النَّبِيِّ يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا
عَوْرَةٌ - وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ - إِنْ يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا - وَلَوْ دَخَلَتْ عَلَيْهِمْ
مِنْ أَفْطَارِهَا شَمْسٌ أَوْ فَتْنَةٌ أَوْ تَوَّاهٌ أَوْ مَا تَلْبَثُوا بِهَا إِلَّا بَسِيرًا -
وَلَقَدْ كَاذَبُوا عَاهِدَ اللَّهِ مِنْ قَبْلِ لَا يُؤْتُونَ الْآدِبَارَ - وَكَانَ عَهْدُ اللَّهِ
مَسْئُومًا - قُلْ لَنْ يَنْفَعَكُمْ الْفِرَارُ إِنْ فَرَرْتُمْ مِنَ الْمَوْتِ أَوِ الْقَتْلِ وَ
إِذَا لَا تَمْتَعُونَ إِلَّا قَلِيلًا - قُلْ مَنْ ذَا الَّذِي يَعْصِمُكُمْ مِنَ اللَّهِ إِنْ
أَرَادَ بِكُمْ سُوًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ وَحْمَةً - وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مَنْ دُونِ اللَّهِ
وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا - قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الْمُعَوِّقِينَ مِنْكُمْ وَالْقَائِلِينَ لِإِخْوَانِهِمْ
بِأَلَمٍ أَلِيمًا - وَلَا يَأْتُونَ الْبَاسَ إِلَّا قَلِيلًا - أَشْجَعٌ عَلَيْكُمْ فَاذْجَبَ
الْخَوْفُ رَأْيَهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ تَدُورُ أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِي يُغْشَى عَلَيْهِ
مِنَ الْمَوْتِ - فَاذْهَبْ بِالْخَوْفِ سَلْقُوكُمْ بِالسِّنَةِ حَدَادٍ أَشْجَعًا عَلَى
الْحَيِّزِ - أُولَئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوا فَأَحْبَطَ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ - وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى
اللَّهِ يَسِيرًا - يَحْسِبُونَ الْأَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوا وَإِنْ يَأْتِ الْأَحْزَابُ
يُبَدِّدُوا وَالْوَارِثُ يَبَادُونَ فِي الْأَعْرَابِ يَسْأَلُونَ عَنْ أَنْبَاءِكُمْ - وَلَوْ كَانُوا
فِيكُمْ مَّا قَاتَلُوا إِلَّا قَلِيلًا - لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ

کان یرجو اللہ والیوم الآخر و ذکر اللہ کثیرا۔ ولما را المؤمنون
 الأحزاب قالوا هذنا ما وعدنا الله ورسوله وصدق الله و
 رسوله وما زادهم الا ایمانا و تسلیما۔ من المؤمنین رجال صدقوا
 ما عاهدوا الله علیه۔ فتنهم من قبیئہ و منہم من ینتظر فاما
 بدلوا تبذیرا۔ لیجزی اللہ الصّٰدقین بصدقہم و یعذب المنفّٰقین
 ان شاء۔ او یتوب علیہم۔ ان اللہ کان عفورا رَحِیْمًا۔ و ردّ اللہ
 الذین کافروا بغیظہم۔ لہ ینالوا خیرا۔ و کفی اللہ المؤمنین القتال
 و کان اللہ قویّا عزیزا۔ ترجمہ :- مسلمانوں! اللہ نے تم پر جو احسان کیا۔ اس کو
 یاد کرو جب (چاروں طرف سے کافروں کے) لشکر تم پر ٹوٹ پڑے تھے۔ پھر ہم نے
 اُن پر آندھی بھیجی۔ اور وہ (فرشتوں کے) لشکر تم پر بھیجے۔ جن کو تم نے نہیں دیکھا۔ اور اللہ
 تمہارے کاموں کو دیکھ رہا تھا۔ جب یہ کافر تمہارے اوپر کی طرف سے تمہارے نیچے
 کی طرف سے آن پہنچے۔ اور جب آنکھیں (دور کے مارے) پتھر اگئیں۔ اور کلچے حق تک آ گئے۔
 اور اللہ تعالیٰ سے تم طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ وہاں (اس موقع پر) مسلمان جانچنے
 گئے۔ اور زور سے جھڑ جھڑا دیئے گئے۔ اور جب منافق اور جن لوگوں کے دلوں میں دُکھ اور
 شرک کا (روگ تھا) کہنے لگے کہ اللہ اور اس کے رسول نے جو ہم سے (فتح کا) وعدہ کیا تھا وہ
 تو نرا دھوکا ہی نکلا۔ اور جب منافقوں کا ایک گروہ کہنے لگا۔ مدینہ والو! اب تم دشمن کے
 مقابلے میں ٹھہر نہیں سکتے۔ تو لوٹ چلو۔ اور ان میں سے ایک گروہ پیغمبر سے (گھر جانے کی)
 اجازت مانگنے لگا۔ اور کہنے لگا کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں۔ حالانکہ ان کے گھر کھلے نہ
 تھے۔ ان کی تو یہ غرض تھی۔ بس (کسی طرح) بھاگ جائیں۔ اور اگر کافروں کی فوجیں شہر کے
 کناروں سے ان پر گھس پڑیں۔ اور وہ ان سے فساد کرنے کو کہیں۔ تو ضرور ان کے نزدیک
 ہو جائیں۔ اور اپنے گھروں میں نہ ٹھہریں۔ مگر حقوڑی دیر۔ اور یہ منافق اس سے پہلے اللہ تعالیٰ
 سے اب اللہ تعالیٰ کچھ مدد نہیں کر سکتا۔ دین اسلام سب جائیگا مسلمان ہائے جائیگا۔ امتحان لیا گیا۔ مسلمانوں سے
 اللہ بینی غدر کریں۔

سے عہد کر چکے تھے کہ ہم (کافروں کے مقابلے سے) پیچھے نہیں موڑیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا تھا اس کی پوچھ ہوگی (اے پیغمبر! کہہ دے اگر تم مرنے یا مارے جانے سے بھاگو تو بھاگنا کچھ فائدہ نہ دیگا۔ اور کچھ نہیں ٹھوڑا سا دنیا کا) مزہ ادا نہ کھا لو گے (اے پیغمبر! کہہ دے بھلا اگر خدا تمہارے ساتھ برائی کرنا چاہے۔ تو تم کو اس سے کون بچا سکتا ہے۔ یا اگر تم پر تم کرنا چاہے (تو تم کو کون برائی پہنچا سکتا ہے) اور اللہ کے سوا نہ تو وہ کسی کو اپنا حامی پائیں گے نہ مددگار۔ (مسلمانوں) تم میں سے جو (منافی لوگوں کو جہاد میں شریک ہونے سے) روکتے ہیں اللہ ان کو جانتا ہے۔ اور ان لوگوں کو (بھی) جو اپنے بھائی بندوں سے کہتے ہیں (مسلمانوں کا ساتھ چھوڑ کر) ہمارے پاس چلے آؤ۔ اور لڑائی میں بھی شریک نہیں ہوئے مگر ٹھوڑا۔ تمہاری مدد میں بخلی کرتے ہیں۔ جب ڈر کا وقت آتا ہے تو نہ دیکھتا ہے کہ تجھ کو اس طرح نکلے میں ان کی آنکھیں گھوم رہی ہیں۔ جیسے اس شخص کی جس پر موت کی بے ہوشی آگئے۔ پھر جب ڈر جاتا رہتا ہے۔ تو چلتی زبانوں سے تمہارا مقابلہ کرتے ہیں۔ (لوٹ) کے مال پر مرے جاتے ہیں۔ ان لوگوں میں ایمان نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے (نیک) کام اگر (کچھ ہوں بھی) اکارت کر دیئے۔ اور اللہ تعالیٰ پر یہ آسان ہے۔ یہ سمجھ رہے ہیں۔ کہ لشکر (کافروں کے) بھاگتو نہیں اگر وہ پھر آن سوڑو ہوں۔ تو یہ آرزو کرینگے۔ کاش وہ گاؤں میں گنواروں کی طرح ساتھ ہوتے۔ تمہارا حال پوچھتے رہتے۔ اور جو تمہارے ساتھ رہیں (بھانگتے نہیں) تب بھی لڑنے کے نہیں مگر ٹھوڑا۔ مسلمانوں تم کو اللہ اور اس کے رسول کی پیروی کرنی تھی۔ وہ ان لوگوں کو بسط اچھی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ اور پچھلے دن (قیامت) سے ڈرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی بہت یاد کرتے ہیں۔ اور جب سچے مسلمانوں نے (کافروں کی) فوجوں کو دیکھا تو گھبرائے نہیں۔ کہنے لگے۔ یہ تو وہی ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے وعدہ کیا تھا۔ اور اللہ اور اس کا رسول بچا ہے اور اس واقعہ نے ان کے ایمان کو بڑھا دیا۔ انہی مسلمانوں میں کچھ مرد تو ایسے ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے جو اقرار کیا تھا۔ اس میں سچے اترے۔ ان میں سے بعض تو اپنا کام پورا کر چکے اور بعض راہ دیکھ رہے ہیں۔ اور ان لوگوں نے (اپنے اقرار کو) ذرا نہیں بدلا۔ کہ اللہ تعالیٰ

لے یہ انکا وہ ہے جنہوں نے کہا تواریفہ لہ کرکچ ہلہ دکا داری کاٹ

ان کی بھائی کا بدلہ دے اور منافقوں کو چاہے سزا دے۔ چاہے (جب وہ توبہ کریں) ان کو معاف کر دے۔ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اللہ کی قدرت دیکھو! اللہ نے (ادھر تو) کافروں کو غصے میں بھرے ہوئے (خالی) بھیر دیا۔ ان کو کچھ فائدہ نہ ملا۔ اور ادھر، اللہ نے مسلمانوں کے لئے لڑنے کی نوبت ہی نہیں آنے دی۔ اور اللہ تعالیٰ ضرور والا زبردست ہے۔ (اگلی دو آیتیں بنو قریظہ کی عہد شکنی کے متعلق ہیں جنکا ذکر ہو چکا ہے)

غزوہ بنی قریظہ

جب لشکر کفار تباہ و خوار ہو کر فرار ہو گیا۔ اور اہل اسلام خوش و خرم مدینہ میں داخل ہوئے تو بنی قریظہ کے مکانات کا محاصرہ کر لیا۔ کیونکہ انہوں نے عہد شکنی کر کے مسلمانوں کو بہت سی اذیت فری میں ڈال دیا تھا۔ پندرہ دن تک محاصرہ کئے رہے۔ بعد ازاں لڑائی کی نوبت پہنچی۔ کچھ قتلام اور کچھ مشرت باسلام ہوئے۔

واقعہ اعرابی

لشکر کفار نے جو کہ مدینہ سے تباہ و خوار ہو کر فرار ہو گیا تھا تجویزیں شروع کیں کہ کسی نہ کسی طرح محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قتل کر دیا جائے۔ آخر کار انہوں نے ایک اعرابی کو مدینہ میں بھیجا۔ جب وہ اعرابی مدینہ میں پہنچا۔ تو پہلے جس مجلس میں وہ پہنچا اسی میں آپ جلوه افروز تھے۔ جاتے ہی پوچھا کہ تم میں سے عبدالمطلب کا بیٹا کون سا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ انا ابن عبدالمطلب۔ اسی اثنا میں اسید بن الحضیر نے اس شریک کو پکڑ لیا۔ پکڑتے ہی ابن الحضیر کا ہاتھ پوشیدہ تلوار کو معلوم کر گیا۔ اُس نے مضبوطی سے پکڑ کر آپ کی خدمت میں التماس کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر حکم ہو تو ابھی اس کو زمین پر بھینک کر چور چور کر دوں۔ یہ آپ کے قتل کے خیال سے آیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ پھر اعرابی سے سوال کیا۔ اعرابی نے عرض کی۔ اگر جان کی امان پاؤں تو سچ سچ کہہ دوں۔ آپ نے امان کا وعدہ کیا۔ سارا حال سنائے

کے بعد اس نے بصدق دل اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدٌ عَبْدُكَ
وَرَسُولُهُ پڑھا۔ اور حلقہ بگوشان اسلام میں داخل ہو گیا۔ اس سال میں اور بھی بہت
سے اشخاص بصدق دل مسلمان ہوئے۔

۳؎ سر یہ نجد۔ چھٹے سال کے شروع ہوتے ہی آپ نے ایک گروہ
کو نجد کی طرف اشاعت اسلام کی خاطر روانہ کیا۔ جنہوں نے بہ طیب خاطر اسلام
قبول کیا۔ اور بصدق دل حامی اسلام ہوئے۔

سر یہ فدک

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو قبیلہ بنی سعد کے ایک سوادمی دے کر فدک کی طرف
روانہ فرمایا۔ تاکہ فدک کے یہودیوں کا جنہوں نے بنی قریظہ کی حمایت پر اہل اسلام کو
جنگ کا پیغام دیا تھا۔ انتظام کیا جائے۔ بعد از قطع منازل جب حضرت علی کرم اللہ
وجہہ فدک میں پہنچے۔ تو حسب ارشاد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فدک کے یہودیوں کو
اسلام کی طرف بلایا۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ ہم جنگ کے سوا اور کسی شرط
کو منظور ہی نہ کریں گے۔ مجبوراً مقابلہ پر ہاتھ اٹھانے پڑے۔ جس میں بفضل خدا
فتح ہوئی۔ اور انہوں نے راہ فرار اختیار کی۔

غزوہ بنی لیثان

جب آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فدک کی طرف روانہ کیا تو آپ بنی لیثان
کی جانب روانہ ہوئے۔ تاکہ سلمہ بن عاصم بن ثابت اور اس کے ہمراہیوں کا انتقام
لیا جائے۔ جب آپ کا لشکر بنی لیثان میں پہنچا۔ تو بعد مقابلہ کچھ مشرف باسلام ہوئے
اور باقی فرار ہو گئے۔ آپ بخیر و عافیت مدینہ منورہ میں تشریف لے آئے۔ ان واقعات
کے بعد پے درپے غزوہ ذی فدرہ، سر یہ عینکل، سر یہ عریہ، ظہور میں آئے۔ جن میں لشکر اسلام
بہ طین سیدنا مصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مند ہوا۔ اور کفار کو شکست ہوئی۔

صلح حدیبہ

اسی سال میں حج اور عمرہ فرض ہوا۔ حکم کے آتے ہی ایک ہزار چار سو آدمیوں کی جمعیت سے عازم مکہ ہوئے۔ جب آپ مکہ سے دو منزل کے فاصلے پر پہنچے۔ تو آپ کا شتر جب کا نام قصوی تھا۔ حدیبہ نام کنوئیں پر دوزانو ہو گیا۔ ہر چند چلانے کی کوشش کی۔ مگر نہ چلا۔ آپ نے فیل محمود کے قصے کو مد نظر رکھ کر اسی جگہ قیام کر نیکا حکم دیا۔ چونکہ قریش مکہ کو بھی آپ کی آمد کی خبر مل چکی تھی۔ اس واسطے وہ بھی تیار ہو کر جنگ کے واسطے نکل آئے۔ اور آپ کے مقابلے پر ڈیرے ڈال دیئے۔ قریش کی طرف سے ایک آدمی بنام بدیل بن ورقانہ آیا۔ اور قریش کے ارادے سے مطلع کیا آپ نے فرمایا میں جنگ کے ارادے سے نہیں آیا۔ بلکہ حج گزارنے کی نیت سو آیا ہوں۔ حج گزار کر واپس چلا جاؤں گا۔ اگر وہ لڑائی چاہتے ہیں۔ تو ایک مدت مقرر کی جائے۔ اور اس مدت تک جنگ کی تیاری کرتے رہیں۔ جب بدیل نے واپس جا کر قریش کو آپ کے ارادے سے مطلع کیا۔ تو انہوں نے ذرا بھی پرواہ نہ کی۔ اور کہا ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دینگے۔ اس بات سے ان کے دلوں میں ایک گونہ غوشی پیدا ہو گئی۔ کہ حج کی نیت سے آیا ہے۔ تو ہمارا ہی عموماً غیر مسلح ہوں گے۔ اس کے بعد عروہ بن مسعود ثقفی قریش سے اجازت لے کر آپ کے پاس آیا۔ مگر آپ نے جو بدیل کے ساتھ گفتگو کی تھی۔ وہی عروہ کے ساتھ کی۔ عروہ دل میں منافقت کر رہا تھا۔ اور وہ مبدم آپ کے نزدیک ہوتا جاتا تھا۔ چاہتا تھا کہ موقع پاتے ہی جھٹ تلوار کا دار کر جاؤں۔ ہو گا تو یہی کہ مجھے قتل کر ڈالینگے۔ مگر باقیوں کا خرخشہ مٹ جائے گا۔ لیکن خبردار اصحاب اس کی نیت سے واقف ہو گئے۔ اور اس کو نزدیک تک نہ بھٹکنے دیا۔ اور متبہ کیا۔ غرض عروہ بے نیل مرام واپس آیا۔ اور جو کچھ سنا دیکھا۔ قریش کے گوش گزار کر دیا۔ مگر قریش نے نہ مانا۔ اور کہا کچھ ہو۔ ہم داخل مکہ ہونے ہی نہ

دینگے۔ اور بغیر لڑائی کے جانے نہ دیں گے۔ یہ سنتے ہی مجلس نامی ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا۔ اور قریش کا پیغام دیا۔ آپ نے مجلس کو بھی وہی الفاظ کہے۔ جو کہ پہلے دونوں بدیل اور عروہ سے کہے تھے۔ یہ سنتے ہی مجلس واپس گیا۔ اور قریش کو پکار کر کہا۔ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لڑنے کی نیت سے نہیں آیا۔ نہ وہ لڑے گا۔ بہتر ہے کہ کچھ تعرض نہ کیا جائے اور حج گزار لینے دیا جائے۔ قریش نے اس کان سے سن کر اس کان سے نکال دیا۔ جب مجلس نے یہ حال دیکھا تو پکار کر کہا۔ کہ میں تو معہ اپنے لوگوں کے واپس کہ کی طرف جاتا ہوں۔ اور تمہارو وغیرہ لا کر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیتا ہوں۔ کہ وہ بھی مقابلہ کرے۔ بڑے افسوس اور شرم کی بات ہے۔ کہ جب ایک شخص لڑنے سے انکار کر رہا ہے۔ تو خواہ مخواہ اس کے ساتھ الجھنا کونسی دلیل شرافت ہے۔ مجلس معہ اپنے ہمراہیوں کے چلنے کو تیار ہی تھا کہ آپ کی طرف سے فراش بن امیہ لشکر قریش میں پہنچا۔ اور آپ کی چھٹی قریش کے اذیر کو دی۔ انہوں نے فراش کے کپڑے وغیرہ چھین کر فراش کو واپس کیا۔ جب فراش نے سارا حال آپ سے آکر بیان کیا۔ تو آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا کہ پتہ لاوے کیا حال ہے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پہنچے۔ تو ان کو قید کر لیا۔ اور آپ کے مع مبارک میں یہ خبر پہنچی کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ آپ نے بڑے رنج میں آکر اور دس آدمیوں عبد اللہ و ابو الروم بن عمیر۔ ربیع بن ہشام۔ عبد اللہ بن امیہ۔ کرز بن جابر۔ ہشام بن العاص۔ عمیر بن وہب۔ عبد اللہ بن سہیل۔ عباس بن ہشام۔ حاطب بن ابی بلتعہ۔ حاطب بن عمر۔ رضی اللہ عنہم علیم اجمعین کو بھیجا کہ قریش کو مکرر سمجھا دیں۔ مگر قریش نے ان کو بھی قید کر لیا۔ جب یہ خبر آپ کے گوش مبارک میں پہنچی۔ تو مجبوراً آپ بھی جنگ کی واسطے تیار ہوئے۔ اور از سر نو جملہ اصحاب سے بیعت لی۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ اس واقعہ کو سورہ الفتح رکوع ساتواں پہلی آیت میں اس طرح بیان فرماتا ہے۔ لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَرَضَ اللَّهُ تَعَالَىٰ عَلَىٰ الْمُسْلِمِينَ رَضَىٰ وَرَضَتْ وَكَانَ تَحْتَهُ بَنِي قُلَيْبَةَ

جب قریش نے یہ خبر سنی کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی لڑنے پر تیار ہو گیا ہے۔ تو بہت سا خوف دل میں پیدا ہوا۔ اسی وقت ایک آدمی کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید نہیں کیا بلکہ زندہ ہے۔ جب آپ نے یہ خبر سنی۔ تو اپنے ایک ہاتھ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تصور کر کے بیعت لی۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی اس شرف سے جو خداوند کریم کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ محروم نہ رہیں۔ اسی طرح سے دوسرے قیدیوں کی نسبت کیا۔

اسی اثنا میں رات آگئی۔ تو قریش کے بڑے بڑے چیدہ بہادرجن کی تعداد پچاس کے قریب تھی۔ شیخوں کی غرض سے نکلے۔ مگر باخبر اسلامیہ لشکر کا طلایہ دینے والے صحابہ کی زد سے نہ بچ سکے۔ اور پچاس کے پچاس ہی گرفتار کر لئے گئے۔ جب صبح تک شیخوں والے پٹ کر نہ آئے (آتے بھی کہاں سے وہ توقید ہو چکے تھے)۔

تو کمال فکر پیدا ہوا۔ تو سہیل بن عمرو کو خبر لینے کیواسطے بھیجا۔ جب سہیل بن عمرو نے دیکھا کہ وہ توقید ہو چکے ہیں۔ تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان قیدیوں کو رہا کر دیا جائے۔ آپ نے فرمایا پہلے ہمارے قیدیوں کو چھوڑ دو۔ جب وہ قیدی ہمارے لشکر میں جمع و سلامت پہنچ جائیں گے۔ اس وقت ہم بتدرج قیدیوں کو رہا کر دیں گے۔ انجام کار قریش نے وہ قیدی واپس بھیج دیئے۔ ادھر آپ نے بھی ان کو رہا کر دیا۔ پھر قریش نے صلح کے واسطے قاصد پر قاصد بھیجنے شروع کئے آخر یہی شرائط صلح ہوئی۔

(۱) دس سال تک مکہ اور مدینہ والوں میں جنگ نہ ہوگی۔ تاوقتیکہ کسی طرف سے نقص نہ ہو۔
(۲) جو آدمی مسلمانوں کا مکہ میں آجائے۔ وہ مکہ والے ہرگز واپس نہ کریں گے۔ لیکن قریش کا جو آدمی مسلمانوں کے قبضہ میں چلا جائے وہ اس کو فوراً واپس کر دیں گے۔

(۳) اسی سال حج نہیں کرنے دیں گے۔ سال آئندہ میں اگر حج کریں۔ مگر بے ہتھیار آویں۔ سہیل بن عمرو قریش کی طرف سے کسٹر معاہدہ نکھا۔ اور کاتب حضرت علی کرم اللہ وجہہ آپ نے سب سے اول بسم اللہ الرحمن الرحیم تحریر فرمایا۔ تو قریش کہنے لگے۔ کہ نہیں

اس کی بجائے باسک اللہ لکھا جائے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایما سے اپنے لکھ دیا۔ اور بسم اللہ کو کاٹ دیا۔ بعد ازاں آپ نے لکھا کہ یہ عہد نامہ ہے قریش کہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان۔ قریش نے پھر کہا کہ ہم عہد نامہ میں لفظ رسول اللہ نہیں لکھنے دینگے۔ چنانچہ رسول اللہ کے الفاظ کو بھی آپ کے ایما سے کاٹ دیا گیا۔ اور اس کی جگہ صرف محمد بن عبد اللہ لکھا گیا۔

عہد نامہ لکھنے سے پیشتر ہی خداوند کریم نے سورہ الفتح نازل فرمائی۔ اور اپنے ارشاد فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے ہمیں کھلی ہوئی فتح دی ہے۔ جب مسلمانوں نے شریطہ صالح کو دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ یہ شریطہ تو ایسی نہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام مغلوب ہو گیا۔ حالانکہ آپ نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فتح کی بشارت دی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے۔ تم دیکھو گے کہ یہ مغلوبانہ شریطہ اسلام کے حق میں کس قدر مفید ثابت ہوتی ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ چونکہ عہد نامہ کی رو سے اب آپس کی میل جول میں کسی قسم کی رکاوٹ نہ رہ گئی تھی۔ اور کہ جو سامان قریش کے قبضہ میں آجاتا تھا۔ اس کو واپس نہیں کیا جاتا تھا۔ * * * * * اس لئے قریش کو مسلمانوں کی راسخ الاعتقاد دی اور ان کا پروردانہ سلوک عادات و اطوار کے مطالعہ کا کافی موقع مل گیا۔ اور رفتہ رفتہ بہت سے ارگ مسلمان قیدیوں کی تعلیم سے متاثر ہو کر خود بخود اسلام کی طرف رجوع کرنے لگے۔ کیونکہ سامان قیدی قید خانہ میں کبھی تبلیغ اسلام کرتے رہتے تھے۔ اور اپنے محافطوں۔ رشتہ داروں اور آنے جانے والے لوگوں کو اسلام کے عقائد اور اصولوں سے آگاہی دلاتے رہے۔ اگرچہ ان کے ایسا کرنے سے اکثر اوقات ان پر جبر و تشدد کیا گیا۔ مگر دھن کے پتے مسلمان قیدی اپنا کام برابر کرتے رہے۔ اور رفتہ رفتہ اسلام کی خوبیاں قریش کے دلوں میں کھیتی چلی گئیں۔

استسقا

اسی سال بارش نہ ہونے کے باعث ملک میں سخت قحط نمودار ہوا۔ اور اہلیان کے جان کے لئے بڑے تکمے۔ جمیع مسلماناں نے آپ کی خدمت میں التماس کیا۔ یا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا سے دعا فرمادیں کہ بارش بھیجے۔ اور ملک سرسبز و شاداب ہو۔ آپ جملہ مسلمانان ساکنین مدینہ کو ہمراہ لے کر باہر میدان میں چلے گئے۔ اور دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد دعا مانگی۔ ابھی دعا مانگ ہی رہے تھے کہ ایک طرف سے بادل نمودار ہوا۔ اور آنا فائیں تمام آسمان پر چھا گیا۔ اور برسنا شروع ہوا۔ یہاں تک کہ چودہ دن برابر برساتا رہا۔ آخر تیناک آکر پھر آپ سے شکایت کی۔ شعر
برکھانیں مجسم آئی قضا ہماری دم بھر میں مرئی کی خلق خدا پراری
آپ نے مکر دور بالہی میں التجا کی بارش بند ہو گئی۔ ملک سرسبز و نہال ہو گیا۔ اور
شک سالی کا غلبہ جاتا رہا۔

دعوت اسلام ممالک غیر میں

اسی سال میں آپ نے اپنے نام کی مہر بنوائی۔ اور جہاں طرف وجواب کے بادشاہان کو چھپیاں تحریر کیں کہ خدا اور رسول پر ایمان لے آؤ۔ چنانچہ پہلی چھٹی بنجاشی شاہ حبشہ کے نام لکھی۔ اور عمر بن امیہ کو دے کر روانہ کیا۔ اور یہ بھی چھٹی میں تحریر کر دیا۔ کہ ہاجرین کو اب واپس اپنے ملک کی طرف بھیج دیا جائے۔ جب عمرو بن امیہ بنجاشی کے پاس پہنچا۔ تو بدل و جان آپ کے فرمان کو منظور کیا۔ اور اپنی رعایا کو بھی ساک اسلام میں منسلک کرایا۔ بعد ازاں بے شمار تحفے و سخاوت دے کر قاصد کو روانہ کیا۔ اور کہا کہ حضرت
ہی ہاجرین کو بھی واپس کر دیا جائے گا۔

دوسری چھٹی بدرجۃ الکلبی کو دے کر ہرقل شاہ روم کی طرف بھیجا۔ جب بدرجۃ الکلبی
عمر دمشق میں پہنچا۔ تو معلوم ہوا کہ ہرقل اپنے دار الخلافہ حمص (حمص دمشق سے ۷۰ میل
شمال مشرق کی طرف ہے) دمشق میں بندر پوری کرنے کی خاطر آیا ہوا ہے۔ دمشق میں
ہی بدرجۃ الکلبی نے آپ کی چھٹی ہرقل کو پہنچائی۔ جب ہرقل نے معاملہ سے آگاہی
پائی۔ تو دل پر ایک قسم کا رعب چھا گیا۔ بعد ازاں قاصد کو نہایت عزت و احترام سے
پاکیزہ مکان پر اتارا۔ اور حکم دیا کہ اگر کوئی قافلہ ملک عرب کا اس طرف آیا ہوا ہو تو اس کو

ہمارے حضور میں لاؤ۔ قاصد جبہ اطراف و جوانب میں دوڑ گئے۔ اور ابوسفیان کے قافلہ کو دمشق میں لے آئے۔ ابوسفیان کے علاوہ دیگر قافلہ والوں سے بھی آپ کے حسب نسب عادت و خصلت کی نسبت بیشمار سوال کئے۔ جن کے جواب قافلہ والوں نے باحسن وجود ادا کئے۔ جب ہر قل کو کوئی نقص کسی قسم کا نظر نہ آیا۔ تو دل میں سوچنے لگا کہ کیا کیا جائے کہ اتنے میں ابوسفیان شیطان بول اٹھا۔ کہ وہ کا ذب ہے۔ ہر قل نے سوال کیا کہ کس طرح۔ تو ابوسفیان نے معارج کے واقعہ کو دہرایا۔ اور کہا کہ وہ کہتا ہے۔ کہ میں رات ہی رات میں گیا۔ آنا فائیں بیت المقدس میں پہنچ کر وہاں دو رکعت نماز ادا کی۔ اور لاہتملا کہ نے میرا استقبال کیا۔ اور اس کے بعد عرشِ معنیٰ تک کا سیر کیا۔ اور پھر اتنا ہی فاصلہ طے کر کے آیا۔ ہر قل نے اس بات پر تبسم کیا۔ اور کچھ کہنے ہی کو تھا کہ اتنے میں ایک شخص جو بیت المقدس کا خادم تھا۔ اٹھا۔ اور سوال کیا کہ اے ابوسفیان وہ کونسا دن تھا جس دن وہ کہتا ہے کہ میں نے سیر کیا۔ ابوسفیان نے بتایا تو اس شخص نے کہا کہ بادشاہ سلامت یہ واقعہ جس کو ابوسفیان کذب کے لفظ سے منسوب کر رہا ہے۔ بالکل درست ہے۔ کیونکہ اسی رات جس رات کا ابوسفیان ذکر کرتا ہے۔ ہم نے ہزار سو دھننا۔ ان تھک کوشش کی کہ بیت المقدس کے دروازے بند کر کے آرام کریں۔ مگر دروازے بند نہ ہو سکے۔ اور ہم نے بیشمار سفید لباس والے آدمیوں کو ادھر ادھر خوشی میں چلتے پھرتے دیکھا۔ کچھ رات باقی رہنے پر دیکھا کہ ایک شخص ایسا حسین و خوبصورت کہ جس کے رخ منور کے آگے آفتاب و مہتاب کی کچھ حقیقت نہ تھی۔ تشریف لایا۔ سب ہنفید لباس والے اشخاص نے کمال ادب اور احترام سے اس کا استقبال کیا۔ بعد ازاں تھوڑی دیر عبادت کر کے وہاں سے چلا گیا۔ اور ساتھ ہی وہ آدمی جن کو ہم دیکھ رہے تھے۔ چلے گئے۔ اس کے بعد اس خادم بیت المقدس نے جس طریقے سے آپ نے بیت المقدس میں نماز پڑھی تھی اُس کا بیان کرتے ہوئے آپ کا حلیہ بھی بیان کیا۔ حلیہ اور نماز کا طریقہ سننے ہی بدعتہ الکلبی چلا اٹھا کہ یہی طریقہ نماز ہمارے خدا نے اپنے پیغمبر پر نازل فرمایا۔ اُمید می حلیہ جو کہ بیان کیا گیا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔ یہ سننے ہی ہر قل نے

ابوسفیان کو اپنے دربار سے نکال دیا۔ اور بدعتہ الکلبی سے خلوت کر کے کہا کہ میں تسلیم کرتا ہوں۔ محمد صلعم و حقیقت پیغمبر خرازان ہے۔ مگر میں اپنی قوم سے ڈرتا ہوں اگر انہوں نے سن لیا۔ تو مجھے ہلاک کر دینگے۔ میں تجھے ایک چھٹی لکھ کر اپنے مالک کے سب سے بڑے مذہبی پیشوا ضغاطر کے پاس بھیجتا ہوں۔ اگر اس نے دین اسلام قبول کیا۔ تو میں بھی قبول اسلام کا اعلان کر دوں گا۔ غرض بدعتہ الکلبی بعد از قطع منازل ضغاطر کے پاس پہنچا۔ ضغاطر سنتے ہی فرط خوشی میں چلا: **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** اس کے بعد لباس تبدیل کر کے جمع میں آیا۔ اور کہا: اہل روم جس رسول خدا محمد صلی علیہ وسلم کی پیشینگوئی ہماری مقدس کتاب انجیل میں مسطور ہے۔ وہ سجدت ہو گیا ہے۔ میں نے دین اسلام اختیار کر لیا ہے۔ اب تم بھی بلا چون و چرا داخل اسلام ہو کر عاقبت بکثرت ثواب حاصل کرو۔ اہل روم نے یہ سننا تھا کہ طیش میں آکر بچارے ضغاطر کو تشہید کر دیا جب بدعتہ الکلبی نے یہ ماجرا دیکھا۔ تو ہرقل کے پاس آکر سارے حالات سنا دیئے۔ ہرقل نے کہا دیکھا۔ یہی حال اہل روم میرا کرینگے۔ اگر میں نے دین اسلام اختیار کیا۔ غرض ہرقل نے جملہ اُمرا و وزرا کو بلایا۔ اور کہا۔ بہتر ہے۔ کہ دین اسلام اختیار کر لیا جائے۔ کیونکہ پیغمبر خرازان مبعوث ہو گیا ہے۔ یہ سننا تھا کہ امرا و وزرا نہایت طیش میں آکر مزخرفات بکنے لگے۔ جب ہرقل نے یہ حال دیکھا تو پھر ان کو بلایا۔ اور کسی نہ کسی طرح انکو راضی کیا۔ اور بدعتہ الکلبی کو واپس بھیج دیا کہ ہم اسلام اختیار نہیں کر سکتے۔

تیسری چٹھی شجاع بن وہب کو دے کر حارث بن ابی شمر والی شام کے پاس بھیجا۔ ٹھاس نے چٹھی دیکھتے ہی بھاڑ ڈالی۔ اور اسی وقت حکم دیا کہ فوج تیار ہو۔ تاکہ جل کر ایسے پیغمبر کا خاتمہ کر دیا جائے۔ شجاع کو قید کر لیا۔ اسی اثنائیں ایک چٹھی ہرقل کو اعداء کے واسطے بھیجی۔ مگر ہرقل نے حارث کو سمجھایا کہ اگر تو دین اسلام اختیار نہیں کرتا تو لڑائی کے ارادے سے باز رہ۔ ورنہ بہت خراب ہوگا۔ جب ہرقل کی چٹھی حارث کے پاس پہنچی۔ تو وہ اس نامراد ارادے سے ہٹ گیا۔ اور شجاع کو چھوڑ دیا۔ اور زادراہ دے کر رخصت کر دیا۔

چونکہ چٹھی ہو ذوق بن علی الحنفی شاہ میامہ کی طرف لکھی۔ اور میرنگا کر سلیمان بن عامر کے حوالہ کی۔ جب سلیمان بن عامر شاہ میامہ کے پاس پہنچا۔ تو اس نے قاصد کی بڑی عزت و خاطر کی اور کچھ دن رکھ کر بعد ادب ایک چٹھی جواب میں لکھ کر ارسال کی۔ اور بہت سے تحفے تحائف بھی ارسال کئے۔ اور کہا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملک عرب کو میری سلطنت میں شامل کرادیں گے۔ تو میں اسلام قبول کر لوں گا۔ جب آپ نے چٹھی کے حال سے واقفیت پائی تو فرمایا۔ ملک خدا کا ہے۔ میرا نہیں ہے۔

پانچویں چٹھی دسے کر حاطب بن ابی بلنتہ کو منقوش شاہ اسکندریہ کے پاس بھیجا اس نے انجیل شریف کو منگا کر آپ کے اوصاف اور علیہ کو دیکھا۔ بعد ازاں قاصد سے پوچھا۔ جب قاصد کی زبان اور انجیل کا بیان منفق ہو گیا۔ تو قاصد کی بڑی سرت کی کچھ دنوں کے بعد ایک چٹھی لکھ کر دی کہ میں نہ سبب یہودی نہیں چھوڑتا۔ مگر یہ شہادت دیتا ہوں کہ آپ درحقیقت رسول سو خود ہو۔ جس کی خوشخبری حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی ہے۔ اور ایک چھر بنام دلدل۔ ایک ادنس۔ چار کینزیں۔ ایک ہزار مثقال سونا۔ ایک خواجہ سرا۔ بیس جوڑے نفیس کپڑے علاوہ دیگر تحائف کے دے کر قاصد کو پس کیا۔ قاصد کو انعام و اکرام اس کے علاوہ اور بہت سا دیا۔

چھٹی چٹھی عبداللہ کو دے کر خسر و پرویز شاہ عجم کے پاس بھیجا۔ جب خسر و پرویز نے چٹھی کے مضمون سے واقفیت پائی تو بہت طیش میں آکر یمن کے حاکم بازان کی طرف جو کہ اس کا برابر زادہ تھا۔ لکھا کہ دو آدمی جو کہ شجاعت میں لاثانی ہوں۔ فوراً مدینہ میں بھیجو۔ تاکہ محمد کو گرفتار کر کے میرے دربار میں حاضر کریں۔ جب یہ چٹھی بازان کے پاس پہنچی۔ تو اس نے خرقہ سرہ اور بنوہ دو شخصوں کو مدینہ میں بھیجا۔ راستے میں ابوسنیان اور صفوان بن امیہ سے جو کہ آپ کے دشمن جان تھے۔ ملاقات ہوئی۔ بعد ازاں تفسار حال کے وہ بہت شادمان و فرحان ہوئے۔ اور ان دونوں کو مزید ہدایات کر کے مدینہ کی طرف رخصت کیا۔ جب وہ دونوں مدینہ میں پہنچے۔ اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو ان پر ایسا رعب چھایا کہ اس کے پہلے کبھی ایسا رعب ان پر نہیں چھایا تھا۔ آخر وڑے وڑے اپنے مطلب کو ظاہر کیا۔ آپ نے

فرمایا: چپ چاپ چلے جاؤ جو شخص مجھے طلب کرنا چاہتا ہے۔ اس کو رعایا نے بغاوت کر کے ہلاک کر دیا ہے۔ اور اس کی جگہ شیروہ تخت پر بٹھایا ہے۔ ناچار بن کی طرف پلٹے جب بازان کی کچھری میں حاضر ہوئے۔ تو سارا حال جو کچھ دیکھا سنا تھا کھول سنایا۔ ابھی وہ اپنا ذکر نہابی رہے تھے کہ شیروہ کی چھٹی پہنچی جس میں کھاتا تھا کہ رعایا نے بغاوت کر کے پرویز کو ہلاک کر دیا ہے۔ اب بغاوت فرو کرنے میں میری مدد کرو۔ یہ چھٹی پڑھتے ہی بازان بصدق دل کالہ آلا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا۔ اور اپنی رعیت کو بھی مسلمان کر کے بشمار تحالف آپ کی خدمت میں روانہ کئے۔

غزوہ خیبر

سے ۶۱۰ھ۔ اس سال میں سب سے پہلے غزوہ خیبر پیش آیا جس کی وجہ یہ ہے کہ عبداللہ بن ابی سلول منافق نے جن کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ بنی قریظہ اور بنی نضیر کے واقعات یاد دلانا خیبر کے یہودیوں کو جنگ پر برا لگنے نہ کیا۔ خیبر یوں نے گرد و نواح سے بہت سی امداد آپ بھی معہ اپنے فوج ظفر مویج کے خیبر یوں کے حالات سن کر روانہ ہوئے۔ جب خیبر کے گرد و نواح میں پہنچے تو خیبر یوں نے اپنے تمام مال و اسباب کو مع زن و فرزند کے مضبوط قلعوں میں بند کر دیا۔ اور خود میدان جنگ میں اتر آئے۔ دن کے وقت زیر قلعہ لڑائی ہوتی رہتی۔ اور رات کو ہر دو لشکر اپنا اپنا طلبہ مقرر کرتے۔

خیبر کے گرد و نواح میں بہت سے مضبوط قلعے واقع تھے۔ اگر ایک قلعہ پر حملہ کرتے تو دو دوسرے قلعے سے حملہ ہو جانے کا دھڑکا رہتا۔ دوسرے قلعے رسید کے سبب بھی بڑی مصیبت تھی۔ آخر کار رفتہ رفتہ گرد و نواح کے قلعوں کو فتح کر کے سب سے بڑے اور مضبوط قلعے جس کا نام قنوص تھا، رخ کیا۔ دشمن کی طرف سے مرحب جو کہ سردار خیبر یاں تھا، نکلا۔ ادھر سے مرحب کے مقابلہ پر امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اجازت لے کر نکلے۔ اور پہلی ہی ضرب میں مرحب کو جہنم کا پروانہ دے کر رخصت کیا۔ جب خیبر یوں نے یہ حال دیکھا۔ تو خجٹ قلعہ کے دروازہ کو بند کر کے محصور ہو گئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک ہی نعرہ سے قلعہ کے دروازہ کو دھککا دے کر جس کو چالیں آدمی بمشکل کھول سکتے تھے توڑ ڈالا۔ جب مجبور آدمیوں نے یہ حال دیکھا تو چھلکے چھوٹ گئے۔ اور امان مانگنے لگے۔ سب کو امان دی گئی۔ جنہوں نے دین اسلام اختیار کیا ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا۔ باقیوں کو جزیہ لگا دیا۔

اس جنگ میں بہت سا غنیمت کا مال ملا۔ آپ بھی اسی جگہ مقیم تھے کہ ایک عورت بنا زینب نے کباب بنا کر آپ کے سامنے رکھے۔ ابھی آپ نے پہلا ہی لٹہ اٹھا کر منہ میں لیا تھا کہ فوراً آواز آئی یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ گوشت زہر آلود ہے۔ کھانے سے ہاتھ اٹھا لو۔ اس سخن کے سنتے ہی آپ نے زینب کو بلایا کہ استفسار کیا۔ زینب نے کہا اگر جان کی امان پاؤں تو سچ سچ عرض کروں۔ آپ نے امان دی۔ تو پھر زینب نے کہا میں نے اس لئے زہر ڈالا تھا کہ آیا خدا آپ کو اطلاع دیتا ہے یا نہیں۔ اب میں بصدق دل مسلمان ہوئی۔

اسلام حجاج بن علاط: راستے میں جبکہ خیبر سے مدینہ کی طرف جارہے تھے۔ تو حجاج بن علاط جو کہ قبیہ بنی سلیم میں سے تھا۔ بطیب خاطر مسلمان ہوا۔ پھر مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ کیونکہ اس نے اہل مکہ سے بہت سارے پیہ لینا تھا۔ اس نے سوچا اگر میرے مسلمان ہونے کی خبر اہل مکہ کیلئے تو میرا نام و نشان نہ چھوڑینگے۔ اس واسطے اس نے چاہا کہ کسی طرح اپنا روپیہ وصول کیا جائے۔ جب مکہ میں پہنچا تو قریش نے احوال دریافت کیا۔ کہ جنگ خیبر کا کیا نتیجہ نکلا۔ حجاج نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسیر ہو گئے ہیں۔ اس خبر سے مسلمانوں کو کمال فکر پیدا ہوا۔ برخلاف اہل قریش نے جشن عام کیا۔ عباس بنی امیہ نے خیال کیا کہ خدا کا وعدہ کبھی جھوٹ نہیں ہو سکتا۔ فوراً اپنا آدمی حجاج کے پاس بھیجا۔ حجاج نے آدمی کو جواب دیا کہ میں رات کے وقت تمہیں مل کر اصل حالات سے آگاہی دوں گا۔ تم نے غیر آدمیوں سے اپنے گھر کو محفوظ رکھنا۔ حاصل کلام حجاج حسب وعدہ رات کو آیا۔ اور کہا کہ میں نے یہ افواہ محض اس وجہ سے اڑائی ہے۔ کہ میرا روپیہ جو کہ اہل مکہ کی طرف ہے وصول ہو جائے۔ دوسری صورت میں روپیہ کی عدم دستیابی

علاوہ مجھے اپنی جان کی بھی سلامتی کی امید نہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بفضلِ خدا منظور منصور خیر سے دیرینہ پہنچ گئے ہیں۔ اب میں عرض کرتا ہوں کہ میرے جانے سے تین دن بعد اس خیر کو ظاہر کر دینا۔ جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے تمام حالات سے واقفیت حاصل کی تو شکر الہی ادا کیا۔ اور دو غلاموں کو اس خوشی میں آزاد کیا۔ چونکہ حجاج نے عباس سے وعدہ لیا تھا۔ اس واسطے حجاج کے پہلے جانیکے تین دن بعد اسی طرح ظاہر ماتم میں رہا۔ بعد میں جمیع مسلمانوں کو اکٹھا کر کے کعبہ کی طرف لے گیا۔ طواف کر کے سائر مسلمانوں کو خوشخبری سنائی۔ مسلمانوں کے چہرے فرط خوشی سے چمکنے لگے۔ جب اہل قریش نے یہ حال دیکھا تو عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ عباس نے راز فاش کیا۔ سنتے ہی کافروں کا دل جو فرط خوشی سے پھولانے سماتا تھا۔ ڈھیلا پڑ گیا۔ اور ویسے ہی جڑ جڑ سے کاٹا اور بلند ہوا۔

صلح فک

جب آپ خیر کی طرف تشریف لے جا رہے تھے تو عیصہ بن مسعود کی سرکردگی میں مختصر سا لشکر فک کی طرف مکرر روانہ کیا۔ تاکہ ان کو دعوت اسلام کی جائے۔ جب یہ گروہ فک میں پہنچا تو کفار نے کہا کہ ہمارے سردار خیر کی طرف دس ہزار کا لشکر لیکر خیر یوں کی مدد کے لئے گئے ہوتے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیر یوں سے عہدِ برائے نہ ہو سکے گا۔ مجبوراً عیصہ نے محاصرہ کر لیا۔ چند دنوں کے بعد یہ ستر و عاریت دعا ہو کہ فک والوں کے سر و دل پھٹنے کے مرنے کی اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فتحیاب ہونے کی خبر پہنچ گئی۔ یہ سننا تھا کہ فک والوں نے صلح کر لی۔ جزیہ دینا منظور کیا۔ خیر عہدِ بخیر و خوبی لشکر اسلام سے آٹا۔

اسی سال میں وہ ہماجر پہنوں نے مکہ معظمہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ یہ تین پہنچے جب آپ خیر سے واپس آتے ہوئے وادی القریٰ میں پہنچے تو یہودوں نے آپ سے مقابلہ کا ارادہ کیا۔ ہر چند آپ نے ان کو اسلام کی طرف بلایا۔ مگر ان بد بختوں نے ایک نہ سنی۔ مجبوراً لڑائی تک نوبت پہنچی جس میں کفار نے راہِ فرار اختیار کی اور بہت سال غنیمت مسلمانوں کو ملا۔

خیبر سے آ کر حج کیا وسطیٰ کہ کمرہ کی طرف تشریف لینگے۔ اور بموجب عہد کے تین دن رہ کر
فرائض حج کو ادا کر کے چوتھے دن مدینہ کی طرف لوٹ آئے۔

اسی سال میں حج سے واپس آ کر غسان کے بادشاہ جلد بن ابہم کی طرف چھٹی لکھی کہ جس
مذہب میں ہو چھوڑ کر اسلام کا مذہب اختیار کرو۔ اس نے بصدق دل اسلام قبول کیا
اور بہت سے مخالف آپ کی خدمت میں روانہ کئے۔ بعد ازاں فروق بن عمر نے بھی جو کہ شاہ
روم کی طرف سے علاء عثمان (یہ علانیہ خلیج فارس اور خلیج عمان کے مغربی کنارے پر ہے
اس کا دار الخلافہ آج کل مسقط ہے) پر حاکم تھا۔ دین اسلام اختیار کیا۔ اور ایک چھٹی جس
بذرائع خود حاضر نہ ہو سکنے کی مجبوری کا ذکر کیا تھا لکھی۔ اور حسب مقدمہ مخالف روانہ کئے
جب فزہ کی چھٹی آپ کی خدمت پہنچی تو بعد از قبول مخالف کے قاصد کو احترام سے چھٹی
پر تارال کچھ دن کے بعد روانہ دے کر روانہ کیا۔ اور احکام اسلام قاصد پر ظاہر کر دیئے۔

۸؎ اس سال میں سب سے پہلے خالد بن ولید جس نے جنگ اُحد کے وقت غار
میں سے پلٹ کر مسلمانوں پر برہمی شدت سے حملہ کر کے ہسپا کیا تھا۔ متعہ و دیگر اشخاص کے
خود بخود آپ کی خدمت میں مدینہ منورہ میں آیا۔ اور مسلک اسلام میں منسلک ہو گیا
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلاف میں اس نے بڑے بڑے قلعے سر کئے تھے۔

سہمی خزامی ذات السلاسل

ابھی خالد بن ولید مشرف باسلام ہوا ہی تھا کہ بنی خزامہ کی طرف سے لڑائی کا پیغام پہنچا
آپ نے فی انور عمرو بن عاصؓ کو جو کہ خالد بن ولید کے ہمراہ ہی مسلمان ہوا تھا۔ تین ہزار
آدھوں کی جمعیت سے بنی خزامہ کی طرف بھیجا۔ جب عمروؓ نے دشمن کی طاقت کا اندازہ کیا
تو آپ کی خدمت میں چھٹی لکھی کہ انداد کی سخت ضرورت ہے۔ آپ نے فوراً ابو عبیدہؓ کو کچھ سپاہ
دے کر رخصت کیا۔ آخر ذات السلاسل کے مقام پر جو کہ داوی القرظی کے نزدیک
خیبر کے رستے پر ہے۔ دشمن سے مقابلہ ہوا جس میں اہل اسلام کو کامل فتح نصیب
ہوئی۔ اور شادان و فرحان پہنچ کر طرف مراجعت کی۔

یہ بنی خزامہ قبیلہ نہیں ہے۔ جو صلح حدیبیہ میں مسلمانوں کا طرف تھا بلکہ یہ یہودیوں کا ایک قبیلہ شاہ

سرموتہ

جب عمرو بن عاص بنی نزاع کی طرف مشغول تھا۔ تو آپ نے ایک چٹھی حاکم بصرہ کی کیا
لکھ کر حارث بن عبید کو دی۔ جب فاصد رسول خدا فاصد طے کر کے بصرہ کے قریب پہنچی
تو ملک روم کے ایک حاکم شرجیل بن عمر غسانی نے جو کسی کام کی غرض سے یہاں آیا ہوا
تھا۔ اور بعد از فراغت کام کے واپس اپنے مقام کی طرف جارہا تھا۔ بعد از استفسار حارث
کو شہید کر دیا۔ جب یہ خبر آپ کے سمع مبارک میں پہنچی تو زید بن حارثہ کو تین ہزار کا لشکر
دے کر قاتل حارث کے مقابلہ پر بھیجا۔ اور فرمایا کہ اگر زید شہید ہو جائے تو امیر لشکر جعفر بن
ابوطالب ہو۔ اگر جعفر بھی شہید ہو جائے تو عبد اللہ بن رواحہ تھا۔ امیر ہوگا۔ اگر یہ بھی شہید ہو جائے
تو اپنے صلاح و مشورہ کے ساتھ امیر بنالینا۔ چنانچہ جاتے ہی مسلمانوں نے کفار کی ہراولی
فوج کو مار کھپایا۔ اور شرجیل کو قلعہ میں پناہ گزین ہونا پڑا۔

جس وقت قاتل حارث شکست کھا کر قلعہ میں محصور ہو گیا۔ تو اس نے اپنا ایک خاصہ
ہرقل شاہ روم کی خدمت میں امداد کے واسطے بھیجا۔ قبصر روم نے ایک لاکھ کا لشکر
جرار بڑے بڑے سورما اور چیدہ ہا ہران جنگ کا شرجیل کی مدد کے واسطے روانہ کیا
جب مسلمانوں نے اس حال سے اطلاع پائی۔ تو اول سوچا یہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں چٹھی لکھ کر امداد منگوائی جائے۔ پھر سوچا کہ بہتر ہو مدینہ کی طرف لوٹ جائیں۔
مگر بعد ازاں خالد بن ولید کی رائے کے مطابق عمل کیا گیا۔ یا فتح یا شہادت۔ چار بڑے
چلو دشمن کی امداد کو راستے میں ہی روک لو۔ اس صلاح پر متفق ہو کر دشمن کی پیشوائی
کے واسطے روانہ ہوئے۔ پیچھے پیچھے شرجیل بھی اپنی تباہ و خستہ فوج کو لیکر روانہ ہوا۔
آخر کار دمشق سے دو منزل کے فاصلے پر قصبہ موتہ کے مقام پر دونوں لشکر آئے مسامح
ہوئے۔ اسلام کے لشکر کی قلت دیکھ کر دشمنوں کے دل خوشی سے باغ باغ ہو گئے
ادھر کل تین ہزار غازی۔ ادھر ایک لاکھ سے زیادہ باجی۔ وودن کی منڈانز لڑائی کے
بعد زید بن حارثہ جو کہ افسر لشکر اسلامید تھا۔ شہید ہو گیا۔ اگر پہلے تو دل کو بغرض ہو ہی مگر

فوراً حضرت بن ابی طالب کو اپنا افسہ مقرر کر لیا۔ اور اسی طور لڑائی جاری رہی۔ لشکر کفار
 اہل اسلام کی جانبازی اور بہادری دیکھ دیکھ کر دنگ ہوئے جانا تھا۔ حتیٰ کہ جعفرؓ کا
 دایاں ہاتھ شہید ہو گیا۔ تو اسلامیت جھنڈے کو بائیں ہاتھ میں پکڑ لیا۔ بایں دست مبارک
 بھی شہید ہو گیا۔ تو دونوں شکستہ بازوؤں میں مضبوط کر کے پکڑ لیا۔ اور بہادر غازی نے
 رائت اسلام کو سرنگوں نہ ہونے دیا۔ آخر کار جعفرؓ بھی شہید ہو گیا۔ اور گرنے گرتے
 جھنڈے کو عبداللہؓ واحد نے پکڑ کر پہلے سے دو چنڈ آب و تاب کے ساتھ بلند
 کیا۔ اور تکیہ کے نعروں سے میدان جنگ کو ہلادیا۔ انجام کار عبداللہؓ واحد بھی سعاد
 شہادت حاصل کر کے داخل بہشت ہوا۔ تو فوراً اسلامیت جھنڈا خالد بن ولیدؓ نے پکڑ کر
 ثابت بن اقسام انصاریؓ کے ہاتھ میں دیا۔ اور دونوں ہاتھوں میں تلواریں علم کر کے
 شیرازیاں کی طرح میدان میں آیا۔ اور کہا کہ اے خالد اگر تو آج باغ و راع کی امتنا کرتا
 ہے۔ تو وہ میں نے خدا کی خوشنودی کیلئے بخشہ دیئے۔ اے خالد اگر آج تو مال و متاع کا خیال
 کرتا ہے۔ تو یاد رکھ سالہا مال و متاع گزشتہ گناہوں کے کفار سے عین ویدیا۔ اے خالد
 اگر تو اپنی خوبصورت اور پیاری بیوی کا خیال کر کے میدان سے بھاگتا ہے۔ تو جان لے
 کہ میں نے آج اس کو دین اسلام کی بدولت طلاق دی۔ اے خالد اگر تو اپنی اولاد کا
 خیال کرتا ہے تو سمجھ لے اور اچھی طرح سمجھ لے کہ وہ حضرت اسمعیل علیہ السلام
 ذبح اللہ کی طرح قربان کر دی۔ اے خالد اگر تو اپنی جان کی پروا کرتا ہے۔ تو وہ
 حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں قربان کر دی۔ اب بتا کہ تیرے
 لئے دنیا میں کیا رکھا ہے۔ یہ کہا اور بلند آواز سے اللہ اکبر کا نعرہ مارتا ہوا بیجاہری لہجہ
 دشمن کے قلب پر حملہ کر کے دہم برہم کر دیا۔ دوسری طرف دشمن کے میسرہ نئے
 مسلمانوں کے چھٹے چھڑا دیئے۔ پائے ثبات اکھڑنے کو ہی تھے کہ قطبہ بن عامرؓ
 نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کر کے کہا کہ حیات سے موت بہتر ہے۔ بھاگنا عورتوں کا کام
 ہے۔ اگر بھاگ کر زندہ جاؤ گے تو نامرد کہلاؤ گے۔ اور مر گئے تو شہادت کا درجہ پاؤ گے
 اگر فتح پائی تو غازی کہلاؤ گے۔ غرضیکہ ہر طرح سے دلیری و لائی۔ اور از سر نو پوائنتہ

کو جمع کر کے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا۔ اور کبیر کے نعروں سے دشمنوں کے دلوں کو ہلادیا۔ رجمیوں کی رجمیں خالی کر دیں۔ بڑے بڑے بہادر اور سواروں کے چھکے چھڑا دیئے۔ دشمن کی فوج کے قلب سمینہ۔ پیسیرہ کو توڑ ڈالا۔ اور ہزاروں کا صفا کر دیا۔ اور اس بے جگر سی سے دشمن کو تیغ میں دیرینہ کیا رستم کی روح قبر میں کانپ کر لا ماں الاماں پکارا اٹھی۔ اللہ اکبر کے نعروں سے کاؤ زمین اور فلک کو دھلاتے ہوئے کفار کے جھنڈے کو گونسار کر کے گھوڑوں کے پاؤں میں روند ڈالا۔ آخر لشکر کفار نے راہ فرار اختیار کی۔ اور ہزاروں کشتوں کے پستے میدان میں چھوڑ کر قلعہ میں پناہ گزین ہوئے۔ اس حال کے دیکھتے ہی خالد بن ولید نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ آنحضرتؐ یہ سب معاملہ مدینہ منورہ میں بیٹھے ہوئے باطنی آنکھوں سے ملاحظہ فرما رہے تھے۔ اور اہل اسلام کے حق میں دعائے فتح مانگ رہے تھے۔ جو جو واقعہ میدان موتہ میں ہو رہا تھا۔ سب اپنے اصحاب کو سنا تے جاتے تھے۔ اور خالد بن ولید کی بہادری پر عرش عرش کرتے تھے۔ قلعہ موتہ کے دروازے پر غازی خالد بن ولید دو دستی تلوار چلا رہے تھے۔ اور اوٹھنا عمت ار اگر رہے تھے۔ آخر کار قلعہ مسر ہوا۔ اور دشمنوں کو کامل شکست نصیب ہوئی۔ ہزاروں کی تعداد میں اسیر ہو کر مدینہ میں پہنچے اور ہزاروں تہ تیغ ہوئے۔ اور کئی ہزار داخل اسلام ہوئے۔ اور حضرت خالد بن ولید بفضل خداوند غفور مظهر منصور آپ کی خدمت میں پہنچا۔ پیش مال غنیمت حاصل ہوا۔ بد بخت شرجیل واصل جہنم ہوا۔ اور ہر قل شاہ روم کے ملک میں گھر گھر صف نامہ بچھ گئی۔

فتح مکہ معظمہ

ابھی حضرت خالد بن ولید کو میدان موتہ سے آئے ہوئے چند دنوں کا عرصہ گزر تھا کہ جبرائیلؑ خبر لائے کہ قریش نے عبدالنامہ کو توڑ دیا ہے۔ اور بنی خزاعہ کے مسلمانوں کو تہ تیغ کیا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ بنی فیل کے قریش نے جو بنی مکہ سے تعلق رکھتے ہیں

اسلام کی اور آپ کی ہجو میں ایک قصیدہ بنایا۔ وہ پڑھ رہے تھے کہ بنی خزاعہ کے چند کس مسلمانوں کا اُن پر گزر ہوا۔ انہوں نے عہد نامہ کو یاد دلایا۔ اور ایسی حرکت سے منع کیا۔ مگر قریش کی آتش غضب نے اُن بچاروں کو بیوند خاک کر دیا۔ جب بنی خزاعہ کو اس امر کا پتہ چلا تو انہوں نے اپنا آدمی قریش کے پاس بھیجا کہ تم نے عہد نامہ کی خلاف ورزی کیوں کی ہے، قریش نے قاصد کو بھی شہید کر دیا۔ اور رات کو عکرمہ بن ابوجہل اور صفوان بن امیہ نے ستر آدمی مسلح لے کر بنی خزاعہ پر تھخن مارا۔ جبرائیل علیہ السلام یہ خبر دے کر اہل مکہ سے لڑائی کا حکم دے گئے۔ (پ ۱۰-۱۱-۱۲-۱۳-۱۴-۱۵-۱۶)

وَانْكَثَرُوا اِيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعْنُوْا فِى دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْا اُمَّةً اَلْكُفْرِ اَلْفَسَادِ اَلْاِيْمَانِ لَهُمْ لَعْنُهُمْ نِيْتُهُوْنَ۔ اَلَا يَتَقَاتِلُوْنَ قَوْمًا اَنكَثَرُوْا اِيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاَخْرَاجِ الرِّسُوْلِ وَهَمُّوْا بِدَوْلٍ مَّرْكُوْلَةٍۙ اَتَخْشَوْنَ فَاِنَّهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اَنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبُهُمُ اللّٰهُ بِاَيِّدٍ يَّكِيْمَةٍۙ وَخَرَجَهُمْ وَيَنْصُرُكُمْ عَلَيْهِمْ وَلِيْشِفَ صُدُوْرُكُمْ مِّنْ مَّوْمِنِيْنَ۔ وَيَذْهَبْ غِيْظُ قُلُوْبِهِمْ وَيَتُوبَ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَشَاءُۙ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔ (ترجمہ) اگر عہد کر کے یہ لوگ اپنی قسمیں توڑ ڈالیں اور تمہارے دین پر طعنہ ماریں، تو ان کفر کے سرداروں سے لڑو۔ تاکہ وہ باز آئیں۔ ان کی قسمیں کو بھی چیر نہیں۔ تم کیوں ان لوگوں سے نہ لڑو۔ جنہوں نے اپنی قسمیں توڑ ڈالیں۔ اور سبغیر کو نکال دینا چاہا۔ اور انہوں نے ہی پہلے تم سے چھٹی خالی مشروع کی۔ کیا تم اُن سے ڈرتے ہو۔ اگر کو ایمان ہے تو اللہ کا ڈر ہونا چاہیے۔ اُن سے لڑو۔ اللہ تمہارے ہاتھوں ان کو سزا دیگا۔ اور ان کو ذلیل کرے گا۔ اور تم کو ان پر فتح دینگا۔ مسلمانوں تمہیں سے ایک گروہ (بنی خزاعہ) کے دل ٹھنڈے کرے گا۔ اور ان کے دلوں کا غصہ دُور کر دیگا۔ اور اللہ تعالیٰ جن کو چاہے تو یہی توفیق دے گا۔ اور اللہ جانتا اور حکمت والا ہے۔

اسے بیس عمر بن سالم معہ چناؤ گیا اشخاص اپنی خزاعہ کے آپکی خدمت میں شرفیاب ہوا اور سارا قصہ کھول سنا یا۔ آپ نے فوراً جماعہ مسلمانان کی طرف پیغام بھیج دیے کہ یکم رمضان تک مسلح ہو کر مدینہ منورہ میں آجاؤ۔ جب ابوسفیان نے اس بات کو سنا تو نہایت حیران و

پریشان ہو کر جملہ قریش کو بلایا۔ اور کہا کہ عہد نامہ کی خلاف ورزی ہماری طرف سے ہوئی اب محمد (صلعم) ہمیں نہ چھوڑے گا۔ کیونکہ میدان موت میں اس کی صرف تین ہزار کی جمعیت نے ڈیڑھ لاکھ کے قریب فوج کے ہوش اڑا دیے ہیں۔ جس وقت قریش نے اس واقعہ کو سنا تو آٹھیں گئیں۔ آخر کا صلاح و مشورہ کر کے ابوسفیان مدینہ میں حاضر ہوا۔ اور اپنی لاعلمی بیان کی۔ مگر ادھر تو حضرت جبرائیل خبر دے چکے تھے۔ ابوسفیان کی بات کا کس کو اعتبار آتا۔ ابوسفیان ناچار و شرمندہ ہو کر واپس مکہ میں گیا۔ اور جملہ حالات قریش کے گوش گزار کئے۔ تو ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ ابوسفیان چوری چوری شہر مکہ کو چھوڑا۔ شہر روم کے پاس پناہ گزین ہوا۔ مگر حیب ہرقل کو اس امر کا پتہ چلا کہ یہ محمد (صلعم) کا چچا ہے تو اپنے ملک سے نکال دیا۔ اب ابوسفیان جنگلات عرب میں آوارہ گردی کرنے لگا۔ مگر چھپے کو جگہ نہ ملی۔

ادھر دس ماہ رمضان کو آپ صدمہ دس ہزار لشکر جرار کے عازم مکہ ہوئے۔ ادھر قریش کو حالت سراپگی میں کچھ خبر ہی نہ تھی۔ کیا کرتا ہے۔ اور کیا نہیں کرتا۔ جب آپ کا لشکر بمراظران کے مقام پر آتا تو ابوسفیان بھی گرد چھانتا ہوا اس لشکر کے قریب پہنچا۔ حضرت عباس رضی جو پچھلے مقام پر مکہ سے چل کر آپ کے لشکر کے ساتھ مل چکا تھا۔ رات کو طلایہ پر تھا۔ عباس رضی نے دور سے دو تین آدمیوں کو دیکھا۔ پاس آ کر حیب ایک دوسرے کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ ابوسفیان۔ بدیل بن ورقانہ اور حکم بن خرام (دونوں مؤخر الذکر قریش کی طرف سے خبر لینے کی واسطے آئے تھے۔ اور ابوسفیان آوارہ گردی کی حالت میں ان سے ملا) پھر رہے ہیں۔ بعد از شناخت کرنیکے ابوسفیان نے عباسؓ سے پوچھا کہ یہ کس کا لشکر ہے۔ عباس رضی نے جواب دیا کہ حیب خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لشکر نیک اختر ہے۔ جو کہ قریش کو ان کی بد عہدی کی سزا دہی کے واسطے دس ہزار کی تعداد میں مکہ کی طرف جا رہا ہے۔ ان دونوں مؤخر الذکر اشخاص کے منہ سے ۳ ہ نکلے۔ اور فی الفور اٹے پاؤں دم و باکر بھاگے۔ ابوسفیان نے کہا کہ اب کیا چارہ ہے حضرت عباسؓ نے جواب دیا کہ سلام اور فرمایا کہ اگر تو جا ہے تو میں اپنی امان میں رکھے حضرت

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں سے چلتا ہوں۔ بشرطیکہ اسلام قبول کرنا ہو۔
 ابوسفیان نے منظور کیا۔ اور چھپٹ کر عباسؓ کے پیچھے گھوڑے پر سوار ہوا۔ حضرت
 عباسؓ بڑی تیزی کے ساتھ ابوسفیان کو لیکر لشکر میں سے گذرے۔ ہر چند ہل لشکر نے
 پکارا کہ اس بے وقت کون لشکر میں گشت لگا رہا ہے۔ مگر کوئی جواب نہ دیا۔ حتیٰ کہ
 حضرت عمرؓ کے خیمے پر سے گذر ہوا۔ تو حضرت عمرؓ ابوسفیان کو ٹٹا خست کر لیا اور تلوار
 لے کر چھپے۔ کہ ابوسفیان کا کام تمام کر دیا جائے۔ اتنے میں عباسؓ آپ کے خیمے کے
 پاس جا اترے۔ اور ابوسفیان کو پیش کیا۔ حضرت عمرؓ نے بہتری کو شش کی کہ ابو
 سفیان کو گردن کے بوجھ سے سجات دی جائے۔ مگر آپ نے کہا کہ فی الحال حرارت
 میں رکھو صبح دیکھا جائے گا۔ حضرت عباسؓ نے کہا۔ اے عمرؓ شاید اس لئے اصرار کرتا
 ہے کہ بنی عبدمناف میں سے ہے۔ اگر بنی عدی میں سے ہوتا۔ تو اس قدر تکرار نہ کرتا
 حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ اے عباسؓ معلوم ہے تجھ کو جب میں حلقہ بگوشانِ سلام
 میں داخل ہوا تھا تو اپنے ماں باپ کو اسلام کے غلام نہ بننے کے باعث واصلِ جنم
 کیا تھا۔ پھر بنی عدی میں ہونے کا تذکرہ کیوں کر رہے ہو یہی گفتگو کرتے ہو یا ہر نیکو
 دوسرے دن ابوسفیان کو آپ کے حضور میں پیش کیا۔ جب ابوسفیان استفسار
 کیا گیا تو پچھلی رام کہانیاں چھیڑ بیٹھا۔ عباسؓ بولے اے ابوسفیان جلدی کلمہ شہادت
 زبان سے بول اور گزشتہ رام کہانیاں نہ بھول۔ ورنہ ابھی تیغِ بیدریغ کا شکار
 کرتا ہوں۔ ابوسفیان نے کہا اشھدان لا الہ الا اللہ واشھدان محمد رسول اللہ
 اور بصدق دل مسلمان ہوا۔ بعد ازیں لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ حضرت عباسؓ ابوسفیان کو
 لشکر کی گزرگاہ پر لیکر کھڑے ہو گئے۔ سب سے پہلے خالد بن ولید کا لشکر ایک ہزار
 کی تعداد میں دو علم اٹھائے ہوئے تیسیر کا نعرہ بلند کرتا ہوا گذرا۔ بعد ازیں زبیر بن العوام
 بنی عفار وغیرہ وغیرہ کا لشکر کسی کا کم کسی کا ہزار اللہ اکبر ٹپھتا ہوا گذرنا جاتا تھا۔
 ابوسفیان نے پکارا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کی بربادی بٹھانی ہے
 اے آنحضرت صلعم اور عباسؓ وغیرہ بنی عبدمناف میں سے تھے۔ حضرت عمرؓ بنی عدی میں سے تھے۔

آپ نے فرمایا اے چچا جان نہیں، قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ قوم کی بربادی نہیں ٹھانی، پھر فرمایا کہ جو کوئی تیرے گھر میں یا اپنے اپنے گھروں میں یا مسجد حرام میں پناہ گزین ہوگا۔ یا جو ہتھیار ڈال دے گا۔ اسے امان دی جائے گی۔ یا جو ایمان لے آئے گا محفوظ و مصنون رہے گا۔

پھر ابوسفیان کو مکہ کی طرف تسریع تمام روانہ کر دیا۔ تاکہ اہل مکہ کو ان باتوں سے قہر وار کرے۔ جب ابوسفیان مکہ میں پہنچا تو یاروں نے ماجرا پوچھا۔ ابوسفیان نے کہا اے آل غالب! خدا کی قسم محمد صلعم میں نزاع لشکر جبار سرسبز غرق آہن۔ صفت شکن۔ جو کوہ پر شکوہ مکہ کی طرف آ رہا ہے۔ جو کوئی ہتھیار ڈال دے گا یا اپنے اپنے گھروں میں یا غیرے گھر میں یا مسجد حرام میں پناہ گزین ہوگا۔ وہ محفوظ رہے گا یہ بات سنتے ہی ہندہ زوجہ ابوسفیان پکار اٹھی۔ اس کو قید کر لو۔ یہ دیوانہ ہو گیا ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ میں دیوانہ ہی سہی۔ مگر جلدی محمد صلعم کی رسالت پر ایمان لے آ۔ ورنہ بھی خاتمہ کئے دیتا ہوں یہ سنتے ہی قریش کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔

جب آپ بذی طوی کے مقام پر پہنچے۔ اور اپنے ماتحت اس قدر لشکر جوارہ ہر ایک پہلوانی میں نامدار اور عرب کے بڑے بڑے سردار دیکھے اور ادھر وہ بیکسی کی حالت منظومی اور غربتی کی حالت۔ وہ بیدردی کی حالت۔ قریش کی خصومت دعاوت۔ وہ حالت جبکہ قریش آپ کے قتل میں بھرتے تھے۔ وہ حالت جبکہ اپنے اور بیگانے جواب دے بیٹھے تھے۔ وہ حالت جبکہ قریش نے آپ کے دولتانہ کو آپ کے قتل کرنے کی غرض سے گھیر لیا تھا۔ وہ حالت جبکہ مردود ابو جہل نے آپ کو زرد کو ب کیا تھا۔ وہ حالت جب کہ آپ کا یحییٰ مونس و غمگسار۔ نہ کوئی محرم بلا۔ نہ کوئی دلنواز تھا۔ اور اب بیکسی میں ہجرت کی تھی۔ قدم قدم پر دشمنوں کا خطرہ تھا۔ آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ تو آنکھوں میں آنسو بھرا آئے اور فی الفور سجدہ شکر ادا کیا۔ اور لشکر کہ منظر میں داخل ہوا۔ جب آپ کی فوج ظفر موج کی آمد آمد تھی۔ تو صفوان بن امیہ اور سیل بن عمرو۔ عکرمہ بن ابو جہل بنی بکر اور بنی حارث اور دیگر قبائل کے مختصر گروہ کے ساتھ مقابلہ کے لئے نکلے۔ اور سب سے

پہلے خالد بن ولیدؓ کی فوج سے مقابلہ پڑا۔ ہر چند خالد بن ولیدؓ نے چاہا کہ وہ ایمان لے آئیں۔ اور جنگ نہ ہونے پائے۔ مگر وہ یہ سخت باز نہ آئے۔ اور مختصر سی ہی جھڑپ کے بعد غازی خالد بن ولیدؓ کے آگے نہ ٹھیر سکے اور راہ فرار اختیار کی۔ تمام اہل بیان کہ کچھ ہتھیار ڈال کر کچھ گھروں کے دروازے بند کر کے کچھ مسجد حرام میں کچھ ابوسفیان کے گھر میں پناہ گزین ہوئے۔ بعد ازاں آپ مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔ تو سب سے پہلے کعبہ کو بتوں سے صاف کیا۔ اور قل جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل كان زهوقا۔ کہہ کر توبہ کی طرف اُٹکی سے اشارہ کرتے جاتے تھے۔ توبت زمین پر آرہے تھے۔ اور ٹوٹ پھوٹ جاتے۔ اور جو تبت ہاتھ کی پنج سے باہر تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے دوش مبارک پر چڑھا کر اُتر دے۔ اور جس جس جگہ نقصا ویر تھیں حضرت عمر بن الخطاب اور ابو بکر رضی اللہ عنہما صاف کر دیا۔ بعد اس کے نماز چاشت ادا کی۔ بعد ازیں کل زن و مرد نے بصدق دل کلمہ شہادت الشہدان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ پڑھا۔ اور آپ کی بیعت کی اور دل و جان سے خدا کی عبادت میں مشغول ہوئے۔ مگر گیارہ آدمی اور چند عورتیں فرار ہو گئیں جن کی نسبت حکم قتل صادر ہوا۔ (۱) عکرمہ بن ابوجہل اس نے اپنے آپ کو بہت جلدی ساحل سمندر پر پہنچایا۔ اور کشتی میں بیٹھ کر راہِ مین اختیار کی۔ ابھی کشتی پر بیٹھا ہی تھا کہ کشتی غرق ہونے کے قریب پہنچ گئی کشتی والے آدمیوں نے کہا غالباً تو خدا اور رسولؐ سے منکر ہے۔ لہذا غرق کشتی میں سے نکل جا۔ عکرمہ نے یہ بات سننی تھی کہ فوراً اپنی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آئے ہی کہ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان عبدہ ورسولہ اور کمالِ ذمات سے آپ کے پاؤں پر گر پڑا۔ آپ نے امان دی (۲) حنفیہ بن امیہ۔ اس نے بھی چاہا کہ کسی غیر ملک کو چلا جاؤں۔ مگر اس کے ایک دوست عمر بن وہب جمحی نے آپ سے صفوان کی نسبِ امان طلب کی۔ آپ نے منظور فرمایا۔ بعد ازاں چار ماہ کے داخلِ اسلام ہوا۔ (۳) ہبہا بن اسود۔ ایک مدت تک آوارہ پھرتا رہا۔ آخر مدینہ میں آکر مسلمان ہوا۔ (۴) وحشی قاتل حمزہؓ جنگِ طائف کی وقت مسلمان ہوا۔ انشاعِ صہ گردو قراح میں آوارہ گردی کرتا رہا۔ (۵) عبد اللہ زہری۔ یہ شاعر تھا آپ کی اور آپ کے تابعین کی ہجو

اور کنگدیب میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا تھا۔ بھران کی طرف بھاگ گیا۔ پھوٹے عرصے بعد اپنی نامعلوم کارروائیوں پر نظر ڈالی تو آپ کی خدمت میں آیا۔ اور اسلام اختیار کیا۔ (۷) عبدالعزیز بن خطیب بن ابوسفیان۔ یہ پہلے مسلمان ہو گیا تھا۔ مگر کسی طیش میں آکر ایک مسلمان کو شہید کر دیا۔ اس واسطے سمجھے ہوئے تھا کہ اگر مدینہ میں گیا تو قصاص لینے۔ مرنے ہو گیا۔ (۸) مدینہ میں نہ آیا۔ ابورہہ اسلمی نے فرار کے وقت تعاقب کر کے جہنم رسید کیا۔ (۹) عبداللہ بن سعید یہ حضرت عثمانؓ کا رضاعی بھائی تھا۔ حضرت عثمانؓ کے کہنے پر ان وی گئی۔ بعد ازاں مسلمان ہو گیا۔ (۱۰) مقیس بن جبابہ فرار ہو گیا تھا۔ تعاقب کر کے نمینہ بن عبدالمطلب نے جہنم واصل کیا۔ (۱۱) حویرث بن تغیرہ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ نے تعاقب کر کے گرفتار کیا اور پروانہ دوزخ دے کر عدم آباد میں بھیج دیا۔ (۱۲) عمارت بن طلائعہ۔ امیر المؤمنین علیؓ کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ سے تعاقب میں قتل ہوا۔ (۱۳) کعب بن زبیر بعد فرار ہونے کے اسی دن اگر مسلمان ہوا۔

عورتوں میں سے یہ عورتیں فرار ہوئی تھیں :- (۱) قریبہ دختر خطیب بن سفیان مقتول ہوئی۔ (۲) ہندہ زوجہ ابوسفیان مسلمان ہوئی۔ (۳) سارہ مقتول ہوئی۔ (۴) قریبہ بنت خطیبہ مشرفہ باسلام ہوئی۔ (۵) کنیزک ابن خطیبہ مقتول ہوئی۔ (۶) ام سعدہ مقتول ہوئی۔ اس کے بعد تمام اصنام کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر ریزہ ریزہ کیا۔ اور مکہ معظمہ تمام و کمال مشرف باسلام ہوا اور تمام اہل ایمان کہہ کیا تھے آپ نے ایسا سلوک کیا جیسا کہ یہ صفت نے بجا ہوئی کیا تھا۔

غزوہ حنین

اسی سال جب فتح مکہ کی خبر مشہور ہوئی۔ اور بفضل خداوند جل و علاء دین اسلام تمام عرب میں پھیل گیا۔ تو بنی ہوازن اور بنی ثقیف نے صلاح کے پیشتر اس کے کچھ صلح ہم پر لشکر کشی کر سہے۔ ہمیں چاہیے کہ اس پر حملہ کریں۔ چار ہزار کی تعداد میں لشکر جمع کر کے مکہ کا رخ کیا۔ کیطرت روانہ ہوئے۔ اور جاسوس بھجور دیئے۔ تاکہ پتہ کریں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کس رنگ میں ہیں۔ جب آپ کو بنی ثقیف اور بنی ہوازن کے اس ارادے کی خبر ملی تو

تیرہ ہزار کا لشکر لیکر دشمن کی طرف کوچ کیا جس وقت دشمن کو آپ کی آمد کا پتہ چلا تو اسی وقت حنین کے قلعہ میں مورچے جمانے شروع کئے۔ اور آگے بڑھنے کی صلاح کو ملتوی رکھا اور قلعہ کو مضبوط کر لینے کے بعد پہاڑ پر تکی کین گا ہوں میں چھپ گئے۔ اہل اسلام کو پتہ ملا کہ دشمن کی طاقت صرف چار ہزار پر مشتمل ہے۔ اور ہماری طاقت ان سے تنگنی ہے۔ بہت جلد فتح کر لینگے۔ حاصل کلام جب لشکر اسلام دشمن کی زد پر آیا تو غنیم نے اس شدت سے حملہ کیا کہ مسلمانوں نے بے تحاشا بھاگنا شروع کیا۔ اور معدودے چند آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس میدان میں ٹھہرے۔ یہ دیکھ کر بذات خود میدان کی طرف چلے۔ مگر اصحابؓ نے روک لیا اور کہا کہ جتنک ہمارا دم میں دم ہے۔ آپ کو دشمن کے مقابلہ پر نہ جانے دینگے۔ اسکے بعد آپ نے عباسؓ کو فرمایا کہ اس طرح اپنے لشکر کو آواز دو۔ یا معشر الانصار۔ یا اصحاب المسلمین۔ یا اصحاب سورۃ البقرہ۔ جب حضرت عباسؓ نے اس طرح آواز دی تو سارا لشکر جھٹ پٹ لپک لپک اٹھا ہوا مگر جمع ہو گیا۔ اور از سر نو میدان میں قدم جمائے۔ اس جنگ میں خداوند تعالیٰ نے فرشتوں کو اہل اسلام کی مدد کے واسطے نزول فرمایا۔ آخر کار اہل اسلام کو فتح نصیب ہوئی خالد بن ولید نے بہت دوزخ کا تقاضا کیا۔ کچھ گروہ بطنِ محکم کی طرف بھاگ گیا۔ جسکے تعاقب میں ابو عامرؓ کو روانہ کیا۔ اس جنگ کا ذکر خداوند تعالیٰ قرآن شریف میں اس طرح فرماتا ہے:

(سورۃ التوبہ ۴) لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ۔ ویوم حنین اذا جمعتکم کثراتکم فلن تغن عنکم شیئاً وضائق علیکم الارض بعار حبست لکم ولعلکم مدبرین۔ ثم انزل اللہ سکینۃ علی رسولہ وعلی المؤمنین وانزل جنوداً لم تروہا وعذاب الذین کفروا وذلک جزاء الکافرین۔

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ تو بہت سے معرکوں میں تمہاری مدد کر چکا ہے۔ اور حنین کے دن (جب تم اپنے بہت ہونے پر اتر آئے تھے۔ پھر تمہارا بہت ہونا تمہارے کچھ کام نہ آیا۔ اور زمین اپنی بڑی ہونیکے ساتھ ہی تم پر تنگ آگئی تھی۔ پھر تم پیچہ موڑ کر بھاگے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر

اور مسلمانوں پر اپنی تسلی اتاری۔ اور ایسے لشکروں کو اتارا جن کو تم نے نہیں دیکھا (فرشتوں کا لشکر) اور کافروں کو عذاب کیا۔ اور کافروں کی یہی سزا ہے۔

جو قیدی ابو عامر کی جمعیت بطن نخدہ سے گرفتار کر کے لائی۔ ان میں آپ کی رضائی ہمیشہ شیمابھی تھی۔ شیمابھی نے آپ کو پہچان لیا۔ اور اپنا حال عرض کیا۔ آپ نے یہ سنتے ہی شیمابھی کو مع اس کے ہمراہیوں کے جواز کی طرف بھیج دیا۔ اور فرمایا کہ میرے آنے تک وہاں توقف کرو۔

غزوہ طائف

جب دشمن میدان حنین کو چھوڑ کر فرار ہو گیا۔ تو قلعہ طائف پر جو کہ عرب کے مستحکم ترین قلعوں میں سے تھا مورچے جمائے۔ آپ فی الفور طائف کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور طائف کے نزدیک جا کر ڈیرے ڈال دیئے۔ کفار نے قلعوں میں سے اس قدر تیر اندازی کی کہ کئی اصحاب مجروح ہوئے۔ آخر کار تیروں سے باہر ہو کر خیمے لگائے اور اگر قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ چالیس دن تک قلعہ کا محاصرہ کے پڑے رہے۔ اسی اثنا میں گرد و نواح میں اپنے اصحاب کو بھیج کر حملہ بت خانوں اور بتوں کو فی النار کیا۔ آخر کار اگرچہ فتح یقینی تھی مگر اپنے صلہ سے صلاح کر کے محاصرہ ہاتھ اٹھایا اور اگلے سال خود بخود مسلمان ہو گئے محاصرہ چھوڑ دینے کے بعد واپس وطن مایوفہ کی طرف مراجعت کی۔ راستے میں چلتے چلتے ایک جگہ کسی شخص کے اونٹ کا پاؤں آپ کے پاؤں مبارک پر آ پڑا۔ اور بہت ہی درد محسوس ہوئی۔ آپ نے اونٹ کو دور کرنے کیواسطے تازیانہ لگایا۔ جو کہ غلطی سے مالک نستر کے لگ گیا۔ جس سے آپ کو بہت صدمہ پہنچا۔ اگلے دن جبکہ جبرائیل میں مقیم ہوئے تو اس آدمی کو بلا کر بہت سے انعام و اکرام کے بعد تازیانہ کی معافی طلب کی۔

جو نیکو آپ کی رضاعی ہمیشہ شیمابھی اپنے ہمراہیوں کے جواز میں تھی۔ آپ نے بہت سا زر و مال دینے کے بعد مع اس کے ہمراہیوں کے آزاد کر دیا۔ آزاد ہونے کے بعد انہوں نے دین اسلام قبول کیا۔ اور خوش و خرم اپنے علاقے میں چلے گئے۔ اور آپ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مدینہ میں آکر آپ نے منبر بنانے کا حکم دیا۔ جب منبر تیار ہو گیا۔ تو آپ منبر پر

چڑھ کر خطبہ پڑھنے لگے۔ پہلے ہی دن جبکہ منبر پر رونق افروز ہوئے۔ تو وہ ستون جو کہ خطبہ کی وقت آپ کا ٹیگہ گاہ ہوتا۔ رو پڑا (اس میں سے رونے کی آواز بلند ہوئی) آپ نے ستون کے پاس جا کر فرمایا کہ کیوں رو رہا ہے۔ تو ستون نے نہایت عاجزی سے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

چشم گریاں ہے جگر سوز ہوں اور دل ہو کباب * بھڑکے تیرے ہوا حال پریشاں اپنا آپ نے فرمایا کہ اب تیری کیا غرض ہے۔ اگر تو چاہے تو میں ابھی تمہیں باغ میں لگا دیتا ہوں۔ خدا تجھے سرسبز شاہاب کر دے گا۔ اور تیرے پھل سے اہالیانِ مدینہ کو فائدہ پہنچے گا اگر تو چاہے۔ تو میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تجھے بھشت میں لگا دے۔ اگر تو چاہے تو دعا کرتا ہوں خدا تجھے قیامت کے دن انسان بنا کر اٹھائے۔ اور بہشت نصیب کرے ستون میں سے آواز آئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں انسان بھی بن گیا۔ اور آپ کے چدار ہا تو کیا فائدہ۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں بھشت میں تو میرے ساتھ ہو گا۔ ستون نے اس امر کو منظور کیا۔ اور گریہ زاری کو موقوف کیا۔ آپ نے اس کے چہرے میں دُعا مانگی۔

۹۔ اس سال کے شروع ہوتے ہی آپ نے جلال اطراف و اکناف کے مسلمانوں کے پاس زکوٰۃ کا مال جمع کرنے کی واسطے آدمی بھیجے۔ اور ساتھ ہی اصحابوں کے مختصر گروہ بنا بنا کر دعوتِ اسلام کے لئے بیرونِ مچا میں بھیج دیئے۔ اسی سال میں قیدیہ طے کے بہت سے آدمی جو کہ کسی گروہ کے ساتھ جنگ پر آمادہ ہو گئے تھے۔ بعد شکست کھانے کے مدینہ میں قید ہو کر آئے۔ ان میں حاتم طائی کی لڑکی بھی تھی۔ جب اس لڑکی نے اپنا حسب نسب بتایا۔ تو آپ نے معہ اس کے ہمراہیوں کے آزاد کر دیا کہ یہ سب شخص کی لڑکی ہے۔ دوسرے سال انہوں نے آکر اسلام قبول کیا۔

غزوہ تبوک

بعد ازیں قریباً تین ماہ تک مدینہ منورہ ہی میں قیام پذیر رہے۔ اور خلقِ خدا کو اسکے احکام اور مواظظِ حسنہ سے مستفید کرتے رہے۔ اسی اثنا میں ملکِ شام سے ایک

تھانہ مدینہ میں پہنچا۔ اور کہا کہ شاہ روم نے ایک بڑی جوار فروج تیار کی ہے کہ اسلانیوں سے جنگ مودہ کا بدلہ لیا جائے۔ اور اس نے یہ بھی سنا ہے کہ محمد مصطفیٰ صلعم جنگ خیبر میں اسیر ہو کر شہید کیا گیا ہے۔ آپ نے سوچ کر اطراف و جوانب میں آدمی بھیجتے تاکہ دشمن کو اپنے ملک میں داخل ہی نہ ہونے دیا جائے۔ چونکہ اس سال بھی اسکا باراں سے قحط کا زور تھا۔ حجازی مسلمانوں نے نہایت ایشار سے کام لیا۔ اور ابو بکرؓ جیسے اصحابوں نے گھر کے تمام اثاثہ کو خدا کی راہ میں دے کر دوشوں کے پتوں کے کپڑے بنائے اور جنگ بتوک میں شریک ہوئے۔ اسی طرح دیگر اصحاب نے بھی حتی المقدور ایشار سے کام لیا۔ اور سامان جنگ متیا کر کے حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ مدینہ میں خلیفہ مقرر کر کے تیس ہزار کالشر جوار لیکر عازم شام ہوئے۔ کئی منافق جو کہ با دسموم اور مہاب راہ سے دڑتے تھے اجازت لیکر واپس آ گئے۔ جن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (پ۔ اس التوبہ ع ۱۱) فرح المخلفون بمقعدہم خلافت رسول اللہ وکرموا ان یجاهدوا باموالہم وانفسہم فی سبیل اللہ وقالوا لا تنفروا فی الحر قل نار جہنم اشد حرًا لو کانوا یفقهون۔ ترجمہ: جو لوگ کچھ چھوڑ دیئے گئے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول کو چھوڑ کر بہت خوش ہوئے اور انہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے جان و مال سے جہاد کرنا برا سمجھا۔ اور کہنے لگے ایسی گرمی میں مت نکلو۔ کہدے دوزخ کی آگ کی گرمی اس سے زیادہ سخت ہے۔ کاش ان لوگوں کو سمجھ ہوتی۔

پھر خداوند تعالیٰ اپنے حبیب کو فرماتا ہے۔ (پ۔ اس التوبہ ع ۱۲) لو کان عرضاً قریباً وسفرًا قاصداً لا تتبعوک ولكن بعدت علیہم الشقۃ۔ و یجاذون باللہ۔ لوان استطنوا لحرجنا معکم۔ یمہلکون انفسہم۔ واللہ یعلم انہم لکاذبون۔ عفا اللہ عنک لہ اذنت لہم حتی یتبین لک الذین صدقوا وقلم الکاذبین۔ لایہتاذنک الذین یؤمنون باللہ والیومہ الآخر ان یجاہدوا باموالہم و انفسہم۔ واللہ علیم بالمتقین۔ ترجمہ: (اے پیغمبر) اگر آسانی سے کچھ فائدہ ملنے والا ہو تا۔ اور سفر بھی نزدیک کا۔ تو یہ ضرور تیرے ساتھ ہو لیتے۔ لیکن یہ تمھن کی راہ (بتوک کا سفر) ان کو

دور معلوم ہوئی۔ اور اب خدا کی قسمیں کھانے لگے۔ اگر ہم سے ہو سکتا۔ تو ضرور ہم تمہارے ساتھ چلوں
یہ اپنی جانوں کو آپ و بال میں ڈال رہے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ وہ بے شک مجھنے
ہیں۔ (۱۷) پیغمبر اللہ نے مجھ کو معاف کر دیا۔ تو نے ان لوگوں کو اجازت کیوں دی۔ جب تک
سچے لوگ تجھ پر کھل جاتے۔ اور جھوٹوں کو بھی توجان لیتا۔ (۱۸) پیغمبر جو لوگ اللہ پر اور پچھلے دن
(قبلاست) بریقین رکھتے ہیں۔ وہ تجھ سے جہاد میں اپنی جان و مال کے ساتھ شریک نہ ہونے کی
اجازت نہیں مانگتے۔ اور اللہ تعالیٰ پر سہ گاروں کو خوب جانتا ہے۔ (۱۹) اس میں کئی کئی لوگ ہو سکتے
اور واپس آکر طرح طرح کی چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ کہنے لگے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اسلئے
مدینہ چھوڑ گئے ہیں کہ ان کو سفر میں تکلیف نہ ہو۔ یہ بات سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رہا گیا
فوراً لشکر کے پیچھے روانہ ہوئے۔ اور موضع حرب میں آپ کے لشکر سے جا ملے۔ عبد اللہ
ابی سلول منافق کہتا تھا کہ اس جنگ میں (خاکم بدین) مسلمانوں کو شکست ہو گئی
اور بہت سے قید ہو جائینگے۔ آخر کار بعد از مشقت بسیار موضع بتوک میں جو کہ شام
اور عرب کی حد پر واقع ہے۔ پہنچے۔ مگر روم وغیرہ کی طرف سے کوئی کسی قسم کی فوجی
نقل و حرکت معلوم نہ ہوئی۔ احتیاط دو ماہ تک موضع بتوک میں مقیم رہے۔ اسی اثنا میں
ہرقل شاہ روم کو اس امر کا پتہ چلا کہ محمد صلعم عرب اور شام کی حد پر پہنچ گیا ہے۔ تو
اس نے اپنے چند آدمیوں کو خفیہ طور پر اسلامیہ لشکر میں بھیجا تاکہ محمد صلعم کے عادات
خصائل دریافت کریں۔ جب ہرقل کے آدمیوں نے بعد از تحقیق حال جو کچھ دیکھا سنا
تھا۔ ہرقل کو جا سنا یا۔ تو اس کو یقین ہو گیا کہ خاتم المرسلین درحقیقت یہی شخص ہے
مگر رومیوں سے ڈر کر انکاری رہا۔

اسی حالت میں آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو شاہ دومۃ الجندل
کی طرف دعوت اسلام کی غرض سے روانہ کیا۔ شاہ دومۃ الجندل اول تو اسلام سو
انکار کرتا رہا۔ مگر پھر سوچ سمجھ کر آپ کی خدمت میں آیا۔ اور اسلام قبول کیا۔ اور
اپنی تمام رعیت کو بھی مسلمان کیا۔ اس کے بعد آپ واپس مدینہ تشریف لانے
کے واسطے تیار ہوئے۔

ابھی آپ بتوک میں ہی تھے کہ ابو عامر فاسق جس کا ذکر کچھ واقعات میں آیا ہے۔ جو آپ کا نہایت دشمن تھا اس نے مدینہ کے یہودوں کو چھی لکھی کہ آپ کے گھر میں ایک مسجد تیار کریں۔ اور فریب سے بلا کر محمد صلعم کو قتل کریں۔ میں بھی روم سے لشکر لیکر آ رہا ہوں۔ چنانچہ یہود نے مسجد تیار کر کے اس کا نام ضرار رکھا۔ ادھر تو اپنے آدمیوں کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا کہ ہم بصدقہ دل مسلمان ہو گئے ہیں اور ایک مسجد تیار کی ہے۔ جب آپ تشریف لائیں تو پہلے پہل اسی مسجد میں قدم رنجہ فرما کر مشرف و ممتاز فرمائیں۔ دوسری طرف یہود سے صلاح و مشورہ کر کے مسجد میں ایک آدمی کو شمشیر زہر آلود دے کر ہدایت کی کہ جس وقت محمد صلعم مسجد کے اندر داخل ہوں۔ فوراً پٹا دار کر دینا۔ ہم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجد میں لے آؤ گئے اور ایک آدمی بعد میں مسجد کو مقفل کر دے گا۔ تاکہ نکل کر کہیں نہ جاسکے۔ ادھر تو منافق یہ امر ادا دے کر رہے تھے۔ ادھر جب آپ بتوک سے روانہ ہونے لگے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور یہ آیتیں پڑھ کر سنائیں: (پس التوبہ بع ۱۳) والذین اتخذوا مسجداً أضراً وکفراً و تفریقاً بین المؤمنین وارضاداً لمن عادیب اللہ ورسولہ من قبل۔ ولیحلفن ان اردنا الا الحسنة۔ واللہ شہد انہم لکذوبون۔ لا نقم فیہ ابدالاً۔ المسجد استس علی التقوی من اول یمو حق ان تقوم فیہ۔ فیہ رجال یمحبون ان یتطہروا۔ واللہ یحب المطہرین۔ انمن استس بنیانہ علی تقوی من اللہ ورضوان خیر ام من استس بنیانہ علی شفا جوف ہارفا نہار بہ فی نار جہنم۔ واللہ لایہد سے القوم الظالمین۔ لایزال بنیانہم الذی بنواریبۃ فی قلوبہم الا ان تقطع قلوبہم۔ واللہ علیہ حکیم۔ ترجمہ:۔ (ان منافقوں میں) وہ لوگ بھی جنہوں نے ضد سے اور کفر سے اور مسلمانوں میں بھوت ڈالنے کے لئے اور اس شخص کا انتظار کرنے کے لئے جو پہلے اللہ اور اس کے رسول سے لڑ چکا ہے ایک مسجد (علین بنار

اور وہ تو ضرور تمہیں کھائینگے۔ کہ ہم نے بھلائی کے سوا اور کوئی نیت نہیں کی تھی۔ اور اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔ تو اس (مسجد میں) کبھی کھڑا (تک بھی) نہ ہو۔ ہاں وہ مسجد جس کی بنیاد شروع دن سے پرہیزگاری پر رکھی ہوئی ہے۔ وہ اس لائق ہے کہ تو اس میں کھڑا ہو۔ اس میں وہ لوگ ہیں جو خوب پاکی کو پسند کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ پاکی پسند کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔ بھلا جو شخص اللہ تعالیٰ کے در سے اس کی رضامندی کے لئے اپنی (عمارت کی) بنیاد رکھے۔ وہ اچھا ہے یا جو ایک پھٹے ہوئے روی کنگار کے کنارے بنیاد رکھے۔ پھر وہ اس کو دوزخ کی آگ میں (دھڑام سے) ڈالے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بے انصاف لوگوں کو راہ پر نہیں لگاتا۔ ان لوگوں نے جو عمارت بنائی۔ اس کی وجہ سے ہمیشہ تک ان کے دلوں میں نفاق رہے گا۔ مگر جب ان کے دل ہی کٹ جائیں۔ اور اللہ ان کے دلوں کا حال جانتا ہے۔ وہ حکمت والا ہے۔

آپ نے اس حال کے معلوم ہوتے ہی فوراً چند آدمیوں کو بھیجا تاکہ اس عمارت کو جڑھ سے کھینک کر پھینک دیں۔ ان آدمیوں نے حکم کی تعمیل کی۔ اور آپ جب مدینہ میں داخل ہوئے تو بدستور مسجد نبوی میں تشریف لے گئے اور نماز ادا کر کے لشکر کو حصن حبیب آپ مدینہ میں داخل ہونے تو دیکھا کہ پانچ آدمی مسجد کے ستونوں سے بندھے ہوئے ہیں۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کون شخص ہیں تو اصحابوں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ یہ وہ شخص ہیں جو کسی مجبوری کے باعث آپ کے ہمراہ بتوک میں نہ جاسکے اور کہتے ہیں کہ جبناک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں خود اپنے مبارک ہاتھوں سے کھول کر قصور فرمائینگے۔ یہیں بندھے رہینگے۔ آپ نے فرمایا کہ خدا ہی کھولے۔ میں تو نہیں کھول سکتا۔ فوراً حکم آئی نازل ہوا۔ (پ ۱۱۔ س التوبہ۔ ۱۳۶) واخرون اعترفوا بذنوبهم خلطوا علماً والحقوا بالحق عسی اللہ ان یتوب علیہم۔ ان اللہ غفور رحیم۔ خذ من اموالہم صدقۃ تطہرہم وتزکیہم بها واصل علیہم۔ ان صلوات سکن لہم واللہ سمیع علیہ۔ ترجمہ:- اور کچھ ایسے لوگ ہیں (جو منافق نہ تھے) انہوں نے اپنے قصور کا اقرار کیا۔ انہوں نے ایک اچھا کام کیا۔ تو ایک برا ملا دیا۔ قریب ہے کہ اللہ تم انکی توبہ قبول کر لے۔

مسجد نبوی سے مراد ہے آنحضرت کا قاعدہ تھا کہ جب باہر سے شہر میں تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں دو رکعت نماز ادا کر کے گھر تشریف لے جاتے۔ اسے عمارت کو گرا دیا جائے۔

بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اسے پیغمبر ان لوگوں کے مالوں میں سے زکوٰۃ لے۔ تو زکوٰۃ ان کو پاک کرے گا۔ اور ان کے درجے بلند کرے گا۔ اور ان کی واسطے دعا کرنا اس لئے کہ تیری دعا سے ان کو تسلی ہو جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سنتا ہے جانتا ہے +
اس آیت کے آتے ہی آپ نے خود دست مبارک سے ان کو کھولا۔ اور ان کے حق میں دعا کی +

سریہ انجدار یا وادی الرمل

ابھی مدینہ میں تشریف لائے ہوئے تھوڑی ہی مدت گزری تھی کہ ایک اعرابی آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کی یا رسول اللہ صلعم عرب کی ایک قوم وادی الرمل میں آئی ہے۔ اور مدینہ کو ارادہ رکھتی ہے۔ آپ نے فی الفور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کچھ سپاہ دیکر بھیجا۔ مگر جب انجدار کی وادی میں اہل اسلام نے قدم رکھا تو غنیمت نے کین گاہوں سے نکل کر اس شدت سے حملہ کیا کہ بہت سے اصحابوں نے شرف شہادت حاصل کیا۔ اور بقیہ مدینہ میں پہنچے کچھ اسی جگہ رہے جب آنحضرتؐ کو علم ہوا تو حضرت عمرؓ کو روانہ کیا۔ مگر اس دفعہ بھی وہی حال ہوا۔ برجنید حضرت عمرؓ نے اپنی سپاہ کو میدان میں قدم جانکی خاطر پکارا۔ مگر کچھ تو مدینہ میں ہی آٹھیرے اور کچھ اصراد مصر چھپ گئے۔ صرف چند کس باقی رہ گئے۔ جو میدان میں ڈٹے رہے۔ آپ نے اطلاع ملنے پر پھر عمرو بن العاص کی سرکردگی میں سپاہ بھیجی۔ مگر اسکا بھی وہی حشر ہوا۔ چوتھی دفعہ حضرت علیؓ کو سپاہ دے کر روانہ کیا۔ شیر خدا علیؓ کرم اللہ وجہہ نے ایک آدمی بھیجا کہ حضرت ابوبکرؓ عمرو بن خطابؓ اور عمرو بن عاصؓ رضی اللہ عنہما کو میدان سے بلوا لیا۔ اور عراقی عجم کا راستہ اختیار کر کے بعد از قطع منازل دشمن کے عقب کی طرف سے حملہ کر دیا۔ اور غنیمت کو کامل شکست دیکر مظفر و منصور مدینہ منورہ میں تشریف لائے +

اب اسلام کی دھاک ہر چار اطراف میں پھیل گئی۔ اور قبائل عرب اور دیگر ممالک کے گروہ کے گروہ آپ کی خدمت میں خود بخود آنے شروع ہوئے۔ ہر گروہ کی حسبِ توفیق خاطر تواضع کی جاتی اور خلعت اسلام کا انعام دیکر رخصت کر دیا جاتا۔ چنانچہ غزوہ بنوک کی امر سب پہلے بنی صرہ کا وفد پہنچا جو کہ آپؐ کے نسب نامہ سے لوی بن غالب سے منسلک ہے۔

اس کے بعد عامر بن طفیل کا گروہ بُری نیت سے آیا مگر خواب دیکھ کر گیا۔ پھر بنی نضیر کا گروہ آیا۔ اور ایمان سے ملبوس ہو کر واپس چلا گیا۔ حق تعالیٰ نے یہ برکت اسلام ان کے قبیلے سے قحط کے غلبے کو دور کیا۔ بعد ازیں قبیلہ بنی نجیب بنی کنانہ آئے۔ اور مشرف باسلام ہو کر واپس چلے گئے۔ اتنے میں یہ سال ختم ہو گیا۔

۱۰۰۔ اس سال کے شروع ہوتے ہی آپ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مختصر سی جمعیت سے قبیلہ حارث بن کعب کی طرف روانہ فرمایا۔ اور حکم دیا کہ اول تین دفعہ اسلام کی طرف بلاؤ۔ اگر نہ مانیں تو جزیہ کی نسبت کہو۔ اگر یہ بھی نہ مانیں۔ تو جنگ کا پیغام دو۔ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اس قبیلہ میں پہنچے۔ تو سب نے دین اسلام قبول کیا۔ پھر آپ نے بخران کے عیسائیوں کی طرف جمعی بھیجی۔ اور دین اسلام کی دعوت کی مگر انہوں نے قبول اسلام سے پہلے چودہ آدمیوں کو آپ کی خدمت میں تحقیق و تفتیش کیواسطے روانہ کئے۔ جب وہ آپ کی خدمت میں آئے۔ تو آپ نے ان کو دین اسلام کی طرف رجوع دنیا۔ مگر انہوں نے انکار سے پہلے چند سوال کئے۔ جن کا جواب آپ نے با حسن وجہ دیا۔ پھر ان کے سردار عبدالمسیح عرف عاقب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت سوال کئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ وہ بھی میری طرح خدا کا بندہ اور پیغمبر تھا۔ پھر اس نے سوال کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا باپ تھا یا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ پھر اس نے کہا۔ صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰ خدا کا بیٹا تھا (لغو ذالہ) آپ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں۔ تو عبدالمسیح نے کہا۔ دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں ہوا جو بغیر باپ کے پیدا ہوا ہو۔ مگر عیسیٰ علیہ السلام۔ اور آپ اس کو خدا کا بندہ خاکی النسل بتلائے ہیں۔ کیوں بغیر باپ کے پیدا ہوا۔ آپ نے فرمایا اس کا جواب کل دیا جائے گا۔

حسب وعدہ اگلے دن وہ نصرانی آپ کی خدمت میں آئے۔ اور جواب پوچھا۔ اسی وقت جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لے کر آئے۔ (پ۔ س۔ آل عمران ۶۶) بن مثنیٰ عیسیٰ عند اللہ کشادہ خلقہ من تراب ثم قال له کن فیکون۔ الحق من ربک الا انکم من الممتزین۔ فمن حاجک فیه من بعد ما جاءک من العلم

فقل تعالوا ندع أبناءنا وأبناءكم ونساءنا ونساءكم وأنفسنا وأنفسكم ثم تبتلن فنجعل لعنت الله على الكاذبين۔ (ترجمہ) بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے پاس ایسی ہے۔ جیسے آدم کی (بلکہ اس سے بھی کم) اللہ نے آدم کا پتلا مٹی سے بنایا۔ پھر اس سے کہا آدم ہو جا۔ وہ آدم بن گیا۔ یہ بات (یعنی عیسے کا بن باب خدا کے حکم سے پیدا ہونا) حق ہے تیرے مالک کی طرف سے۔ تو شک کرنے والوں میں مت ہو۔ پھر جب تجھ کو عیسے کا حال معلوم ہو چکا اب بھی کوئی تجھ سے اس بارے میں جھگڑا کرے تو کہہ دے۔ آؤ اپنے بیٹوں کو بلائیں۔ تم اپنے بیٹوں کو۔ اور ہم اپنی عورتوں کو اور تم اپنی عورتوں کو۔ اور ہم اپنی ذاتوں سے شریک ہوں۔ تم اپنی ذاتوں سے۔ پھر خدا کے سامنے عاجزی کریں اور چھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔ *

جب ان کو یہ جواب دیا گیا۔ اور ساتھ ہی مباہلہ کی درخواست بھی کی گئی تو انہوں نے کہا کہ ہمیں دہلی دے جائے۔ سو سوچ سمجھ کر جواب دینگے۔ جب وہ واپس اپنے مقام پر مہلت لیکر آئے۔ تو کہنے لگے بغیر تو برحق ہے۔ مگر پہلا دین چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ اگلے دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم یہ یقین کرتے ہیں کہ تو پیغمبر برحق ہے مگر سابقہ دین چھوڑ کر کو دل نہیں چاہتا۔ آپ نے فرمایا کہ دین اسلام سارے جہان کی واسطے ہے۔ جلد ادیان کو دین منسوخ کرتا ہے۔ تمہیں ضرور دین سابقہ کو چھوڑ کر دین اسلام میں آنا چاہیے۔ ورنہ عذاب خدا میں مبتلا ہو گے۔ چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے (پ ۲۲۔ ص ۱۳۱) وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیرا و نذیرا و لکن اکثر الناس لا یعلمون ترجمہ: سارے پیغمبر ہم نے تجھ کو سارے (دنیا کے) لوگوں کو خوشخبری سنلے اور (عذاب سے) ڈرانے کے واسطے بھیجا ہے۔ پر اکثر لوگ نادان ہیں۔ *

آخر انہوں نے جزیہ دینا منظور کیا۔ ان میں سے ایک آدمی مسلمان ہو گیا۔ ابو عبیدہ کو ان میں امین بنا رکھیج دیا۔ *

اسی سال باذان حاکم مین نے چوک پر دیز کا براہ زادہ تھا۔ وفات پائی۔ اور سلطنت میں خرابی پیدا ہو گئی۔ چونکہ وہ اسلامی مملکت تھی۔ آپ نے اس کے نابالغ لڑکے کو حاکم مقرر کر کے عاصر بن شہر ہدانی۔ ابو موسیٰ اشعری۔ علی بن امیہ۔ معاذ بن جبل کو مین میں منتظم

مقرر کر کے مدینہ سے فی الفور یمن کی طرف روانہ کر دیا۔ کہ امور سلطنت میں خلل نہ پڑے۔

اس سال میں بھی گذشتہ سال کی طرح وفدائے شروع ہوئے۔ سب سے پہلے

جریر بن عبد اللہ اپنے قبیلہ کے ساتھ آدمی لے کر مدینہ میں آیا۔ اور مشرف باسلام ہوا۔ اور عرض کی یا رسول اللہ ذوالحلیفہ کے علاقے میں بہت سے بُت خانے ہیں۔ آپ چاہتے تھے کہ کسی اصحاب کو فوج دیکر اس طرف روانہ کیا جائے۔ مگر جریر نے عرض کی کہ یہ خدمت میرے سپرد ہو۔ چنانچہ اجازت دی گئی۔ جریر نے ذوالحلیفہ میں جا کر پہلے دعوت اسلام کی۔ مگر آخر جنگ تک نوبت پہنچی۔ بُت خانے برباد ہوئے۔ اور اہالیان ذوالحلیفہ فرار ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مسلمان ہو گئے۔

بعد ازیں مختلف وفود آتے رہے مثلاً ذہب بنی غابد۔ وفد فیروز۔ برادر زادہ شاہ بخاشی۔ وفد بنی حنیفہ۔ وفد محارب۔ وفد سلافاتی۔ وفد خولان۔ وفد مرو۔ وفد غسان۔ وفد کندہ۔ وفد ابیدہ۔ وفد بنی ثعلبہ۔ وفد غافقہ۔ وفد شیبان۔ وفد سہدان۔ وفد جہان۔ وفد سباع۔ وفد بکر بن وائل۔ وفد حضرموت۔ وفد بہرام۔ وفد خثعم وغیرہ وغیرہ غرضیکہ ہر چار طرف سے جوق در جوق آکر حلقہ بگوشان اسلام میں داخل ہوتے گئے۔ اور اصنام پرستوں پر لعنت کرتے گئے۔ اہل مدینہ اس سال کو سنۃ الوفود کہتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ اس واقعہ کو قرآن مجید یونان کرتا ہے۔ (نہ. س. النصر) اذ اجتمع نصرنا والفتح ورايت الناس يذخرون في دين الله افواجا. فبیتکم بحمد ربک واستغفرک۔ انہ کان توابا۔

(ترجمہ) (اے پیغمبر) جب خدا کی مدد آپ پہنچی۔ اور فتح۔ اور تو نے دیکھ لیا۔ اللہ تعالیٰ کے دین میں جوق جوق داخل ہو رہے ہیں۔ تو قرین کے ساتھ مالک کی پاکی بیان کر۔ اور اس سے بخشش مانگ۔ بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

اسی سال میں علاؤدیام کے ایک شخص مسلمانہ نے دعوت نبوت کیا۔ اور عام لوگوں میں مشہور کیا کہ میں محمد (صلعم) کی نبوت میں شریک ہوں۔ اور من گھڑت عربی عبارات بنانا کفر و خرافا کہنے لگا۔ اور شراب و مراء کو جائز قرار دیا۔ پھر ایک چٹھی آپ کی خدمت میں تحریر کی۔ جس کا یہ تھا کہ میں تمہاری نبوت میں شریک ہوں۔ مجھ کو اپنی تمام ملکیت میں سے نصف حصہ دیدے

لیکن قریش کی قوم فریبی ہے۔ جب چٹھی آپ کی خدمت میں پہنچی۔ تو صحابہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ حکم دیجئے۔ کہ ایسے قاصد کا سراٹا دیں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ قاصد کو مارنا جائز نہیں ہے۔ پھر آپ نے جواب دیا۔ کہ تو کا ذب اور مفتری ہے۔ خدا تجھے ہدایت کرے۔ بہتر ہے کہ راستی سے اسلام کی طرف رجوع کرو۔ اور ٹھنڈے دل سے خدا کی عبادت میں مشغول ہو۔ ورنہ قیامت کا عذاب بھگتنا پڑے گا۔ نبوت میں کسی کو شریک کرنا خدا پر سراسر افترا ہے۔

حج الوداع

مسئلہ کذاب کی چٹھی کا جواب دے کر آپ نے حج کا ارادہ کیا۔ یہ آپ کا آخری حج تھا۔ گرد و نواح کے لوگوں کو حج کے واسطے بلایا۔ اس خبر کے منتر ہوتے ہی جوق جوق لوگ آنے شروع ہوئے۔ یہاں تک کہ مدینہ منورہ میں جگہ کی کمی پیدا ہو گئی۔ آخر کار حج کی تعلیم دینے کے بعد مورخہ ۲۵ راہ ذیقعد ۱۰ کو مدینہ سے کہ مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ بے شاہد اہل اسلام ساتھ تھے۔ جمع اہمات مومنین بھی ہمراہ تھیں۔ بعد از قطع منازل جب شمرکہ میں پہنچے۔ تو حج سے فارغ ہو کر قربانیاں کیں بعد ازاں جملہ ادا شدہ و نواہی اسلام کو بڑی لمبی جوڑی تقریر میں بیان فرمایا۔ ابھی وعظ سے فارغ ہی ہوئے تھے۔ کہ خداوند کریم کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی۔

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً

بعد اس کے کچھ دن مکہ معظمہ میں توقف فرما کر مدینہ منورہ کی طرف مراجعت فرمائی۔

جب آپ حج سے واپس آ گئے تو جبرائیل علیہ السلام ایک اعرابی کی صورت میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اصرابوں میں سے کسی نے بھی نہ پہچاناکہ یہ کون شخص ہے اور ساتھ ہی بسبب رعب کو کبیر رسالت کلام بھی نہ کر سکتے تھے۔ اعرابی نے احسان اسلام ایمان۔ قیامت دیگر ادا شدہ و نواہی کی نسبت غرضیکہ کوئی ایسی بات نہ چھوڑی جو کہ مذہب اسلام میں نہ آئی ہو۔ آپ پر سوال کئے جنکے جواب آپ نے نہایت فصاحت و بلاغت

اور صراحت سے دیئے۔ کوئی شک و شبہ باقی نہ رہا۔ بعد اس کے اعرابی تو چلتا بنا۔ اور اصحابوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کون شخص تھا۔ آپ نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام تھا۔ جو کہ تمہاری تعلیم کے واسطے آیا تھا۔ کیونکہ تعلیم اسلام کامل و اکمل ہو چکی ہے۔ سمجھ لو کہ جبرائیل امین کے آنے سے اسلام کی تعلیم کا اعادہ ہوا۔ اب ان پر دل و جان سے کاربند ہو۔ اور اپنی اولاد کو متعلقین کو اس پر عمل کرنی کی تعلیم دو۔ **اللہ**۔ اس سال میں مسیحی بڑی الکلاخ سمیع بن کرزن مالکے جو کہ گردنہ کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا۔ دعویٰ خدا کی کیا جس کی طرف اپنے جبرین عبد اللہ کو ایک مختصر لشکر کا افسر بنا کر روانہ کیا۔ ابھی جبرین عبد اللہ بعد فتح کے پٹانہ تھا کہ آپ نے وفات پائی۔ حضرت عمرؓ عہد خلافت میں یہ مسلمان ہوا۔ اس کے بعد آپ کی طبیعت کچھ علیل سی ہو گئی۔

جب اس امر کی خبر گردنواح میں پہنچی تو بد ذات مسیلہ کذاب نے مکر بڑے زور شور کے ساتھ دعویٰ نبوت کیا۔ چنانچہ اس کی نسبت ایک قصہ مشہور ہے کہ ایک شخص مسیلہ کے پاس آیا۔ اور کہا کہ میرے دولہے کے ہیں۔ ان کے حق میں دعا فرمائیں۔ کہ وہ نیک اعمال ہوں۔ اور ان کی عمر دراز ہو۔ مسیلہ نے دعا مانگی۔ اور اس شخص کو واپس کیا جب وہ شخص اپنے گھر پہنچا۔ تو ایک لڑکا تو سامنے ہی کنوئیں میں گر کر مر گیا۔ اور دوسرے کو رات کو بوقت کوئی درندہ پھاڑ کر کھا گیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں یہ مردود صحابہ اپنے تابعداروں کے خالد بن ولیدؓ کی تیغ بے پناہ سے جہنم میں پناہ لے گیا۔ اسی موقع پر ایک اور عورت سحاح نامہ بنت حارث نے جو کہ بنی ربیع میں تھی دعویٰ نبوت کیا۔ جب مسیلہ کو اس عورت کی خبر ملی تو اہل مسیلہ نے سمجھایا کہ تیرا دعویٰ نبوت جھوٹا ہے مگر سحاح اصرار کے ساتھ مسیلہ کو کاذب بتاتی رہی۔ حاصل کلام دونوں میں لڑائی تک نبوت پہنچی جس میں سحاح کو فتح اور مسیلہ کو شکست نصیب ہوئی۔ آخر مسیلہ نے سحاح کی طرف تحفے تحائف بھیج کر صلح کر لی۔ اور سحاح کو اپنے خیمہ میں بلایا۔ جب سحاح مسیلہ کے خیمے میں پہنچی۔ تو بجائے کسی کو جھوٹا پہچاننا کہ کسی کے بلاتوئیاز کی گفتگو شروع ہوئی۔ اور اسی جگہ ہی

دو فوں نے آپس میں نکاح کر لیا جب سحاح اپنے قبیلے میں آئی اور لوگوں نے آپس کی گستاخو وغیرہ کا حال احوال پوچھا۔ تو سحاح نے کہا مسیلہ کی پیغمبری کا مجھے اور ہری پیغمبری کا مسیلہ کو علم ہو گیا ہے۔ اس واسطے ہم نے آپس میں نکاح کر لیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ مہر کس قدر مقرر کیا ہے۔ تو سحاح کھٹ افسوس ملکہ کہنے لگی۔ مہر کی نسبت تو یاد ہی نہ رہا۔ آخر قبیلہ والوں نے دوبارہ مسیلہ کے پاس مہر مقرر کرانے کی غرض سے بھیجا جب سحاح نے آکر مہر کا قصا کیا۔ تو اس نے کہا کہ تیرے نکاح میں مؤذن بھی ہیں یا کہ نہیں۔ سحاح نے کہا کہ ہیں تو مسیلہ نے ان کو بلانے کا حکم دیا۔ جب مؤذن حاضر ہوئے تو مسیلہ نے کہا کہ سحاح کے مہر میں نماز جمعہ و عشا میں نے معاف کر دی ہے۔ اس وقت کی اذان نہ دیا کرو اور اپنے ملک کی نصرت امدادی سحاح کے ملک کے غریبوں کو وقف کر دی یہ فیصلہ کر کے سحاح اپنے ملک میں گئی اور تین آدمی بھیجے کہ اس سال کی آمدنی کا نصف لے آویں۔ ابھی وہ پہنچے ہی تھے کہ خالد بن ولیدؓ نے ابراہیمؓ مسیلہ کذاب نے تو پروانہ دوزخ حاصل کر کے عدم آباد کی راہ لی اور سحاح بھی گئی اور آوارہ گردی میں ہی ہلاک ہوئی۔ ذالک جزء نظامین ۴۰

اسی طرح ایک اور مردود عہدہ بن اسود بن کعب نے بھی دعویٰ نبوت کیا جو کہ عسقلان علاقہ میں کارہنے والا تھا۔ یہ جاوگرتھا اور دو صحیح و شفیق دیواس کے ماتحت تھے جو کہ اس کو بعض واقعات کی اطلاع دیتے رہتے تھے۔ اس بد بخت نے بہت سے مسلمانوں کو مرتد کر لیا۔ جب معاذ بن جبلؓ ابو موسیٰ اشعریؓ علی بن امیہؓ عامر بن شہر ہدانیؓ کو جو کہ اپنے بزازان کے لڑکے کی مدد کیواسطے یمن میں غائل مقرر کئے ہوئے تھے (خبر ملی تو انہوں نے قاصد بھیجا کہ آپ کی خدمت میں سارے حالات عرض کئے۔ آپ نے لکھ بھیجا کہ اس کو مسلمان کی طرف رجوع دلاؤ۔ اگر وہ اپنے اس دعویٰ کو ترک نہ کرے تو بزورِ شمشیر اس کا ستبا ناس کرو۔ جب آپ کا حکم عالمان یمن کو ملا تو حسب الارشاد عہدہ کو سمجھایا۔ اگر وہ باز نہ آیا آخر کار جنگ تک نہ بت پہنچی جس میں عہدہ واصل جہنم ہوا۔ مرد مسلمان دوبارہ ایمان ملائے ۴۱

۴۲ ماہ صفر ۳۱ھ کو آپؐ نے ایک بشار کی تیاری کا حکم دیا۔ اور اسامہ نام اصحاب کو اس لشکر کا انصر مقرر کر کے فرمایا کہ شام کی طرف جاؤ اور اپنے باپ کے قاتلوں سے انتقام لو

اول اسلام کی طرف بلاؤ۔ اگر نہ آویں تو جنگ کریں۔ یہ حکم سنتے ہی اسامہ اور سائر اصحاب تیاری میں مشغول ہوئے مگر اوائل ماہ ربیع الاول ۳ھ میں آپ کا مزاج مبارک زیادہ علیل ہو گیا۔ اسی علالت کی حالت میں معہ چند اصحابوں کے قبرستان بقیع کی طرف تشریف لے گئے۔ اہل قبور کے حق میں دعائے مغفرت مانگی۔ بعد ازاں جملہ شہدا کی نسبت جو کہ جہاد میں شریک ہو کر مرتبہ حاصل کر چکے تھے کی نسبت خداوند کریم سے دعا مانگی۔ اصحاب امین کہتے جاتے تھے۔ اسی طرح تین دن متواتر جاتے رہے اور دعائے مغفرت مانگتے رہے۔ اسی طرح میں آپ کی حالت دن بدن بگڑتی شروع ہوئی۔ اور لشکر جو کہ تیاری میں مصروف تھا بجا غٹ آپ کی علالت طبع کے فی الحال ملتوی ہو گیا۔ ایک دن آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بلا کر فرمایا۔ میرا وقت اخیر معلوم ہوتا ہے۔ اس واسطے میں خدا اور رسول کی تابعداری کرنے کی نسبت وصیت کرتا ہوں۔ بعد ازاں آپ نے غسل اور جنازے اور دفن وغیرہ کی نسبت وصیت کی کہ اہل بیت مجھے غسل دیوں۔ جنازہ حضرت ابوبکر صدیق رحمہ اللہ پڑھیں۔ اور بی بی عائشہ صدیقہ کے حجرے میں دفن کریں۔ غسل دینے کے بعد مجھے مکان میں رکھ کر تمام اشخاص باہر چلے جائیں۔ پہلے میرا جنازہ حضرت جبرائیل علیہ السلام بعد ازاں میکائیل علیہ السلام بعد ازاں اسرافیل علیہ السلام جمیع ملائکہ سے پڑھیں گے۔ پھر میرا جنازہ اہل مدینہ اور اصحاب پڑھیں۔

یہ وصیتیں کرتے ہوئے مسجد میں تشریف لائے۔ خطبہ میں بہت سی نصیحتیں کر کے فرمایا کہ اگر کسی اصحاب کا مجھ پر کوئی حق ہو تو آج مجھ سے لے لیوے۔ اگر کسی کو کوئی رنج پہنچایا ہو تو میرا بدن حاضر ہے۔ اپنا انتقام لے لے۔ ایک اصحابی اُٹھا۔ اور بعد ادب التجا کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے مجھے تین اوقیر انعام دینے کا وعدہ فرمایا تھا اپنے فضل بن عباسؓ کو اشارہ کیا کہ جو تین اوقیر تمہیں امانت کے طور پر دیئے تھے۔ ادا کرو۔ فضل نے تعمیل کی۔ اصحاب باصواب کا حال آپ کی زبان مبارک سے یہ کلمات سن کر بہت بیقرار ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ جرم فروع منہ ہے۔ کل نفس ذائقۃ الموت کو بروقت زیر نظر رکھنا پادار دنیا میں دل نہ لگانا اور زمرہ سے اتر کر بی بی عائشہؓ کے حجرے میں تشریف لیکنے

اب آنسو و رسانی کو شریعت اللہ علیہ وسلم کا مزاج و مہم زیادہ علیل ہوتا گیا۔ اس عرصے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے۔ اور عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خداوند تعالیٰ بعد و ردا اور سلام کے فرماتا ہے۔ اگر میرے حبیب کی مرضی ہو تو سیاری سے شفا بخشی جائے۔ آپ نے فرمایا کہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا میں اپنے ارادے کو اسی قادر و توانا کی مرضی پر چھوڑتا ہوں۔ ہمارا و انصار جبران و پریشان اور سقراط پھرنے تھے اور عیادت کو اتنے اور کبھی دل میں یہ خیال کرتے۔ کہ بعد از وفات رسالت اک صلم ہمارا کیا حال ہوگا کون ہمیں تشفی و تسلی دے گا۔ اسی حال میں ۹ ربیع الاول بروز جمعہ حضرت بلالؓ آپ کو بلانے کی واسطے آئے تاکہ نماز ادا کی جائے۔ مگر آپ نے فرمایا میں آنے سے عجیب رہوں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امام بنا کر نماز پڑھو۔ بلال یہ الفاظ سنتے ہی غش کھا کر زمین پر گر پڑا۔ بعد ہوش آنے کے سینہ بریاں و دیدہ گریاں مہمی میں گیا۔ اور حالات سے اصحاب کو اطلاع دی۔ مجبوراً حضرت ابوبکر صدیقؓ محراب کے پاس گئے۔ مگر جب محراب کو آپ کے وجود باوجود سے خالی دیکھا تو غش کھا کر دم سے زمین پر گر پڑے۔ اور طفل اشک کسی ماہر کی تلاش میں نرگسی آنکھوں سے نکلنے شروع ہوئے۔ باقی اصحاب کا بھی یہی حال تھا جب آپ نے یہ شور و غل سنا۔ تو بعد دریافت کرنے باعث کے سہارا لیکر مہمی میں تشریف لائے۔ اور منبر پر بیٹھ کر کل زن و مرد بچے۔ بوڑھے۔ جوانوں کو طلب فرما کر سب سے پہلے خدا کی حمد کی۔ بعد میں جمیع حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آج تمام حاضرین میں دوسری دفعہ کہتا ہوں کہ اگر کسی کو میری ذات سے رنج پہنچا ہو تو آج مجھے میری انتقام لے۔ اگر کسی کا کوئی قرض میرے ذمہ ہو تو وصول کر لے۔ میں چاہتا ہوں کہ دنیا سے پاک جاؤں۔ بعد ازاں کچھ عرصہ تحمل کر کے منبر سے نزول فرمایا۔ اور حضرت ابوبکر کو امام بنا کر پیچھے بیٹھ کر نماز ادا کی۔ بعد ازاں آپ پھر منبر پر تشریف لائے۔ اور پہلی تقریر کا اعادہ فرمایا۔ ایک شخص اٹھا اور عرض کیا کہ حضرت تین درم میرے آپ کی طرف ہیں۔ آپ نے فی الفور ادا کر دینے اور فرمایا دنیا کی فضیلت سے آخرت کی فضیلت بہت بڑی ہے۔ کوئی شخص اپنے حقوق کی طلبی میں شرم نہ کرے۔ اس دفعہ سب کی زبان ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ صلم ہم آپ کی

خدمت نہ کر سکے آپ نے تمام فرائض کو ادا کیا۔ مگر غفلت ہماری طرف سے ہوئی۔ یہ سنتے ہی آپ نے سب کے حق میں دعا مانگی۔ اور سہارے کیسا تھیلی بی عایشہ صدیقہ کے حجرے میں تشریف لے آئے۔ بس آج سے بعد پھر باہر نہ نکلے۔ مرض نے غلبہ کیا اہل بیت کے دل آپ کی جدائی کے خیال سے کباب ہو رہے تھے۔ بابر اصحاب کے دلوں کا بھی یہی حال تھا۔ حضرت حسن حسین و بی بی فاطمہ زرار زار رو رہے تھے۔ آپ نے تسلی و تشویٰ کی۔ اور بی بی فاطمہ کو خوشخبری سنائی کہ اے جان پدر میرے سب اہل بیت سے پہلے تو ہی مجھے ملے گی۔ بی بی فاطمہ یہ سنتے ہی خوش ہو گئیں۔ بعد ازاں آپ نے خدا سے دعا مانگی۔ اے خداوند قادر و توانا۔ اے صانع یکتا۔ اے رحیم و کریم۔ اے ستار و غفار۔ اے ذوالجلال و الاکرام۔ اے عظیم الاحسان تو اپنے فضل و کرم سے ان سب کو صبر کی توفیق بخش۔ جب آنحضرت صلعم اصحاب و اہل بیت کا رنگ زرد اور چشم تر دیکھتے تو فرماتے کہ خداوند میرے بعد تو ہی ان کی اور اسلام کی ولداری و غمخواری کر۔

خاتون جنت بی بی فاطمہ نے آپ سے پوچھا۔ اے ابا جان قیامت کے دن تجھ کو کہاں ملوں گی۔ تو آپ نے فرمایا جنت میں۔ پھر سوال کیا کہ اگر وہاں ملاقات نہ ہو تو کہاں دھونڈوں۔ فرمایا کہ بلصرہ کے پاس۔ پھر پوچھا اگر وہاں نہ ہو۔ تو کہاں۔ فرمایا کہ حوض کثرہ پر پھر عرض کی اگر وہاں بھی نہ تو کہا۔ اندر پایا کہ سبزن کے پاس۔ پھر فرمایا کیا اگر وہاں بھی زیارت نصیب نہ ہوئی۔ تب کس جگہ۔ فرمایا کہ دوزخ کے دروازہ پر کھڑا ہوا اپنی عاصی اُمت کو دوزخ سے نکال رہا ہوں گا۔ بی بی فاطمہ اس سخن کے سنتے ہی خوش ہو گئیں۔ اس کے بعد آپ پر بیوٹی ہی طاری ہو گئی۔ اور اس زہر نے جو کہ خیر میں زہر نام ایک عورت نے دیا تھا۔ بحکم خدا عود کر آیا۔ اور غلبہ کیا۔

کچھ عرصہ بعد آپ ابھی بے ہوش ہی تھے کہ ایک اعرابی آپ کے دروازہ پر کھڑا ہوا۔ اندر جانے کی اجازت مانگنے لگا۔ اندر سے آواز آئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بخار سے بیوٹا ہیں فی الحال اجازت نہیں مل سکتی۔ مگر اس اعرابی نے پھر اصرار کیا۔ تو کھڑے ہو کر اندر کا دروازہ کھولا۔ اندر آئی۔ اس نے زور کیا تھ نعرہ بلند کیا جس سے تمام

درو دیوار لرز اٹھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہوش آگئی۔ اور کروٹ بدلی۔
 نبی بی فاطمہؑ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک اعرابی دروازہ پر کھڑا ہوا اجازت مانگ
 رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: اسے فوراً چشم دہ اعرابی نہیں ہے۔ بلکہ ملک الموت ہے
 جو کہ بچوں کو یتیم کرتا ہے۔ جو والدین کو تخت جگہ چوکی جدائی کا داغ دیتا ہے۔ بیوی اور
 شوہر میں نفاق ڈالتا ہے۔ دو دوستوں کو جدا کر دیتا ہے تو وہی ہے جو بڑے بڑے
 گردن کشوں کا غرور دم بھر میں خاک میں ملا دیتا ہے۔ یہ وہی ہے جو کہ ایسے ماہر روپ
 اور نازک بیٹوں کو جو کہ پھول سے زیادہ نازک اور محتاب سے زیادہ خوشنما ہوتے ہیں
 دم بھر میں پیوند خاک کرتا ہے۔ یہی قبرستانوں کو آباد کرتا ہے۔ یہی عاشقانِ خدا کو
 دل شاہد کرتا ہے۔ یہ وہی ہے جو کہ خدا کے حکم سے انسان کو دنیا کے جہالوں سے
 رہائی دلاتا ہے۔ یہ وہی ہے جو کہ مدت کے درد مندوں کو امن کی نیند سلاتا ہے۔ اتنا
 سُننا تھا کہ سارے اہل بیت زار زار رونے لگے۔ آپ نے نبی بی فاطمہؑ حسنؑ حسینؑ
 کو گلے سے لگایا۔ پیار کیا۔ سب کو تسلی و تسفی دی۔ اور فرمایا کہ جب میری روح قبض
 ہو جائے تو سب کہو انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بعد ازاں حضرت عزرائیل علیہ السلام کو اندر آنے کی اجازت مل گئی۔ اندر آیا۔ تو عرض
 کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خداوند کریم بعد سلام کے فرماتا ہے۔ اگر میرا حبیب
 چاہے کہ اور زندگی دی جائے۔ تو اور زندگی دی جائے۔ اور اگر حکم ہو تو روح قبض
 کر لی جائے۔ بغیر آپ کی اجازت کے کوئی کام کرنے کا حکم نہیں۔ آپ نے فرمایا
 کہ ابھی میرے بھائی جبرائیلؑ کو آنے دو۔ جبرائیلؑ آئے۔ اور عرض کی یا حبیب اللہ
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کیواسطے ایک خوشخبری لایا ہوں۔ کہ دوزخ کے دروازے
 بند کئے گئے۔ بہشت کو آراستہ کیا گیا۔ آپ نے فرمایا کوئی اور خوشخبری۔ جبرائیلؑ علیہ السلام
 نے عرض کی کہ جملہ انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں پر جنت حرام ہے۔ جب تک کہ
 آپ اور آپ کی امت داخل نہ ہوئے۔ آپ نے فرمایا یہ خداوند کریم کی جانبی ہے
 کوئی اور خوشخبری نہ ہو۔ پھر جبرائیلؑ کو حکم ہوا کہ خداوند کریم نے جو حق کو ترجیحاً شفاعت طلب

آپ نے فرمایا: کوئی اور خوشخبری سناؤ۔ یہ تو خدا کی عنایتیں ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے
 کہا یا رسول اللہ صلعم آپ کی روح پر فتوح کا انتظار کیا جا رہا ہے۔ آپ نے فرمایا
 کوئی اور بشارت میری امت کیواسطے۔ کیونکہ میرا دل نہایت اندوگین ہے۔ جبرائیل
 علیہ السلام کو حکم ہوا کہ میرے حبیب کو کہہ دے جو کوئی مرنے سے ایک سال پہلے
 توبہ کرے وہ بخش دیا جائیگا۔ آپ نے فرمایا یہ وقت بہت سا ہے کسی کو کیا خبر
 کب موت آئے گی پھر حکم ہوا کہ جو شخص چھ ماہ پہلے توبہ کرے گا بخشا جائے گا اپنے
 نام نہ منظور کیا۔ پھر حکم ہوا کہ جو شخص ایک دن پہلے توبہ کرے گا۔ اس پر دوزخ حرام ہو چکی
 آپ نے فرمایا نہیں۔ غرض اسی طرح گھٹتے گھٹتے یہ حکم آخری پہنچا۔ اور خدا نے خود خلیفہ
 بننا منظور کیا۔ کتیری امت میں میرے بعد میں خلیفہ ہوں گا۔ الرباک یقرئک السلام
 ویقول ان کانت السنۃ والشہر والجمعة کثیرا والیوم کثیرا والیوم والیوم والسنۃ
 کثیرا۔ فمن عصانی فی جمیع عمرہ وبلغ روحہ حلقہ لم یکن ان یجری علی لسانہ
 التوبہ فدمعت عینا لا وندم فعلہ غفرت لہ ولا ابالی وان لم یدم
 وسمتک لہ شفیعاً یوم القیمۃ۔ یعنی جس شخص نے اپنی تمام عمر مختلف قسم کے گناہوں
 میں بسر کی ہو۔ اور ایک دم بھی خدا کی عبادت نہ کی ہو۔ اگر آخری دم جبکہ اس کا روح حلق
 میں اکم رہا ہوگا۔ اس وقت نہ امت کے ساتھ اپنے گناہوں سے صدق دل سے
 توبہ کرے گا۔ تو اس کی شفاعت ہو سکے گی۔ وہ بخشا جائیگا۔ قیامت کے دن میں۔ اور
 توحید کا اقرار کیا ہو۔ سبحان اللہ۔ آپ اس حکم سننے سے سرور و شاداں ہو گئے۔ اور جبرائیل
 سے پوچھا کہ میرے بعد بھی زمین پر آوے گا یا نہیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی۔
 یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی ہی خدمت کے واسطے پیدا ہوا تھا۔ آپ ہی
 تک زمین پر میرا نام محدود تھا۔ اب میں آپ کے بعد زمین پر صرف دس دفعہ آؤں گا۔ اور
 دس چیزیں لے جاؤں گا۔ (۱) بادشاہوں سے عدل (۲) دعا سے اثر (۳) پیغمبری
 محبت (۴) صابروں سے صبر (۵) شرم و حیا۔ (۶) برکت (۷) محبت علم دینی۔
 (۸) سخاوت (۹) حب خدا۔ (۱۰) عمل قرآن +

اس کے بعد آپ نے عزرائیلؑ کو مخاطب کیا۔ اور کہا: اے عزرائیل میری امت کمزور اور ناتوان ہے جو نزع کی سختی اس پر کرنی ہے، میری جان پر کھلے۔ عزرائیلؑ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی امت کی جان ہمیشہ نرمی اور شفقت کے ساتھ قبض کرونگا۔ جب آپ کو ہر طرح سے تسلی و تشفی ہو گئی۔ تو آپ نے عزرائیلؑ کو حکم دیا کہ اپنے کام میں مشغول ہو۔ آنا فائنا میں اسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز آئی۔ اور آپ ۱۲ ربیع الاولیٰ السنۃ ہجری کو بروز سوموار صبح بچے ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بعد ازاں حسب وصیت آپ کی غسل دے کر ایک مکان میں رکھ دیا گیا۔ جملہ ملائکہ علیہم السلام کے جنازے سے فارغ ہونے کے بعد سینہ بریاں و چشم گریاں جنازہ پڑھا۔ اور چھوٹی بی عایشہ صدیقہ بنو میں مدفون کئے گئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر مبارک پورے تریسٹھ برس کی تھی ۛ

(ختم شد باب چہارم)

باب پنجم مبہرات

سب سے بڑا بھاری معجزہ قرآن مجید و فرمان حمید کا نازل ہونا ہے۔ چونکہ آپ تو حق ہی اُمّی۔ جیسا کہ خداوند تعالیٰ بھی فرماتا ہے:۔ (پ ۲۱۔ س النکبوت ع ۵) وما کنت تتلو من قبلہ من کتب ولا تحطہ بحدیثک اذا لا کتاب المبطون۔ (ترجمہ) اور اے پیغمبر! قرآن (ترنے) سے پہلے تو کوئی کتاب پڑھ سکتا ہے۔ اور نہ اپنے ہاتھ سے اُس کو لکھ سکتا تھا (کیونکہ تو اُمّی تھا۔ نہ پڑھانہ لکھا) اگر تو لکھا پڑھا ہوتا۔ تو یہ جھوٹے (دعا باز) ضرور شبہ کرتے۔ بعض مشرک کہتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کوئی آدمی ہے جو اس کو عبارت بنا بنا کر دیتا ہے۔ اور یہ رسول بن بیٹھا ہے۔ اس اعتراض کا جواب خود خداوند کریم قرآن مجید میں کئی جگہ دیتا ہے ۛ (پ ۲۱۔ س البقرہ ع ۳) وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاولوا بسورۃ من مثله وادعوا شہداءکم من دون اللہ

انہ کنتم صلہ فیہن۔ ترجمہ: اور اگر تم کو شک ہے اس کلام میں جو ہم نے اتارا اور اپنے بندے کے تو ایک ہی صورت اس کے جوڑ کی بنا لاؤ۔ اور جو تمہارے حمایتی اللہ کے سوا ہوں۔ ان کو بھی بلالو (اور سورۃ بنانے میں مدد لو) اگر تم سچے ہو۔

اسی آیت کے آگے خدا خود فرماتا ہے کہ تم ہرگز نہ بنا سکو گے۔ مگر اسی امر کی تاکید کر کے نصیحت کرتا ہے۔ ایک اور جگہ ذکر آیا ہے کہ چند یہودی آپ کی خدمت میں آئے اور کہا یا رسول اللہ یہ قرآن اللہ کا اتارا ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں اسی قادر و توانا کا اتارا ہوا ہے۔ وہ یہودی کہنے لگے تو ہم بھی خدا کے برابر ہو گئے۔ ہم بھی ایسا بنا سکتے ہیں۔ اس وقت یہ آیت اتری: (پ ۵ اس بنی اسرائیل۔ ع ۱۰) قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یا قوا بمثل حملہ القرآن لایاتون بمثلہ ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا۔ ترجمہ: (اے پیغمبر) کہ (ایک دشمن تو قرآن کیا بنا سکتے ہیں) مگر سارے آدمی اور جن مل کر یہ چاہیں کہ اسی طرح کا قرآن (بنا لائیں) تو بھی اس طرح کا (بنار) نہ لاسکیں گے۔ پڑے ایک کی مدد ایک بھی کریں۔

آج تک بڑے بڑے فصحاء و بلغاء ہو گزرے ہیں۔ مگر کسی کی طاقت نہیں کہ دم مارے جو بد بخت کہتے ہیں کہ یہ خدا کا کلام نہیں۔ وہ ذرا غور تو کریں کیا انسانی اور خدائی مصنوعات میں فرق معلوم نہیں ہو سکتا۔ اتنی بڑی کتاب یعنی قرآن میں یکساں عبارت کی فصاحت و بلاغت اور شروع سے لیکر آخر تک سراسر حکمت اور انسانی پر مبنی۔ کوئی لفظ تک کمزوری ظاہر نہیں کرنا۔ اگر یہ بشر کی کلام ہوتی تو یہ موجب بشریت کہیں زیادہ زور دار الفاظ کہیں کم کہیں کوئی غلطی کہیں کوئی حد سے بڑھی ہوئی بات ہوتی۔ مگر کئی بڑے بڑے عالموں نے لاکھ جتن کئے ہزار سرٹیکا۔ مگر آخر کار وہی ٹائیں ٹائیں فش۔ کچھ نہ ہو سکا۔ (پ ۵)۔

س النصار ۱۱) انلا یتدبرون القرآن۔ ولو کان من عند غیر اللہ لو جدوا فیہ اختلافاً کثیراً۔ ترجمہ: کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے۔ اور اگر وہ (قرآن) خدا کے سوا اور کہیں سے آیا ہوتا (جیسے کافرو منافق سمجھتے ہیں) تو اس میں معلوم کر لیتے۔ اور بہت سا اختلاف پاتے ایک اور جگہ خدا کا فردن۔ مشرکوں کو مخاطب کرتا ہے۔ (پ ۱۱۔ س یونس۔ ع ۴)

صبح کے وقت کعبہ شریف کی طرف آتا اور ہر ایک کی غلطیاں نکالتا۔ ایک دن آپ نے بھی سورہ کوثر ایک تختی پر لکھ کر نکا دی۔ جب اگلی صبح عاص بن وائل آیا تو غلطیاں درست کرتا کرتا جب آپ کی تختی پر پہنچا تو اس پر متعجب ہو کر یہ الفاظ کہہ دیئے کہ یہ مخلوق کا کلام نہیں ہے۔

(۲۱) مشق القمر: (قتربت الساعة والنفس الفساد والبر والایة یعرضوا ویقولون مستمر ترجمہ:- قیامت قریب آن ہوئی اور جان بچھڑ گیا۔ اور یہ (کافر) اگر کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو نالہ دیتے ہیں (کچھ خیال نہیں کرتے) اور کہتے ہیں یہ جادو تو دوسرے سے اہل آسائے ہے۔ آپ کا دنیا میں تشریف لانا ایک قیامت کی نزدیکی کی نشانی ہے۔ مکہ کے کافروں نے آپ سے کہا کہ اگر پیغمبر ہو تو چاند کو دو ٹکڑے کر دو۔ آپ نے اگلی مبارک سے اشارہ کیا تو چاند علیحدہ علیحدہ دو ٹکڑے ہو گیا مگر کافروں نے کہا تو نے جادو کر دیا ہے۔ اس وقت خداوند کریم نے یہ سورت نازل فرمائی۔

(۲۲) جنگ بدر میں کنکریوں کی ٹٹھی کا پھینکنا اور کافروں کا ہلاک ہونا جنگ بدر میں اس کا ذکر ہو چکا ہے۔

(۲۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہات خود ایک معجزہ تھے کیونکہ آپ کا سایہ ہی نہ تھا۔ باحتول اور پاؤں کی انگلیوں میں گانٹھیں نہ تھیں۔ خداوند کریم نے اس واسطے آپ کے سایہ کو دنیا سے اٹھالیا کہ میرے حبیب کا سایہ زمین پر کسی ناپاک جگہ نہ پڑے۔ اور قیامت کے دن بھی سایہ امت محمدی پر پردہ ڈالے تاکہ سورج کی طیش سے محفوظ و مصون رہیں۔ آپ کا سایہ نہ ہونا آپ کے نورانی خلقت ہونے پر دل ہے۔ اگر آپ کا سایہ نہ ہوتا تو خاکی النسل ہوتے۔ نور کا سایہ نہیں ہوتا۔

(۲۴) جنگ خیبر کے وقت ایک دن آپ لیٹے ہوئے تھے اور آپ کا فرق مبارک حضرت علیؓ کی ران پر تھا۔ عصر کا وقت تنگ ہو رہا تھا کہ آپ پر آثار وحی ظاہر ہوئے حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ بآئینہ رعب و بسات کے بدل نہ سکتے تھے۔ بعد از وحی کے جب آپ اٹھے تو سورج غروب ہو چکا تھا۔ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ نے عرض کی یا رسول اللہ

میری عمر کی نماز قضا ہو گئی ہے۔ آپ نے خداوند کریم سے دعا کی۔ تو فوراً سورج مکرر نمودار ہو گیا۔ اور بعد فراغت نماز کے پھر غروب ہو گیا۔

(۶) ایک دن آپ کے اصحاب جہا ہر انصاری نے دعوت کی۔ جابرؓ نے ایک بکری لے کر ذبح کی۔ اور گوشت وغیرہ بنانے کے واسطے اپنی عورت کو دیا۔ جابر کے دو لڑکے تھے چھوٹے لڑکے کا اس بکری کے ساتھ جو ذبح کی گئی تھی۔ بہت پیار تھا۔ جب اس نے بکری کو نہ دیکھا تو اپنے بڑے بھائی سے بکری کی نسبت استفسار کیا۔ بڑے بھائی نے جواب دیا کہ وہ تو ذبح ہو چکی ہے۔ پھر اس نے ویسے ہی محبت بھرے الفاظ سے بھائی کو کہا کہ کس طرح ذبح کی جاتی ہے۔ مجھے بتاؤ۔ چونکہ ابھی دونوں معصوم بچے تھے۔ بڑے بھائی نے اس کو ٹاکر گردن پر چھری پھیر دی۔ اور کہا کہ اس طرح ذبح کی جاتی ہے۔ مگر وہ تو رپ کر جان توڑ رہا تھا۔ ہر چند بڑا بھائی بھلاتا۔ مگر جواب نہ ملتا۔ آخر اس کے دل میں فکر پیدا ہوا کہ یہ کیا ہو گیا۔ اسی فکر میں ایسا غلطان ہوا کہ وہ بھی جب اس حال کی خبر اپنی مادر مہربان کو دینے کے واسطے دوڑا کہ چھوٹا بھائی بولتا نہیں۔ تو فرط افکار سے دوڑتا ہوا گر کر مر گیا۔ جب ان کی ماں نے یہ حال دیکھا۔ تو وقت کا خیال کر کے صبر کا پتھر کلیجہ پر باندھا۔ اور خیال کیا۔ اگر ان دونوں کی موت ظاہر ہو گئی۔ تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روٹی نہ کھا بیٹھے۔ دعوت کے خیال سے گھر میں بھی روٹی نہ پکائی ہوگی۔ بہتر ہے کہ ان لاشوں کو چھپا دیا جائے۔ اور بعد روٹی کھانے کے ان کی تجبیر و تحفین کا انتظام کیا جائے۔ یہ سوچ کر ان کو مکان کے اندر چھپائی پر لٹا کر ادھر کپڑا ڈال دیا۔ جب جابرؓ باہر سے آیا تو لڑکوں کو نہ دیکھ کر ان کی نسبت دریافت کیا۔ تو ان کی ماں کی آنکھوں میں آنسو بھر گئے۔ زبان بند ہو گئی۔ اور انگلی سے ان کی چارپائی کی طرف اشارہ کر دیا۔ جب جابرؓ نے حادراً اٹھ کر دیکھا۔ تو لڑکے اگر انا چار صبر کا پتھر کلیجہ پر رکھا۔ اور روٹی کھانے تک اخفا کی کوشش کرنے لگا۔ جب روٹی تیار ہو گئی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معہ اپنے اصحاب کے تشریف لے آئے ابھی کھانے کے واسطے پہلا ہی لفظ اٹھایا تھا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے۔ اور کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خداوند تعالیٰ حکم فرماتا ہے۔ جب تک جابر کے دو تونڈے کھانے میں شریک نہ ہوں کھانا نہ کھایا جائے۔ یہ حکم سن کر آپ نے جابر کو کہا کہ اپنے لڑکوں بھی بلاؤ۔ جابر نے کہا کہ وہ کہیں کھیل رہے ہوں گے۔ آپ طعام تناول فرمائیں۔ وہ آئیں گے۔ تو کھانا کھالیں گے۔ ہر چند جابر نے کھانا کھانے کی نسبت اصرار کیا۔ مگر آپ نے فرمایا جاؤ جہاں ہیں۔ بلا کر لاؤ۔ ناچار جابر اٹھا اور وٹا و صوتا کچھ عرصہ باہر پھر کر آیا۔ اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ نظر نہیں آئے۔ آپ کھانا تناول فرمائیں آپ نے فرمایا کہ حکم خدا آچکا ہے۔ جب تک تیرے دونوں فرزند شامل نہ ہوں کھانا نہ کھایا جائے۔ یہ سن کر جابر غنا زار رو پڑا۔ اور آپ کو اٹھا کر جہاں وہ دونوں معصوم فرزند آرام کی میند سو رہے تھے لگا کر چاد کو اٹھایا۔ جب آپ نے یہ حال ملاحظہ فرمایا تو آپ نے کہا قُمْ بِأَذْنِ اللَّهِ تَعَالَى حُكْمُ اللَّهِ كَهْرُ بَيْتٍ بَسْ يَكُنْ تَحْتَكَ دُونُ بَيْتٍ بَعْضُ شَهَادَاتِ الشَّهَادَاتِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَآشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ پڑھتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہاں باب اور دیگر اصحاب نے جن کو حالت معلوم ہوئی خدا کا شکر ادا کیا۔ اور کھانا سب نے مل کر کھایا۔

آپ کے معجزات کے دفتر کے دفتر بھرے پڑے ہیں۔ جن کی گنجائش ان چند اوراق میں نہیں ہو سکتی۔ سچ پوچھو تو آنسو و رسا قحوص کو تر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات ہی خود ایک معجزات کا منبع تھی یا صرف یہ چند معجزات تبرکاً درج کر دیئے گئے ہیں۔

ازواج و اولاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اسمائے مبارک ازواج مطہرات

(۱) بی بی خدیجہ بنت خویلد۔ (۲) بی بی عائشہ صدیقہ رض بنت حضرت ابو بکر صدیقؓ
(۳) بی بی حفصہ بنت عمر فاروقؓ رض (۴) بی بی ام حبیبہ بنت ابوسفیانؓ

علی بی بی عائشہ صدیقہؓ رض کنواری تھیں کہ آپ نے شادی کی۔ باقی سب مطلق یا بیوہ۔

(۵) بی بی سوہدہ زہنت و ممدہ (۶) بی بی ام سلمہؓ (۷) بی بی صفیہ زہنت حبی بنی اخطب
(۸) بی بی میمونہ زہنت حارث (۹) بی بی زینبؓ (۱۰) بی بی جہیرہ زہنت حارث
(۱۱) بی بی ماریہؓ

بی بی خدیجہ اور بی بی ماریہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے
فوت ہو چکی تھیں۔ اور باقی نو بعد آپ کی وفات کے فوت ہوئیں۔ اور شہر مدینہ منورہ
کے قبرستان یثرب میں مدفون ہوئیں۔ بی بی خدیجہ رحمہ مکہ مکرمہ میں ہجرت سے پہلے فوت
ہوئیں۔ اور وہاں ہی دفن ہوئیں۔ بعض اصہات مومنین کی تعداد چودہ کہتے ہیں۔ ریحانیہ
امرات۔ زینبؓ کو زیادہ کرتے ہیں *

اسمائے مبارک فرزانہ ان آنسور و صلح

قاسم۔ طیب۔ طاہر۔ اور ابراہیم رحمہ۔ انہوں نے بچپن میں ہی وفات پائی

اسمائے مبارک دختران آنسور و صلح

(۱) بی بی زینب رضہ۔ ابوالعاص الربیع کے ساتھ شادی کی گئی۔ (۲) بی بی رقیہ رضہ
پہلے ابواسب کے لڑکے کے ساتھ نکاح ہوا تھا۔ مگر جب آپس میں عداوت پیدا
ہو گئی۔ باعث ان کے اسلام قبول نہ کرنے کے اس نے طلاق دے دی۔ اور
بعد ازاں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح کیا گیا۔
(۳) بی بی فاطمہ رضہ زہرہ اور بتول لقب ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ
نکاح ہوا۔ حسنؓ و حسینؓ رحمہ کے تولد ہوئے۔ محسن حالت طفلی میں صبی
سیا جہاں ہوئے۔

(۴) بی بی ام کلثوم۔ بعد از وفات بی بی رقیہ کے اس کا بھی حضرت عثمان رحمہ کے ساتھ
نکاح کیا گیا۔ اسی واسطے حضرت عثمان رحمہ کو ذوالنورین کہتے ہیں۔ آپ کی تمام اولاد
سوائے ابراہیم رحمہ کبھی بی بی خدیجہ رحمہ کے بطن میں ہی تھی۔ ابراہیم رحمہ بی بی ماریہؓ کے بطن سے تھے۔

شتمہ از اوصاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسن صورت میں اعلیٰ حسن سیرت میں یکتا۔ فصاحت و بلاغت میں افضل۔ علم و کمال میں اکمل۔ پاکیزگی جسم و لباس میں اطہر۔ بہترین خلایق اول و آخر۔ یدی کا ید نہ دی سے نہ دیتے۔ بلکہ حتیٰ الوسع نیکی کرتے۔ جو کوئی آپ کو برا بھلا کہتا۔ آپ اس کے حق میں دعائے نیک مانگتے۔ کوئی ایسی بات نہ کہتے۔ جس سے سُننے والے کا دل رنجیدہ ہو نہ ہر ایک کے قلم تلخہ خندہ پیشانی سے ہمیش آتے۔ گناہ گار کی خطا پر پردہ ڈالتے۔ اور قصور کو معاف کر دیتے۔ نیکی اس واسطے نہ کرتے کہ نیچے بدلہ نیک ملے۔ عموماً مخوش رہتے۔ ضرورت سے زیادہ گفتگو نہ فرماتے۔ اپنی آواز سے نہ بولتے۔ آنکھیں ہمیش پچی رکھتے۔ اپنے اصحابوں کو جب کہ وہ حد سے زیادہ تعظیم و تکریم کرتے۔ تو فرماتے کہ مجھے میری اپنی حد سے زیادہ نہ بڑھاؤ۔ میں بھی تمہاری طرح ایک خدا کا بندہ ہوں۔ احسان اور تواضع کو ہمیشہ عزیز رکھتے۔ کبھی سیر ہو کر روٹی نہ کھاتے تاکہ غریب جو کہ بھوکے ہیں۔ وہ نہ بھول جائیں۔ ان کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر روٹی کھلاتے بزرگوں کی عزت۔ اور خوروں پر شفقت فرماتے۔ مجلس میں آنے اور جاتے وقت السلام علیک کہتے۔ راستے میں چلتے وقت آنے والے کو سلام کہنے میں سبقت کرتے۔ غرضیکہ ہر ایک بات میں علم۔ فضل۔ کمال۔ عقل۔ سخاوت۔ فصاحت۔ احسان۔ ایمان۔ اخلاق۔ عادات۔ عبادت۔ ریا عزت۔ شفقت۔ اطاعت۔ محبت۔ شرم۔ تمام اخلاق حسنہ میں لاثانی تھے۔ جب کہ خود خداوند تعالیٰ آپ کی ثنا قرآن پاک میں کرتا ہے۔ تو بندے کا کیا مقدور ہے۔

کروں کیا مدحست شان محمد

خدا خود ہے۔ ثنا خوان محمد

فوتوں کو تھی مشکل باریابی
کہ تھے جبرئیل دربان محمدؐ

بلغ اعلیٰ کمالہ کشف الدجی بجمالہ

حسنت جمیع خصالہ

صلو علیہ وآلہ

احقر نذیر احمد
(سیاب)

اشتہار

ہماری دکان سے ہر قسم کی کتابیں عربی فارسی اردو

انگریزی قصص جات پنجابی و ناول اور قرآن مجید و محال سر

عمدہ اور بارعایت مل سکتی ہیں ۴ ڈنٹ اپنا پتہ صاف اور خوشخط لکھو ۴

شیخ برکت علی محسن علی تاجران کتب کشمیری بازار لاہور

۴ بکھتر ملک چراغ دین مالک ۴ بکھتر یزید سنگ ایکڑ کس ورس لاہور ۴

لے لو ملتا ہے گو مقصود + پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہوئی

سلسلہ تعلیم الاسلام

(اُردو)

مُصنّف مشہی نذیر احمد سیّاب قریشی بنہالوی (گورداسپور) {

یہ سلسلہ تعلیم الاسلام بچوں کی تعلیم کے لئے اس قدر مفید ہے۔ کہ اس سے پہلے آج تک ایسا سلسلہ تعلیم الاسلام کسی مصنف نے نہیں لکھا ہے۔ آسان آسان بدیہی مثالوں کے ذریعے جن سے بچوں کو عام طور پر کھیل کود اور اپنے خاندانی کاروبار میں واسطہ پڑتا ہے۔ توحید و رسالت۔ قرآن و حدیث اور جملہ احکام اسلام کا ایک نہایت دلچسپ اور ترالے انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ جن کے مطالعہ سے بچوں کو بخوبی معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ خدا کیا چیز ہے۔ اس سے کیوں ڈرنا چاہیئے۔ رسول کون ہوتے ہیں۔ کیوں آتے ہیں۔ خدا و رسولؐ کے احکام کی پابندی کیوں کرنی چاہیئے۔ قرآن و حدیث کیا ہیں۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم کو ماننا کیوں ضروری ہے۔ ان کے کیا کیا احکام ہیں۔ اور وہ کیوں دیئے گئے ہیں؟

عرض کہ ایسا مفید و موثر اور دلچسپ سلسلہ اس سے پیشتر کبھی نہیں لکھا گیا۔ فہرست سلسلہ تعلیم الاسلام صفحہ (د) پر ملاحظہ فرمائیں۔ یہ سلسلہ دو دیگر ہر قسم کی کتابیں چہ ذیل سے طلب فرمائیں۔

المشیر
شیخ برکت علی حسن علی جبران کشمیری لاہور بازار
تمھراں

فہرست سلسلہ تعلیم الاسلام

(مصنفہ منشی نذیر احمد سیال قریشی)

اسلام کا قاعدہ دوسرے قاعدوں میں جو نقص ہیں۔ یہ قاعدہ ان تمام تقاضوں سے بری ہے۔ حروف۔ زیر و زبر۔ پیش وغیرہ کی حرکات کی شناخت اور جے سکھائے گئے ہیں۔ نہایت عمدہ۔ قیمت صرف ایک آنہ ۷

اسلام کی پہلی اس کتاب میں خدا، رسول۔ قرآن اور حدیث کی بابت بدیہی مثالوں و ذریعہ تصور و لاکر وجہ بتائی گئی ہے کہ خدا، رسول۔ و حدیث اور قرآن کیا ہیں اور ان کو کیوں ماننا چاہیئے؟ قیمت صرف دو آنے (۲)

اسلام کی دوسری اس کتاب میں ایمان کی صفات اور نماز کا ذکر ہے۔ خدا کی توحید اور رسالت کا اقرار کیوں کرنا چاہیئے۔ وضو۔ نماز کے فوائد اور اس کے پڑھنے کا طریقہ بتایا گیا ہے قیمت ۳
اسلام کی تیسری اس میں نماز کا بیان۔ روزے کی وجہ تسمیہ ضرورت اور روزے کی اہمیت بتائی مفصل بیان ہے۔ قیمت صرف چھ آنے (۶)

اسلام کی چوتھی اس کتاب میں زکوٰۃ اور حج کا مفصل ذکر مع ضرورت۔ فوائد اور طریقہ ادا کرنے حج و زکوٰۃ آسان لفظوں میں کیا گیا ہے۔ قیمت صرف ۸

اسلام کی پانچویں اس کتاب میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تشریح اور پیدا ہونے سے لے کر موت تک کی زندگی کا ایک مختصرہ مذکورہ کیا گیا ہے۔ قیمت ۸

اسلام کی چھٹی اس کتاب میں صرف نکاح اور اس کے متعلقات طلاق اور عدت وغیرہ کا مفصل بیان ہے جسکے مطالعے کے بعد نکاح وغیرہ کے بارے میں کسی اور کتاب کی ضرورت نہیں قیمت ۱۰

اسلام کی ساتویں اس کتاب میں احکام اسلام کے مطابق تجارتی کاروبار۔ بیع۔ امانت۔ رہن وغیرہ اور قسم کا مفصل بیان۔ قیمت صرف دس آنے (۱۰) محصولہ لاکر ہدیہ خریدار

دفتر سلسلہ ہذا کی آفتابوں سے لیکر پندرہویں تک باقی کتابیں بھی مغرب ہدیہ ناظرین ہونگی
شیخ برکت علی محسن علی تاجران کتب کشمیری بازار لاہور

